

DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188510

UNIVERSAL
LIBRARY

138 Ste

۹۳۰
ش ع

۱۹۷۰ ۳
شیر، عبدالحکیم
موقوفه

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۳۰

Accession No. ۱۹۷۰۳

Author

نشر - ع

Title

نشر، عبد الحليم
تاريخ عصر قديم

This book should be returned on or before the date last marked below

فصل اول

۴۲ کرتے ہوس کی تباہی (۲۸۱ قبل محمد سے ۱۹۱ قبل محمد تک)

فصل دوم

۴۵ زوالِ بابل (۱۰۹ قبل محمد سے ۱۱۰ قبل محمد تک)

فصل سوم

۴۹ مائرس کے جانشین (۱۰۸ قبل محمد سے ۱۰۷ قبل محمد تک)

چوتھا باب

۵۲ مملکت یونان (۱۹۴ قبل محمد سے ۱۰۷ قبل محمد تک)

فصل اول

ان کا مذہب اور ان کے دیوتا

فصل دوم

۵۸ شہرِ ٹرائے کا محاصرہ (۵۳۱ قبل محمد)

فصل سوم

۶۲ اہل یونان کے عادات و اطوار

فصل چہارم

۶۶ اسپارٹا (۶۴۳ قبل محمد سے ۳۸۶ قبل محمد تک)

فصل پنجم

۷۲ آئینہ (۶۴۵ قبل محمد سے ۱۰۸ قبل محمد تک)

فصل ششم

۷۶ یونان کی اور ریاستیں اور نوآبادیاں (۸۲۱ قبل محمد سے ۶۶ قبل محمد تک)

پانچواں باب

۸۰ یونان پر ایرانیوں کی چڑھائی (۱۰۶۱ء قبل محمد سے ۱۰۳۶ء قبل محمد تک)

فصل اول

معرکہ ماراٹھون (۱۰۶۱ء قبل محمد)

فصل دوم

۸۴ معرکہ قھرپوپی لے (۱۰۵۶ء قبل محمد سے ۱۰۵۱ء قبل محمد تک)

فصل سوم

۸۸ کینجرو کی شکست (۱۰۵۱ء قبل محمد سے ۱۰۳۶ء قبل محمد تک)

چھٹا باب

۹۴ ریاست ہائے یونان (۱۰۳۳ء قبل محمد سے ۹۳۲ء قبل محمد تک)

فصل اول

پے لپون نے شیبلاؤں کی لڑائی (۱۰۲۲ء قبل محمد سے ۹۶۵ء قبل محمد تک)

فصل دوم

۱۰۱ سقراط اور فلسفہ یونان (۹۶۳ء قبل محمد)

فصل سوم

۱۰۶ دس ہزار آدمیوں کی واپسی (۹۶۲ء قبل محمد سے ۹۶۱ء قبل محمد تک)

فصل چہارم

۱۱۰ تھے زیادہ لوگوں کی عظمت (۹۶۵ء قبل محمد سے ۹۳۳ء قبل محمد تک)

۱۹۷۰۳ ۱۹۷۰۳

۹۳۰
ش
ع قیمت مجلد
چار روپیہ پچاس پیسے

ناشر
نیم بکٹ پو۔ لاٹون روڈ۔ کھنؤ
ٹیلیفون ۲۲۵۵۹

پہلا باب

فصل اول

۱۷ (ادیان دین) ۲۴۹۷ء قبل محمدؐ سے ۲۲۷۸ء قبل محمدؐ تک،

فصل دوم

۲۲ ملک مصر (۲۲۷۸ء قبل محمدؐ سے ۲۰۶۲ء قبل محمدؐ تک)،

فصل سوم

۲۷ فنیقین (۲۰۲۲ء قبل محمدؐ سے ۱۶۶۷ء قبل محمدؐ تک)،

فصل چہارم

۳۰ سلطنت بنی اسرائیل (۱۶۶۷ء قبل محمدؐ سے ۱۳۹۴ء قبل محمدؐ تک)،

دوسرا باب

(۲۸۷۹ء قبل محمدؐ سے ۱۱۳۲ء قبل محمدؐ تک)،

فصل اول

۳۸ سینوا (۲۸۷۹ء قبل محمدؐ سے ۱۱۷۵ء قبل محمدؐ تک)،

فصل دوم

۳۸ بابل (۱۳۱۸ء قبل محمدؐ سے ۱۱۳۲ء قبل محمدؐ تک)،

تیسرا باب

شہنشاہی فارس ۱۱۳۰ء قبل محمدؐ سے ۱۰۹۲ء قبل محمدؐ تک

فصل اول

۴۲ کرتے سوس کی تباہی (۱۲۸۰ قبل محمد سے ۱۹۰۰ قبل محمد تک)

فصل دوم

۴۵ زوالِ بابل (۱۰۹۰ قبل محمد سے ۱۰۰۰ قبل محمد تک)

فصل سوم

۴۹ سائرس کے جانشین (۱۰۰۰ قبل محمد سے ۵۰۰ قبل محمد تک)

چوتھا باب

۵۴ مملکتِ یونان (۱۹۰۰ قبل محمد سے ۱۰۰۰ قبل محمد تک)

فصل اول

ان کا مذہب اور ان کے دیوتا

فصل دوم

۵۸ شہرِ ٹرائے کا محاصرہ (۵۴۰ قبل محمد)

فصل سوم

۶۲ اہلِ یونان کے عادات و اطوار

فصل چہارم

۶۶ اسپارٹا (۱۶۰۳ قبل محمد سے ۳۰۰ قبل محمد تک)

فصل پنجم

۶۲ آئینہ (۱۶۰۵ قبل محمد سے ۱۰۰۰ قبل محمد تک)

فصل ششم

۷۶ یونان کی اور ریاستیں اور نوآبادیاں (۸۲۰ قبل محمد سے ۱۶۰۰ قبل محمد تک)

پانچواں باب

۸۰۔ یونان پر ایرانیوں کی چڑھائی (۱۰۶۱ء قبل محمد سے ۱۰۳۶ء قبل محمد تک)

فصل اول

معزکہ ماراٹھون (۱۰۶۱ء قبل محمد)

فصل دوم

۸۲۔ معزکہ تھرموپلی لے (۱۰۵۶ء قبل محمد سے ۱۰۵۱ء قبل محمد تک)

فصل سوم

۸۸۔ کینخروس کی شکست (۱۰۵۱ء قبل محمد سے ۱۰۳۶ء قبل محمد تک)

چھٹا باب

۹۴۔ ریاست ہائے یونان (۱۰۳۳ء قبل محمد سے ۹۳۲ء قبل محمد تک)

فصل اول

پے لرون نے شیبہ طلوں کی لڑائی (۱۰۰۲ء قبل محمد سے ۹۷۵ء قبل محمد تک)

فصل دوم

۱۰۱۔ سقراط اور فلسفہ یونان (۹۷۳ء قبل محمد)

فصل سوم

۱۰۶۔ دس ہزار آدمیوں کی واپسی (۹۷۲ء قبل محمد سے ۹۷۱ء قبل محمد تک)

فصل چہارم

۱۱۰۔ تھےبیادالوں کی غفلت (۹۶۵ء قبل محمد سے ۹۳۳ء قبل محمد تک)

ساتواں باب

۱۱۴ شاہنشاہی مقدونیہ (۹۲۰ء قبل محمد سے ۹۰۵ء قبل محمد تک)

فصل اول

مقدونیہ کا فیلقوس (۹۲۰ء قبل محمد سے ۹۰۴ء قبل محمد تک)

فصل دوم

۱۱۵ سکندر اعظم ایشیائے کوچک میں (۹۰۵ء قبل محمد سے ۹۰۴ء قبل محمد تک)

فصل سوم

۱۲۳ فلسطین اور مصر کی فتح (۹۰۵ء قبل محمد سے ۹۰۳ء قبل محمد تک)

فصل چہارم

۱۲۴ فتح ایران (۹۰۲ء قبل محمد سے ۸۹۸ء قبل محمد تک)

فصل پنجم

۱۳۱ ہندستان کی تہم اور سکندر کی وفات (۹۰۱ء قبل محمد سے ۸۹۶ء قبل محمد تک)

آٹھواں باب

چارناخیں (۹۹۴ء قبل محمد سے ۹۶۲ء قبل محمد تک)

فصل اول

۱۳۸ سلطنت کی تقسیم (۹۹۴ء قبل محمد سے ۹۳۴ء قبل محمد تک)

فصل دوم

۱۴۴ سلطنت مصر (۹۹۴ء قبل محمد سے ۹۶۶ء قبل محمد تک)

فصل سوم
۱۴۷ سلطنت شام ۸۸۳ء قبل محمدؐ سے ۸۷۶ء قبل محمدؐ تک،

فصل چہارم
۱۴۹ لے پیاد اول کی لیگ ۸۳۹ء قبل محمدؐ سے ۸۶۴ء قبل محمدؐ تک،

نواں باب

۱۵۵ رومیوں کی فتح ایتالیائیں ۱۳۲۶ء قبل محمدؐ سے ۸۶۶ء قبل محمدؐ تک،

فصل اول

رومیوں کا دیو مالا

۱۵۹ شہر روم کی بنیاد ۱۳۲۶ء قبل محمدؐ سے ۱۲۱۳ء قبل محمدؐ تک،

فصل سوم

۱۶۴ تارکوئیس لوگ ۱۲۱۳ء قبل محمدؐ سے ۸۰۰ء قبل محمدؐ تک،

فصل چہارم

۱۶۹ جمہوریت

فصل پنجم

۱۷۵ روم کی اگلی لڑائیاں ۸۰۰ء قبل محمدؐ سے ۸۰۰ء قبل محمدؐ تک،

فصل ششم

۱۸۰ گالیاردالے ایتالیہ میں ۸۰۰ء قبل محمدؐ سے ۹۴۴ء قبل محمدؐ تک،

فصل ہفتم

۱۸۷ پرموس کی چڑھائی ۸۹۸ء قبل محمدؐ سے ۸۴۱ء قبل محمدؐ تک،

دسواں باب

قرطاجنہ کی لڑائیوں کا زمانہ (۸۲۵ء قبل محمد سے ۸۷۳ء قبل محمد تک) ۱۹۴

فصل اول

قرطاجنہ اور سراقوس (۸۴۹ء قبل محمد سے ۹۲۷ء قبل محمد تک)

فصل دوم

قرطاجنہ والوں کی پہلی لڑائی (۸۳۴ء قبل محمد سے ۸۷۱ء قبل محمد تک) ۱۹۸

فصل سوم

ہنی بال ایتالیہ میں (۹۰۷ء قبل محمد سے ۹۷۳ء قبل محمد تک) ۲۰۲

فصل چہارم

قرطاجنہ کی دوسری لڑائی کا نتیجہ (۸۸۵ء قبل محمد سے ۹۷۲ء قبل محمد تک) ۲۰۷

گیارہواں باب

دولت دوم کا عروج و اقبال (۸۷۳ء قبل محمد سے ۹۷۱ء قبل محمد تک) ۲۱۱

فصل اول

دولت و عظمت کی شانداریاں (۹۷۲ء قبل محمد سے ۹۷۷ء قبل محمد تک)

فصل دوم

اہل تقد و نبیہ سے لڑائی (۸۸۶ء قبل محمد سے ۸۷۱ء قبل محمد تک) ۲۲۱

فصل سوم

یہودیہ پر جو رستم (۹۳۸ء قبل محمد سے ۹۶۸ء قبل محمد تک) ۲۲۵

فصل چارم

۲۳۱ یونان کا کلیئہ مفتوح ہو جانا (۱۶۷ قبل محمد سے ۱۶۷ قبل محمد تک)

فصل پنجم

۲۳۵ قرطاجنہ کی تیسری لڑائی (۲۰۱ قبل محمد سے ۱۷۷ قبل محمد تک)

بارہواں باب

۱۷۷ قبل محمد سے ۱۷۷ قبل محمد تک (۱۷۷ قبل محمد سے ۱۷۷ قبل محمد تک)

فصل اول

۲۳۷ گراتھ جی (۱۷۷ قبل محمد سے ۱۷۷ قبل محمد تک)

فصل دوم

۲۳۸ مار یوس (۱۷۷ قبل محمد سے ۱۷۷ قبل محمد تک)

فصل سوم

۲۳۹ سلا (۱۷۷ قبل محمد سے ۱۷۷ قبل محمد تک)

فصل چارم

۲۵۲ پوم پے ای (۱۷۷ قبل محمد سے ۱۷۷ قبل محمد تک)

فصل پنجم

۲۵۶ پہلا اتحاد ثلاثہ (۱۷۷ قبل محمد سے ۱۷۷ قبل محمد تک)

فصل ششم

۲۶۱ یولیوس قیصر (۱۷۷ قبل محمد سے ۱۷۷ قبل محمد تک)

فصل ہفتم

۲۶۶ دوسرا اتحاد ثلاثہ (۱۷۷ قبل محمد سے ۱۷۷ قبل محمد تک)

فصل ہشتم

۲۷۰ انطونی اور تلو بطرہ (۶۱۳ قبل محمد سے ۶۰۲ قبل محمد تک)

فصل نہم

۲۷۸ اوغسطوس قیصر (۶۰۱ قبل محمد سے ۵۴۸ قبل محمد تک)

آپ کے شہر کے کسی حصہ میں کوئی واقعہ رونما ہوتا ہو تو مختلف زبانوں پر روزانہ واقعہ مختلف ہی ہوتی ہے اور واقعہ آپ کے شہر کا ہونے کے باوجود شکل ہی سے آپ کسی بات کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں اس لئے اگر آپ تصدیق کرنا چاہتے ہیں تو جائے واقعہ پر پہنچ کر حالات معلوم کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔ اور اسی طرح آپ کو صحیح بات معلوم ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر آپ کسی ایسی بات کی تصدیق کرنا چاہیں جو آپ کے شہر ہی کی ہے اور نہ ملک کی، بلکہ کسی دوسری ولایت کی ہے تو جائے واردات پر جا کر آپ کے لئے جانچ پڑتال کرنا آسان نہ ہوگا۔ ایسی صورت میں آپ اخبارات کے بیانات ہی سے اس بات کے متعلق قیاس کر سکیں گے۔ یہاں پر دشواری یہ پیدا ہوگی کہ مختلف اخبارات واقعہ کو مختلف رنگ دے کر لکھیں گے، اس لئے کہ اخبارات کی اپنی ایک مخصوص پالیسی ہوتی ہے اور وہ کسی خبر کو شائع کرتے وقت اپنی پالیسی کے تحت ہی اظہار خیال کرتے ہیں مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے ہندوستان میں کہیں ہندو مسلم فساد ہو جاتا ہے تو اخبارات میں خبریں متضاد آتی ہیں۔ ہما سبھائی اخبار لکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے شرارت کی اور ہندوؤں پر مظالم کے پہاڑ ڈر دئے۔ مسلم اخبارات لکھتے ہیں کہ انگریزوں نے اقلیت کا قلع قمع کر دیا۔ ہندو مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان کی جائیدادیں جلا دیں۔ عورتوں اور بچوں پر بھی رحم نہ کیا۔ کانگریسی اخبار لکھتے ہیں کہ دودھ قتل کے درمیان آزادانہ جنگ ہوئی۔ اسی طرح مختلف اخبارات خبروں کو

اپنے مقاصد کے تحت توڑ مروڑ کر شائع کرتے ہیں۔ واقعات کی حقیقت کیا ہوتی ہے اس کا صحیح علم دور رہنے والوں کو مشکل ہی ہو پاتا ہے۔ بہر حال خبروں کی بنیاد پر ہم کسی نہ کسی فیصلہ پر پہنچ ہی جاتے ہیں اس لئے کہ ہمیں اخبارات کی پالیسی کا علم ہوتا ہے۔ جاوید قمر پر کس کی کتنی آبادی ہے، یہ بھی معلوم ہوتا ہے اور ان سب باتوں سے ہم اندازہ کر لیتے ہیں، لیکن اگر یہ اخبارات نہ ہوں تو ہم آج کے واقعات کے متعلق بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ چھ جائیکہ سو، دو برس پہلے کے واقعات کو تاریخ کی شکل میں منضبط کرنا ظاہر ہو کہ ایک دشوار کام ہوتا ہے اور اس کے لئے مؤرخ کو بڑی جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ اس دور کی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے مختلف تواریخ کی چھان بین کرنا ہوتی ہے اور ان کے حوالوں کے ساتھ وہ اپنی کوئی رائے بھی دیتا جاتا ہے، لیکن سو، دو سو یا ہزار پندرہ سو برس کے واقعات لکھنا چنداں مشکل نہیں اس لئے کہ اس دور میں کسی نہ کسی طرح واقعات کو قلمبند کر۔ یہ کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا اور بہت سے مؤرخوں نے اپنی عمر عزیز صرف کر کے بڑی بڑی تاریخیں مرتب کر ڈالی ہیں، جن سے ہمیں اپنے اسلاف کے کارناموں کا علم ہوتا ہے اور ہم ان مؤرخین کے نمونہ احسان ہوتے ہیں جنکی کوششوں سے کسی زمانے کی تاریخ ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ اگر مؤرخ ایسا نہ کرتے تو ہم گزرے ہوئے زمانہ کے واقعات سے لاعلم ہوتے۔ ہمیں نہ معلوم ہو سکتا کہ قوموں کا عروج و زوال کیسے ہوا، اور کس کس دور میں کیا کیا واقعات رونما ہوئے، کیسی کیسی ترقیاں ہوئیں، کیسے کیسے قانون بنے اور کس طرح بڑی بڑی لڑائیاں لڑی گئیں۔

در اصل مؤرخ کا دنیا والوں پر بہت بڑا احسان ہوتا ہے اور رہتی

دُنیا تک اسے یاد کیا جاتا ہے۔ واقعات کے سلسلہ میں فاضل اور دیانتدار
مورخین کا ذکر آتا رہتا ہے۔ صد ہکتا میں ان کے حوالوں کے ساتھ شائع
ہوتی ہیں جنہیں پڑھ کر ہم صد ہا سال قبل کے واقعات کو اس طرح محسوس
کرنے لگتے ہیں، جیسے کہ ہم اسی زمانے میں پہنچ گئے ہوں۔

عصر قدیم کی تاریخ جو آپ اس دیباچہ کے بعد ملاحظہ فرمائیں گے
مشہور مورخ جناب عبدالحمید شہر لکھنؤی کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر
رہتی دُنیا تک کم سے کم اُردو تو ناز کرتی ہی رہے گی، اس لئے کہ اُردو
میں زمانہ قدیم کے حالات پر کوئی مستند تاریخ موجود نہیں۔ یہ ۱۳۸۳ھ
ہے۔ ظاہر ہے کہ طلوع اسلام کے بعد ہماری دُنیا کا فی متمدن ہو گئی تھی۔
اور واقعات چمڑے کے پتروں اور پتھروں وغیرہ پر لکھے جانے لگے تھے
قرآن پاک کو جس احتیاط اور صحت کے ساتھ مرتب کیا گیا اس سے کون
واقعہ نہیں۔ اس کے بعد تاریخ اسلام بڑے بڑے مورخوں نے مرتب
کی، لیکن اس دور کی تاریخ ایسی اہمیت انہیں تھی، البتہ عصر قدیم کی
تاریخ لکھنا ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر مورخ بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ یہ
تاریخ ۲۹۹۷ء قبل محمد سے شروع ہوتی ہے یعنی آج سے ۳۸۸۰ سال
قبل سے۔ جب دُنیا اتنی متمدن نہ تھی کہ تاریخ کے واقعات باقاعدہ غیبی
تحریر میں لائے جاسکتے، لیکن قدیم کتب اور کتبوں وغیرہ سے زمانہ قدیم کے
حالات کا بھی علم ہوتا رہا ہے اور کھوج لگانے والوں نے قدیم سے قدیم
زمانہ کے حالات معلوم کرنے اور انہیں تحریر میں لانے کی کوشش
کی ہے۔

شہر صاحب مرحوم عرصہ تک حیدر آباد میں رہے اور وہاں کی سرکاری

لابربری سے فیض حاصل کرتے رہے اس لئے کہ مؤرخ کے لئے ایک بہت بڑے کتب خانے کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس میں... کتابیں بھی ہوں اور خطوط بھی۔ اور کتر ہی ایسے علم دوست ہوتے ہیں جنہیں مستمت سے ایسے عظیم کتب خانے مل جائیں۔ شرر صاحب مرحوم نے حیدر آباد کے کتب خانے سے بہت کچھ حاصل کیا بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اسی کے طفیل وہ ایسے عظیم مؤرخ بن گئے۔ لیکن صرف کتابوں کے انبار سے ہی کوئی شخص مؤرخ نہیں بن سکتا۔ مؤرخ بننے کے لئے علمی قابلیت کے ساتھ ہی وسیع مطالعہ خداداد ذہانت اور یادداشت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ شرر صاحب مرحوم کو یہ سب کچھ حاصل تھا اور یہی وجہ ہے کہ موصوف نے تاریخ پر بہت سی محسوس کیا ہیں ہی نہیں لکھیں بلکہ بہت سے نادل بھی تصنیف کئے جو تاریخ پس منظر رکھتے تھے اور ان کی وجہ سے تاریخ کے مختلف واقعات ایسے لوگوں نے بھی پڑھ ڈالے جو محض تاریخ سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔

عصر قدیم ایسی تاریخ نہیں جس میں تفصیل کے ساتھ کسی دور کے حکمرانوں کے حالات اور سماجی زندگی کی تفصیلات ہمیں مل سکیں۔ اس میں بہت ہی اختصار کے ساتھ تاریخی واقعات کو یکجا کیا گیا ہے۔ پھر بھی یہ اس قدر دلچسپ اور جامع ہے کہ پڑھنے والا اکتا نہیں سکتا، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ یہ تاریخ ہمیں ترقی یافتہ دور کی تاریخ سے زیادہ دلچسپ محسوس ہوتی ہے۔ صرف اس لئے کہ یہ اُس دور سے تعلق رکھتی ہے جس کے حکمرانوں سے ہمیں بہت کم واقفیت ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص ۵ ہزار سال قبل کی دنیا کے واقعات تاریخ کی شکل میں پیش

کو سکے تو لوگ اسے غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے اس لئے کہ ہم
اس سے قطعی ناواقف ہیں اور انسانی فطرت کے تحت یہ معلوم کرنے کے
لئے بے چین رہتے ہیں کہ دنیا کے ابتدائی دور میں انسان کس طرح
انفرادی یا اجتماعی زندگی گزارتا تھا۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں، جبکہ سائنس نے عظیم قوتوں کو انسانی
مٹھیوں میں بند کر دیا ہے، بڑے سے بڑے اہم کارنامے بھی ہمیں کسی
تجربے میں مبتلا نہیں کرتے، لیکن جب ہم زمانہ قدیم کی کسی عظیم تعمیر کا ذکر
سنتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ سائنسی طاقتوں
کے بغیر انسان کس طرح انھیں کیا کرتا تھا، مثال کے طور پر اہرام
مصر ہی ایسے عجیب و غریب ہیں کہ انسانی عقل انھیں دیکھ کر حیران
رہ جاتی ہے۔ کس طرح ہزار ہا من وزنی پتھروں کو اتنی بلندیوں پر
پہنچا کر فٹ کیا جاتا رہا ہوگا۔ کتنے انسان، کس طرح اسے اتنی بلندیوں
تک لے جاتے ہوں گے، سوچ کر ہم ششدر رہ جاتے ہیں عصر قدیم
میں ۲۴۹۷ قبل محمد سے ۲۲۷۸ قبل محمد تک ہادیان دین کے تذکرے
ہیں۔ اس کے بعد عہد بنی اسرائیل کی تاریخ سے اصل کتاب شروع ہوتی
ہے۔ مصر، فینیا، بابل، فارس، زوال بابل۔ مملکت یونان اور یونانیوں
کی ترقی کے بعد اس کی ذآبادیات کا ذکر ہے۔ یونانیوں کے بعد ایرانیوں
کے عروج کی تاریخ شروع ہوتی ہے جنھوں نے یونان پر دھاوا بول
دیا تھا۔ مرکہ ماراٹھوں، معرکہ تھروپی لے، میں کجسرد کی شکست کے واقعات
تاریخ کے حیرت انگیز اور عجیب و غریب افسانے ہیں۔ کجسرد کے بعد یونانی
بادشاہ اور فاتح اعظم سکندر کا دور آتا ہے۔ اس کی فتوحات اور محاربتا

کے واقعات انسانی ادوار العزمی کی ایسی داستانیں ہیں جن کی مثالیں تاریخ میں کمتر ہی ملتی ہیں۔ لیکن ہر کمال راز وال کے مصداق یونان کو بھی جو تہذیب و تمدن کے اعتبار سے اس دور میں ساری دنیا سے بڑھ چڑھ کر سمجھا جاتا تھا زوال کا منہ دیکھنا پڑا۔ روم کی سلطنت یونان کی تباہی کا باعث بنی۔ قیصر روم نے ایسی عظمت و شان حاصل کی کہ تاریخ اس دور کے عجیب و غریب واقعات پر انگشت بدنداں نظر آتی ہے۔ روم کی تاریخ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب و غریب ہے، لیکن اس دنیا میں کسی کا بھی عروج ہمیشہ قائم نہیں رہتا، روم کی سلطنت عالم شباب پر تھی کہ ادغسطوس کے عہد حکومت میں حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے، جن کی ولادت نے دنیا کی تاریخ میں نیا انقلاب پیدا کر دیا۔

تاریخ عصر قدیم ادغسطوس ہی کے حالات پر ختم ہو جاتی ہے اس لئے کہ اسکے بعد سنہ عیسوی شروع ہو جاتا ہے اور اس دور کو عصر قدیم سے متعلق نہیں سمجھا جاتا۔

شمیم انہونی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
تَحْتَمَلُهُ وَنَقِصِلِي عَلَى رَسُولِهِ لَئِنْ كَرِهْتَ

پہلا باب فصل اوّل

ادیان دین (۲۹۷ قبل محمد سے ۲۷۸ قبل محمد تک) طوفان نوح آیا اور ساری دنیا کو غرق کر کے تھما۔ اس کے بعد پانی اترتے اترتے اتر گیا۔ کشتی نوح کوہ چودی پر آ کے ٹکی۔ اور نسل آدم جسے اب اولاد نوح کہنا چاہیے دریا ئے دجلہ و فرات کے کنارے کنارے جو اسی قرب و جوار سے نکلے ہیں بڑھنا پھیلنا اور آباد ہونا شروع ہوئی۔ پھر جب اُن میں جہالت بڑھی اور خدا شناسی کا نور دھندلا پڑا تو انھیں شوق ہوا کہ کسی تدبیر سے آسمان کے اس رواق نیلگوں تک پہنچ جائیں جہاں سے روز شام کو روشن تارے ہمیں اپنا جمال جہاں آ۔ دکھایا کرتے ہیں چنانچہ ہمیں دریا ئے فرات کے کنارے والے میدان میں انھوں نے ایک اتنا اونچا بُرج بنانا چاہا جس کی چوٹی آسمان سے جا ملے۔ اور اُس عالم بالا کی کیفیت معلوم کر سکیں۔ مگر خیال کی کند ٹوکنگز نہایت تک پہنچتی نہیں انھیں بھلا کیا کامیابی ہوتی؟

۱۔ وہ سلسلہ کوہ جو ایران و روم کے درمیان میں جنوب سے شمال کو چلا گیا جو اُس کے شمالی سرے پر جہاں ایران و روم اور روم کی سرحد ملتی ہے ایک تلاء کوہ ہے جسے عربی میں "جودی" اور انگریزی میں "ارارات" کہتے ہیں۔ اسی پہاڑ پر کہتے ہیں کہ حضرت نوح کی کشتی طوفان کے بعد اُس کے بلکی تھی۔

لوگ اسی سرزمین میں تھے کہ حسب بیان توراة خدا نے اُن کی بولیوں میں تفرقہ ڈالا اور مختلف زبانیں پیدا ہوئیں۔ پھر اس کے بعد سے ایک مدت دراز تک کے حالات ہمیں بالکل نہیں معلوم تھے۔ یہاں تک کہ ولادت سرورِ کائنات صلعم سے تقریباً دو ہزار چھ سو برس پہلے خدا نے خاص اُس خاندان کو امتیاز دینا شروع کیا جن سے خود جنابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے تھے۔

یہی سب تھے جن میں کے چند لوگ دریا سے فرات کے شمال جانب ذرا فاصلہ پر رہتے تھے۔ اور چوتھی توحید اُن کو حضرت نوح سے پہنچی تھی اُس کی بعض تعلیموں کی ادب و تعظیم کے ساتھ حفاظت کرتے تھے اور ان پر کاربند تھے۔ یہ لوگ ہمدانی، کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ اور دنیا میں اکیلے وہی ایک وارثِ رموزِ وحدت اور حاملِ تعلیماتِ نبوت تھے۔

انہیں لوگوں میں ایک حضرت ابراہیم تھے۔ جن کو اللہ جل شانہ نے حضرت محمد صلعم سے تقریباً چوبیس سو نوے سال پیشتر ماریت کی۔ کو اکب کے عظمتِ جلال اور اُن کی چمک دمک سے دھوکے کھا کے اور فسقِ عزائم کر کے وہ جوش و خروش سے کمہ اُٹھے۔ ”یا قوم اتی برئی میقاتش کوں“ (لوگوں میں تمہارے شرک سے بری ہوں) یہ سننے ہی لوگ دشمن ہو گئے۔ حاکمِ وقتِ مرود نے آگ جلوا کے اُس میں ڈلوادیا کہ جل کے خاک ہو جائیں۔ مگر خدا کو اُن سے اور اُن کی نسل سے ابھی بہت کام لینا تھے۔ لہذا ایک طرف تو آتشِ مرود کو حکم دیا کہ ”یا نادر کوئی برداؤ سلا ما علی (برا ہی نہ دے)“ اے آگ ابراہیم کے حق میں ٹھنڈی اور ابھی بن جا، دوسری طرف خود ابراہیم کو حکم دیا کہ ”اپنے ملک اور اپنے ماں باپ کے گھر کو چھوڑ کے اس سرزمین کی راہ لو جو تمہارے لئے مخصوص ہے۔“

ابراہیم نے اس حکمِ خداوندی پر عمل کیا۔ اور اُس قطعہ زمین پر پہنچے جو

صحرائے شام اور بحیرہ روم کے درمیان ایک تپلی سی دھبھی کی طرح دُرتر تک چلا گیا ہے۔ وہاں پہاڑیوں کی ایک قطار شمال و جنوباً فاصلہ تک پھیلی ہوئی ہے جس پر آسمان سے بدلیاں اُتر کے برستی۔ صد ہا آبشاروں کو ان کے دامنوں سے اُتارتی۔ اور بہت سی نہریں اور چشمے جاری کرتی ہیں جن میں سب سے بڑی ندی ہریردن ہے۔ حضرت ابراہیمؑ سے اس وقت جب کہ اُن کے کوئی اولاد نہ تھی خدا نے وعدہ کیا کہ یہ خوش سواد اور سرسبز و شاداب زمین تمہاری نسل سے وابستہ رہے گی۔ مگر جس قیمت آپ پہنچے ہیں اُس وقت وہاں قوم کنناں آباد تھی۔ جو لوگ کہ حام بن نوح کی نسل سے تھے۔ اور اُسے اپنی جانب منسوب کر کے ارض کنناں کہتے تھے اسکی دادیوں میں اُن لوگوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم کر لی تھیں اور شہروں یا گڑھوں کے ذریعہ سے جو پہاڑیوں کی چوٹیوں پر بڑی بڑی چٹانوں سے تعمیر کی گئی تھیں وہ لوگ اپنی سلطنتوں کی حفاظت کرتے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کے ساتھ آپ کے بھتیجے حضرت لوطؑ بھی یہاں آئے تھے۔ وہ اپنے چچا سے علیحدہ ہو کے دو کتند گرنالائق و ناپاک شہر سدوم میں جا کے مقیم ہوئے۔ اتفاقاً شان نثار اور اِلام جنھوں نے ارض مشرق سے آ کے دادی یزدن کے شہروں پر تسلط کر لیا تھا شہر سدوم پر حملہ کیا۔ اور تمام باشندگان شہر کو اور اُن کے ساتھ خود لوط کو بھی پکڑ لے گئے۔

یہ خبر سُن کے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ملازموں کو مُسَلح کر کے اُن بادشاہوں کا تعاقب کیا۔ انھیں شکست دی۔ اور اسیروں اور مال غنیمت کو صحیح و سالم واپس لائے۔ مگر اُس میں سے اپنے لئے کچھ نہیں لیا۔ اور حسبِ بیان توراۃ ملخی زیدک نام ایک پُر اسرار راہب اور فرماں روا سے جو کہ سلیم پرورد تھا فقط دُعا کے خواستگار ہوئے۔ توراۃ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نام اس سے پہلے

آبرہم تھا۔ اب خدا نے اُسے بدل کے آبرہام یا ابراہیم کہ دیا جس کے معنی ہیں ایک جماعت کثیر کا باپ۔ اور یہ نام بدلنے کے ساتھ ہی انھیں یہ خوشخبری سنائی کہ تمہارے اولاد ہوگئی جس سے وہ اس دولت تک محروم اور کبر سنی کے باعمر شایوس تھے۔

اس خوشخبری کے دوسرے دن شہر سدوم جس میں حضرت رہتے تھے اپنی سیہ کاریوں کی ہی وجہ سے مبتلائے غضب الہی ہوا۔ اور عقاب ربانی سے کلیتہً تباہ و برباد ہو گیا۔ اس ہیبتناک تباہی سے وہ مقام جہاں یہ شہر آباد تھا۔ ایک آتش نشان پھیل بن گیا جو کہ آج تک ڈیڑسی بھرت، کے نام سے مشہور ہے اور سب لوگ تو اس عذاب میں مبتلا ہو کے ہلاک ہو گئے۔ اکیلے حضرت کو ٹھکانے تھے جن کی نسل اُسی بھرت کے آس پاس آباد اور بنی موآب اور بنی عمون کے نام سے مشہور ہوئی۔

اب حرب دعدہ الہی ابراہیم کے اولاد ہونا شروع ہوئی۔ جن میں سب سے بڑے اور حال دعدہ ربانی حضرت اسمعیلؑ تھے جو ایک مصری خاتون کے بیٹن سے تھے۔ اور چونکہ وہ دُعا لے خلیلؑ اور منشا الہی کے خاص حامل تھے۔ اس لئے ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ اولاد اکبر یعنی اسمعیلؑ کو حجاز کی دادی غیر ذی ذرع میں دہاں کو لی پیداوار نہ ہو سکتی ہو) لے جا کے اُن کی قربانی کرو۔ اور وہیں اُس خاص خانہ خدا کو اپنے ہاتھ سے تعمیر کرو جو دنیا میں انوارِ قدس کا سب سے بڑا سرچشمہ قرار پائے گا۔ یہ بڑا نازک امتحان تھا۔ مگر توفیق الہی نے ابراہیمؑ کو ثابت قدم رکھا۔ میدانِ قربانیاں انھوں نے اسمعیلؑ کو لڑاکے ذبح کرنا شروع کیا تھا کہ ہاتھ رک گیا اب خدا اپنی اطاعت میں پوری طرح ثابت قدم دیکھ چکا تھا۔ لہذا اسمعیلؑ کی جگہ ایک مینڈھا عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اسمعیلؑ کے عوض اس کی قربانی کرو۔

الغرض اس طریقہ سے اسماعیلؑ خاص طور پر خدا کی نذر کر دیئے گئے۔ پھر مقدس باپ بیٹوں نے بل کے کعبہ کو تعمیر کیا۔ اور تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد دونوں نے اُس خانہ خدا کے پاس کھڑے ہو کے دعا کے خیر و برکت مانگی۔ اب ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو تو اس خانہ خدا کا خادم و متکفل بنانے کے مع ان کی والدہ کے ہمیں چھوڑا۔ اور اپنی بی بی سارہ اور دوسرے چھوٹے بچے اسحقؑ کی خبر گیری کے لئے ارض کنناں میں واپس گئے۔ آخر کار ایک عابرانہ دیانت داری اور ہماں نوازی کی طولانی زندگی بسر کر کے جناب ابراہیمؑ نے دُنیا کو رخصت فرمایا اور مقفلہ کے غار میں قیامت تک کے خواب نوشیں کا مزہ لینے کے لئے لٹا دئے گئے۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے بیٹے اسماعیلؑ ذیح خاص حرم ربانی کے متکفل اور رسالت محمدؐ کی حامل بن کے مکہ معظمہ میں سکونت پذیر ہوئے اور دوسرے بیٹے اسحقؑ جو وطنی بی بی سارہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ خاص ارض کنناں اور اپنے پدر بزرگوار کی موعودہ اور خدا کی دی ہوئی سر زمین میں اقامت گزریں رہے۔

اسحقؑ نے بھی اپنی خدا پرست والدہ کی سی رضا و تسلیم کی زندگی بسر کی۔ اس وقت تک اُن کا قیام خیموں میں تھا۔ اور ارض موعودہ یعنی ملک کنناں کے جنوبی حصہ میں اُدھر اُدھر بھرتے رہتے تھے۔ اُن کے دو توام بیٹے ہوئے عیصؑ اور یعقوبؑ بڑے عیسیٰ عیصؑ نے جنوبی پہاڑیوں میں سکونت اختیار کی جو سر زمین کہ آدم (یعنی سُرخ) کے لقب سے مشہور تھی ہیں اُن کی نسل بڑھی اور پھیلی جو لوگ کہ آدوی کہلائے تھے۔ اور غالباً انھیں میں سے حضرت اِیو بؑ پیغمبر بھی تھے جن کے صبر اور جن کے رضا و تسلیم کی دُنیا میں شہرت ہے۔ ان آدمیوں نے اِیو راو غیرہ کے غاروں کی طرح اپنے شمالی عرب کی بڑی بڑی چٹانوں میں کھود کھود کے اپنے رہنے کے واسطے عجیب و غریب تسم کے غار بنائے تھے جو آج تک حیرت کی نگاہوں سے دیکھے

جاتے ہیں۔

اسحقؑ کے چھوٹے بیٹے یعقوبؑ جن کا لقب اسرائیل تھا۔ اپنے دادا کے اصل وطن میں گئے۔ وہیں شادی کی اور ایک بڑے خاندان کے ساتھ پھر ارض موعودہ میں آ کے اقامت گزریں ہو گئے۔ یہاں اُن کے لاڈلے بیٹے یوسفؑ کو حاسد و ناہربان بھائیوں نے بنی اسرائیل کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ جن کا ایک قافلہ اتفاقاً وہاں آ گیا تھا۔ وہ اسماعیلی یوسفؑ کو مصر لے گئے۔ جہاں یوسفؑ کو چند روز تک غلامی و صلیبت میں مبتلا رہنے کے بعد اوج و عروج حاصل ہوا۔ اور بادشاہ مصر (فرعون) کے مشیر خاص یعنی وزیر اعظم بن گئے۔ اب عروج حاصل کر کے یوسفؑ نے اپنے والد اور اپنے بے ہربان بھائیوں کو مع اُن کے بال بچوں اور تمام متعلقین کے مصر میں بلوایا۔ اور نسل ابراہیمؑ اپنی موعودہ زمین کو چھوڑ کے مصر کے زرخیز و شاداب ترین مقامات میں آباد ہو گئی۔

فصل دوم

ملک مصر (۲۲۴۸) قبل محمدؐ سے ۲۰۶۲ قبل محمدؐ تک

سرزمین مصر جو براعظم افریقہ میں ہے ارض کناں سے لپی ہوئی ہے اور دریائے نیل کے کنارے دور تک پہنچتی چلی گئی ہے یہاں کے باشندے جو حام بن نوحؑ کے بیٹے مصرایمؑ کی نسل سے بتائے جاتے ہیں۔ قدیم الایام میں بڑے قابل اور صاحب علم و فن تھے۔ انھوں نے اس سرزمین کو بویا جو تا اور دریائے نیل نے ہر سال طغیانی پر آ کے اُن کے کھیتوں کی آبیاری کر دی۔ اسی اطمینان و فارغ البالی نے اُن کی نسلیں بڑھائیں۔ اور اُن کے ہاتھوں سے وہ مالیشان اور با عظمت عمارتیں تعمیر کرا دیں جو آج تک عجوبہ روزگار ہیں۔ اور سین مابعد میں ہمیشہ پر جلال

دوپر اسرار چیزیں سمجھی گئیں۔

اہرام مصر یعنی انسان کے ہاتھ کے بنائے ہوئے سر بفلک پہاڑ جن کی بنیاد مریخ ہے اور ہر ضلع اور پڑھکتے مچھکتے اور گھٹتے گھٹتے ایک نوک پر ختم ہو گیا جو ان کی کارِ بگری کی یادگار ہیں۔ یہ اہرام بالو کے لت و دق میدان میں بادشاہوں کے مقبروں کی حیثیت سے تعمیر کئے گئے تھے اور آج تک اُسی طرح مسہ اُٹھائے کھڑے ہیں۔ اہل مصر کے مُردوں کی لاشیں آج بھی بے سڑی گلی مصر کی نفیس ٹل میں لپٹی۔ روغنی صندوقوں کے اندر محفوظ اور پُر نکلتن کمروں میں رکھی ہوئی ملتی ہیں۔ جن کمروں میں رکھی ہوئی ہیں ان میں ایسی عجیب و غریب نقاشی اور رنگ آمیزی کی گئی ہے کہ اتنی مدتیں گزرنے کے بعد آج بھی اُسی طرح صاف سُتھری اور اُسی دقت کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ انھیں لاشوں کے ساتھ اُن کے حالاتِ زندگی بھی لکھے ہوئے موجود ہیں جو انھیں کمروں کے در و دیوار میں اُن کے پُرانے خط میں جس میں زیادہ تر تصویروں اور علامتوں سے کام لیا گیا ہے پتھروں اور سِلوں پر کھدے ہوئے ہیں۔ اور اس گھڑی تک دیسے ہی صاف واضح اور مکمل ہیں جیسے کہ پہلے ہوں گے۔

دُنیا کی دیگر اقوام کی طرح پُرانے مصری بھی بُت پرست تھے۔ اور انکے بُت بڑے بڑے قد و قامت کے ہوتے تھے جو اس دقت تک دُنیا میں کثرت سے موجود ہیں۔ اُن کی قوی ہیکل زبردست مورتوں کے عظیم اُشان خط و خال سے نہایت ہی سنجیدگی و متانت ظاہر ہوتی ہے اور دیکھنے والوں پر بنانے والوں کی عظمت کا بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔ تھیسس و قدیم دار السلطنت مصر جس کے کھنڈر آج دُنیا میں نہایت متنازع ہیں، اُس کے میدان میں پتھر کی ترشی ہوئی مورتوں کی ایک لمبی صف چلی گئی تھی جو بڑی بڑی کرسیوں پر بیٹھی ہوئی بنائی گئی تھیں۔ اور ایک بڑی بھاری مور

کاسر جو کہ فی الحال لندن کے ٹش یوزیم میں رکھا ہوا ہے۔ اور ”ینگ ممنون“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اُسے دیکھ کے دل میں خیال گزرتا ہے کہ جب مصر میں یہ چیزیں درست کھمکل اور اپنی جگہ پر قائم ہوں گی تو وہاں کا منظر کیسا مؤثر، کیسا پرہیزگار و ڈراما سرار اور عجیب و غریب ہوگا۔

اہرام مصر میں بڑے ہرم کے پاس ایک بہت ہی بڑے قد و قامت کی مینینا ک اور عجیب و غریب مورت ہے جو ”ابو الہول“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں شیر کے دھڑ پر انسان کا سر لگا دیا گیا ہے۔ اور اتنی بڑی ہے کہ اُس کے دونوں اگلے بچوں کے درمیان میں ایک شوالہ بنا ہوا ہے جس کے اندر اسی ابو الہول کی ایک چھوٹے پیمانے کی پتھر کی ترشی ہوئی مورت موجود ہے۔ جس پر بادشاہان مصر اُس کے چڑھاوے چڑھایا کرتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ قدیم اہل مصر دو خاص اور مقنا دو قوتوں کا اعتقاد رکھتے تھے۔ ایک اُسائرس جسے وہ ساری بھلائیوں کا سرچشمہ تصور کرتے تھے۔ اور دوسری قوت کا منظر سیہ کار ٹائیٹون تھا جو ہر قسم کی بُرائیوں کا باعث خیال کیا جاتا اُن کا عقیدہ تھا کہ یہ دونوں برابر کی قوتیں ہیں۔ اور ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتی رہتی ہیں۔ تمام موبیشی اُسائرس کی جانب منسوب تھے۔ خاصہً ایک کالا بیل جس پر خاص قسم کے نشان بنے ہوئے تھے اور ایتیس کے نام سے یاد کیا جاتا۔ وہ دار السلطنت ممفس میں رکھا جاتا۔ اور اُسائرس دیتا کے منظر کی حیثیت سے اُس کی پرستش کی جاتی۔ کتے، بلیاں، گرچھ۔ اور ایک طائر جو آبی نہیں کھلاتا تھا۔ ان سب کی پرستش یکساں طور پر کی جاتی۔ جن کی میتاں (مدبر لاشیں) قدم اہل مصر کی بنائی ہوئی آج تک کثرت سے موجود ہیں۔ پر دانوں کی اُن میں بڑی عزت کی جاتی۔ اس لئے کہ اُن کو وہ لوگ ابھی زندگی کا منظر خیال کرتے۔

ہندوؤں کی طرح مصر والوں میں بھی یہ امر جو مذہب بن گیا تھا کہ لوگ مختلف ذاتوں میں بٹے ہوئے تھے۔ یعنی ہر شخص اس بات پر مجبور تھا کہ اپنے آبائی پیشہ کو اختیار کرے۔ رہنما یان دین کے بیٹے رہنا و مقتدا۔ پارسی کے بیٹے پارسی اور کسان کے لڑکے کسان ہوتے تھے۔ اور یہ بھی ممکن نہ تھا کہ اپنے خاندانی لقب کو چھوڑ دیں۔ چاہے وہ کچھ ہی اور کسی درجہ کا ہو۔ علم زیادہ تر مقتداؤں میں تھا۔ جس سے دوسرے مصری محروم تھے۔ خصوصاً جادو کے پُر اسرار علم دھنر کے وہ حامل ہوتے تھے۔ اور اُن کا اثر ملک پر اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بغیر انکی رضامندی کے بادشاہ بھی کچھ نہ کر سکتے تھے۔

اُسی قدیم زمانے میں ایک مرتبہ مصر پر کسی غیر قوم نے چڑھائی کی تھی جو لوگ ہکسوس (گکڑیے)، بتائے گئے ہیں۔ اہل مصر نے اُن کے ہاتھوں سے بڑا نقصان اٹھایا۔ لیکن اس کا پتہ لگانا کہ یہ واقعہ کس زمانہ کا ہے اور وہ کون لوگ تھے دشوار ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال اس جانب کیا گیا۔ اور غالباً یہ صحیح بھی ہو کہ یہ عرب لوگ تھے جن کے بعض گروہ اپنے گلہ چراتے چراتے تاج و تخت مصر پر متمرد ہو گئے۔

شاہان مصر کی (جو فرعون کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے، ایک بڑی طولانی فہرست موجود ہے۔ لیکن اُن کے ناموں کے سوا اُن کے حالات اور ان کے عہد کے واقعات کا پتہ لگانا نہایت دشوار ہے۔ اور جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ ایسے ہی واقعات ہیں کہ فرعون چوہدیس نے ہرم اعظم کو بنایا۔ اور فرعون میریس نے وہ جھیل بنوائی جو اس کے نام کی جانب منسوب ہے۔ اور اس جھیل کے بنوائے کی غرض یہ تھی کہ جب دریائے نیل میں طغیانی ہو تو پانی کے اس جھیل میں بٹ جائے کی وجہ سے ملک میں سیلاب نہ آئے پائے۔

اس لئے کہ طغیانی نیل کی وجہ سے اکثر بہتیا آجاتی تھی اور ملک کو اس سے نقصان پہنچ جایا کرتا تھا۔

اب ملک مصر میں حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں کی نسل بڑھی اور یہ حالت ہو گئی کہ باوجودیکہ فرعون مصر انھیں روز بروز زیادہ دباتے تھے مگر ان کی تعداد یوں بڑھتی ہی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا جو حضرت رب العزت نے ان کی آزادی و ترقی کے لئے مقرر فرما رکھا تھا۔ یعنی ۱۲۰ قبل ولادت محمدؐ حضرت موسیٰ آل یعقوبؑ یعنی بنی اسرائیل کو لے کر ارض مصر سے نکلے۔

اسی سال کوہ طور پر (جو خیال سینا کی ایک چوٹی ہے اور بحر ظرم کے دونوں شمالی سینگوں کے درمیان چھوٹے جزیرہ نما لے عقبہ میں واقع ہے) حضرت موسیٰ کو وہ احکام خداوندی عطا ہوئے۔ جن پر عمل پیرا ہونا اولاد یعقوب یعنی خدا کی منتخب و محبوب قوم بنی اسرائیل کے لئے لازمی تھا۔ حکمت ربانی کے ان قوانین کے مطابق انھیں بت پرست اقوام سے ملنے جلنے اور ان سے کسی قسم کے تعلقات پیدا کر کے کسی قطعی مانوت تھی اور ان سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ سلاسل ہمیشہ اپنے خالق لاشریک لا سے وابستہ رہیں گے جس نے ان کو اپنی ایک مخصوص و منتخب قوم ہونے کا امتیاز عطا فرمایا تھا اس کے ساتھ یہ وعید بھی تھی کہ اگر وہ ان قوانین کی پابندی نہ کر سکے تو وہ تمام نصیب ان پر پڑ جائیں گی جن سے اُس وقت کی ساری مشرک دنیا بھری پڑی تھی۔

خلاصہ یہ کہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے اُس سچی شریعت اور دیندار کی تعلیم دی گئی جو خدا کا سچا فطری دین تھا۔ یعنی ”فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا“ جس کی تعلیم حضرت آدمؑ سے لے کے اس وقت تک کل انبیاء سلف دیتے آئے تھے اور جس کا کلمہ اللہ جل شانہ نے ”اَيُّوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نَبِيًّا“ فرما کے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے کرایا۔

فصل سوم

فیلقین (۲۰۲۲ قبل محمد سے ۶۶۷ قبل محمد تک)

بنی اسرائیل نے خدا سے جو عہد کیا تھا وہ ہنوز بحال کو نہیں پہنچے پایا تھا کہ انھیں کے ہاتھوں سے ٹوٹ گیا اور سرکش بنی اسرائیل کو یہ سزا ملی کہ مصر سے نکلنے کے بعد بجائے اپنی موعودہ سرزمین میں پہنچنے کے چالیس برس تک وہ اس لٹ دو ق ریگستان میں جو اسی تہہ کہلاتا ہے سرگرداں و پریشان رہے۔ اس طولانی مدت کے ختم ہونے کے بعد جب کہ حضرت موسیٰ رہ گزائے عالم جادواں ہو چکے تھے اُن کے جانشین یوشع بن نون انھیں لیے ہوئے ارض موعودہ میں پہنچے جہاں پہنچنے کے بعد خدا نے اُن کی اتنی مدد کی کہ کنعانیوں کو جو اُس سرزمین کے مالک و حکمران تھے، کامل شکست ہوئی اور اس خدا کی دی ہوئی زمین پر وہ اطمینان و غارغ البالی سے آباد ہوئے۔ اب حضرت یعقوب کے بارہ بیٹوں کی نسل ہونے کے لحاظ سے اُن کے بارہ گروہ تھے جو بارہ سبط کہلاتے اور جنھوں نے اس زمین کے مختلف اضلاع کو آپس میں بانٹ لیا۔

مگر ابھی بنی اسرائیل کی تعداد اتنی نہ تھی کہ اس پوری زمین کو گھیر لیتے۔ لہذا کنعانیوں ہی کے بعض حمر ہوں کو اجازت دی گئی کہ اُن حصوں میں بدستور آباد رہیں جنھیں بنی اسرائیل اپنی کمی تعداد کی وجہ سے نہیں آباد کر سکتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے بنی اسرائیل کو ان سے کسی قسم کے تعلقات رکھنے اور راہ درہم پیدا کرنے کی قطعی ممانعت تھی کیونکہ وہ بُت پرستوں سے ہلنا بھلنا بنی اسرائیل میں سب سے بڑا قومی اور دینی جرم تھا۔

یہ کنعانی قومیں جن کو رہنے کی اجازت دی گئی ان میں زیادہ متاثرہ قومیں تھیں۔ ایک تو فلسطین جو اس سرزمین کے جواب بجائے ارض کنعنا کے ارض یہود کہلاتی

تھی، جنوبی حصہ میں رہا کرتے تھے۔ اور دوسرے زردونی جو شمال کی جانب سمندر اور کوہ لبنان کے درمیان میں آباد تھے۔

یہی زردونی لوگ ہیں جو نینقین کہلاتے تھے۔ یہ ایک بڑی دولت مند اور نہایت زبردست قوم تھی۔ اور ان کے دو بڑے شہر طائر اور زردون ہی دنیا کی پہلی بندرگاہیں ہیں۔ جہاں تجارتی کاروبار قائم ہوا۔ انھیں لوگوں نے ایک قسم کی سیپی سے جو بھرہ روم میں نکلتی تھی پہلے پہل ایک گہرا سرخ اور غوانی رنگ ایجاد کیا تھا۔ جسکی شاہی کپڑوں کے لئے بڑی مانگ تھی۔ لبنان کے علاقہ میں نہایت اعلیٰ درجہ کا ساگو ان پیدا ہوتا تھا۔ عمارتوں کے لئے دنیا میں اس کی بھی بہت مانگ تھی۔ غرض ان کی تجارتوں سے فیثقی لوگ بڑی دولت پیدا کر لیتے تھے۔ علاوہ ہر سالہ اور غن زیتون جو چیزیں کہ ارض کنعاں کی پیداوار تھیں ان کا مبادلہ مصر والوں کے غلہ اور وہاں کی نفیس مٹل سے نفع بخش طریقہ سے ہو جایا کرتا تھا۔ جب تجارت کی ضرورتیں دیکھتے ہوئے تو ان فیثقی لوگوں نے جو ان دنوں دنیا کے سب سے بڑے تاجر تھے ہماز بنائے اور تاجرانہ سفر اختیار کر کے ممالک دور و دراز میں پہنچنے لگے۔ وہ سونا اور چاندی۔ شیشہ (یعنی اشیائے کوچک) اور ترشلیس (جس سے یقیناً ملک ہسپانیہ مراد ہے) سے لایا کرتے تھے۔ اور صحرا اور بڑوں کے قافلے فیثقی سوداگروں کے قافلوں سے آکے ملنے لگے۔ جو اپنے مغرب کی طرف کے ریگزار افریقہ سے جواہرات اور ہاتھی دانت۔ اور مشرق کی طرف سواحل ہند سے سونا تلاش کر کے لایا کرتے تھے چنانچہ اسی تاجرانہ لین دین اور کاروبار نے فیثقی لوگوں کے شہروں طائر اور زردون کو تجارت کی بہت بڑی بارونق منڈیاں بنادیا۔

گرانہ دو دنوں دولت مند شہروں میں ایک نہایت ہی جاہلانہ گہرا اور اذیت قابل نفرت مذہب مردوج تھا جس کو دیکھ کے حیرت ہوتی تھی کہ اس ابتدائی زمانہ ہی میں سلحہ

انبیائے برحق کے بتائے ہوئے کیش و آئین کو کس قدر جلد ہاتھ سے کھو دیا تھا فیثقون میں بدترین قسم کی بُت پرستی تھی۔ وہ بعل کو اپنا سب سے بڑا دیوتا مانتے تھے۔ منجلہ اُن کے دیگر دیوتاؤں کے ایک لوح تھا۔ جس کو دُنیا میں آسمانی سیارے رحل کی صورت تصور کرتے۔ اور اُس پر اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھینٹ پڑھایا کرتے۔ اس دیوتا کی ایک بڑی بھاری برنجی مورت تھی جس کے آغوش میں دونوں ہاتھوں کے درمیان ایک تو اساتھا اور اس کے نیچے ایک بھٹی تھی جس میں آگ سلگتی رہتی۔ معصوم شیرخوار بچوں کو وہ اس تو سے پر لے جا کے رکھ دیتے جس پر سے تڑپ کے وہ نیچے بھٹی میں جا گرتے اور دم بھر میں جل بھن کے خاک ہو جاتے۔ اس لوح کے علاوہ ان کی ایک دیوی انتورت تھی۔ جس سے مانتا عبارت تھا۔ اُسے آسمان کی ملکہ کہتے۔ اور اُس کی پوجا بڑی دھوم دھام سے کرتے تھے۔ اس ملکہ کا عاشق تئوز نام ایک اور دیوتا بتایا جاتا جس کے سامنے فیثیقی عورتیں تمکیاں پکا پکا کے چڑھاتیں اور ہر قسم کی علامات غم کا اظہار کر کے سو گوار بنتیں۔ پھر اسکے بعد موسم بہار میں اس اعتقاد کی بنیاد پر کہ کوڑو دوبارہ زندہ ہو کے اپنی مشرق سے ملا۔ خوشیاں مناتیں۔ گاتیں۔ بجاتیں۔ ناچتیں۔

بنی اسرائیل بعض ضعیف الاعتقادات مصر سے اپنے ساتھ لیتے آئے تھے جو ان میں ایک مُت تک باقی رہیں۔ چنانچہ انھیں کا ایک کوشمہ یہ بھی تھا کہ سامری کے کہنے سے ایک سونے کے بچھڑے کی پرستش کر کے گوسالہ پرست بن گئے۔ کیونکہ ان کا یہ گوسالہ دراصل مصر والوں کے اہن سے ماخوذ تھا۔ جس کا شوق ان کے دلوں سے ہنوز دور نہیں ہوا تھا۔ اب یہاں فیثیقی لوگوں کی قربت نے اُن پر بُت پرستی کا اور اثر ڈالا۔ فیثیقی لوگ ایک ایسی زبان بولتے تھے جو بنی اسرائیل کی زبان سے بہت ملتی جلتی تھی، اور ان کی دولت مند سی قدر بڑھی ہوئی

تھی کہ بنی اسرائیل کے تعلقات لازمی طور پر ان کے ساتھ روز بروز بڑھتے ہی گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود بنی اسرائیل بھی شرک و بُرت پرستی میں مبتلا ہو گئے جس سے شریعت موسیٰ کو قطعی نفرت تھی۔ اور جس سے الگ رہنے کی خدا نے سخت تاکید کر دی تھی۔

ارض فلسطین میں داخل ہونے کے چار صدیوں تک قبائل بنی اسرائیل اپنی قوم کے بزرگوں یا قاضیوں کے زیر فرمان تھے۔ اور اُن کا کوئی بادشاہ یا سردار نہ ہوا اس حضرت رب العزت اور ذات باری تعالیٰ کے نہ تھا۔ اُن پر خداوند جل و علی کی حکومت استقلال کے ساتھ قائم تھی جس کے موحدانہ احکام انھیں اپنی مقتداؤں اور پیروں کے ذریعہ سے معلوم ہوا کرتے جن کی وہ صدقِ دل سے تعمیل کرتے۔ کبھی خدا کی مرضی انھیں اُن سزاؤں کے ذریعہ سے معلوم ہو جاتی جو شرک و بُرت پرستی میں مبتلا ہو جانے کی پاداش میں اُن کو بلا کرتیں۔ اور کبھی اپنے برگزیدہ بارگاہ الہی چیمبروں کی مہجرتوں سے۔

فصل چہارم

سلطنت بنی اسرائیل ۶۶۵ قبل محمدؐ سے ۱۳۹۲ قبل محمدؐ تک

۶۶۵ قبل محمدؐ میں بنی اسرائیل کو اس بات کی تمنا ہوئی کہ قرب و جوار کی دیگر اقوام کی طرح وہ بھی کسی بادشاہ کے تابع فرمان بن کے رہیں جس طرح پہلے انھوں نے "منیٰ سلویٰ" کی سی نعمتیں چھوڑ کے کھیتی باڑی اور غلہ کی آرزو کی تھی ویسے ہی اب انھوں نے آزادی کو چھوڑ کے غلامی کی تمنا کی۔ خدا نے اُن کی یہ آرزو پوری کی اور اس زمانے کے پیغمبر حضرت تمویلؑ نے بن یامین کے سبط میں سے ساولؑ کو تدبیر کے ذریعہ سے بادشاہ بنا دیا۔ بنی اسرائیل میں اُن دنوں یہ بڑا طریقہ تنظیم تھا کہ سر میں تل لگادیں۔ چنانچہ تمویلؑ نے ساولؑ کو بادشاہ منتخب کرتے ہی اُس کے سر میں تل لگادیا تھا بلکہ اپنے انتخاب کو اسی طریقہ سے ظاہر کیا تھا۔

منتخب کیا۔ ساؤل نے خدا کی نافرمانی کی۔ جس کے باعث وہ سلطنت اور تاج و تخت سے محروم کیا گیا۔ فلسطین لوگوں کے مقابل کوہ کلبوآ کی لڑائی میں جو ولادت سرور کائنات عیسیٰ علیہ السلام سے ۱۶۲۷ سال پیشتر ہوئی تھی مارا گیا۔ اور اس کا بہادر دیندار جیسا بھی اُس کے ساتھ ہی قتل ہو گیا۔

اب حضرت داؤدؑ سر پر آئے سلطنت ہوئے جو خدا رسیدہ پیغمبر اور ساؤل کے داماد تھے۔ اور بنی اسرائیل میں صاحبِ محن مشہور تھے۔ انھیں تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہی بذریعہ وحی آسمانی بنایا گیا کہ تمہاری نسل قائم رہے گی۔ اور تمہاری نسل والے اگر خدا کے عہد کو توڑ دیں گے تو اُن کی لغزش کی سزا چھڑی سے اور گناہ کی سزا کمزبانہ سے ملے گی۔

اُن کے بعد ۸۰۰ سال قبلِ محمدؐ میں حضرت سلیمانؑ تخت پر بیٹھے اور آپؐ نے ۱۰۰۰ سال قبلِ محمدؐ میں بیت المقدس کی مبارک سجدہ اقصیٰ کو بنا کے کھڑا کر دیا جس کے لئے بڑے بڑے اہتمام کئے گئے اور جس کا افتتاح بھی عجیب شان و شوکت سے ہوا۔ حضرت سلیمانؑ کے عہد میں اقبالِ ہندو اور دینیو سرسبزی کے جتنے وعدے خدا نے تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کیے تھے سب پورے ہو گئے۔ انھوں نے فیثقی لوگوں کے ملک کو فتح کر کے اپنے قبضے میں کر لیا۔ اہل شام و دمشق کو مطیع و باج گزار بنایا۔ لقیس ملکہ قہبا آپؐ کی بی بی اور آپؐ کی بیٹھ و منقاد ہوئی۔ ان فرض آپؐ نے اپنی سلطنت کے حدود دریاے فرات سے لے کے سواحلِ بحیرہ روم اور حدودِ مصر تک پھیلا دیے۔ آپؐ کی دولتِ ہندو تمام ماسبق بادشاہانِ ارض سے بڑھ گئی۔ اور آپؐ کی شان و شوکت اور آپؐ کے رعب و داب کی یہ کیفیت تھی کہ آپؐ کی طرف جو کوئی نظر اٹھا کے دیکھتا اُس کی نظر غیر ہو کے نیچے جھٹک جاتی۔ علم و حکمت وہ خاص نعمت تھی جو آپؐ کو بارگاہِ کمدیکرئی سے عطا ہوئی تھی۔ اور جو اُس زمانے سے آج تک ساری دُنیا میں ضربِ انش ہے۔

مگر وفات سے پیشتر ہی بذریعہ وحی الہی آپ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کے بعد آپ کی سلطنت تقسیم ہو جائے گی۔

آپ کی وفات کے بعد ۵۴۷ قبل محمد بن یوہنا اور بنی اسرائیل کے دس بیٹوں نے بغاوت کر کے شہرودن کی سلطنت قائم کی جسے سامریہ یا سمار بھی کہتے ہیں اور جو بنی اسرائیل کی مشرک دُبت پرست سلطنت تھی۔ یہ تفرقہ پڑتے ہی ارض یہود کی کمزور سلطنت پر فرعون مصر نیشاک نے چڑھا لی۔ اس نیشاک کی نسبت بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ وہی مصر کا فاتح اعظم تھا جو سیسوسطریس کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کی رتھ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُسے صاحب تاج و تخت بادشاہ کھینچا کرتے تھے۔ کیونکہ جو سلاطین دُفرماں ردا مغلوب و مقہور کیے جانے کے بعد مگر تار کر کے لائے جاتے۔ سونے کی زنجیروں میں باندھ کے اُس کی رتھ میں جوت دے جاتے۔ اور وہ انھیں گھوڑوں کی طرح ہٹکاتا۔

مصر کے ایک مقبرے میں ایک کمرہ برآمد ہوا ہے جس کی چھت اور درودیلو نقش نگار سے آراستہ ہیں جن کے سلسلہ میں یہ تصویر بنی ہے کہ ایک مصری فاتح نے کسی قوم پر غلبہ حاصل کیا ہے۔ اُس قوم کے چہرے ایسے بنائے گئے ہیں جن سے خیال کیا جاتا ہے کہ یہودی مُراد ہیں۔ کیونکہ اسرائیلیوں کے خط و خال اس قوم کے چہرے ہرے سے نمایاں ہیں۔ مگر باوجود اس کے سیسوسطریس کی تاریخ اور اس کا زمانہ بالکل نامعلوم ہے اور ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس سے پتہ چلتا ہو کہ اس قیثاک سے وہی سیسوسطریس مراد ہے یا کوئی اور۔

عام طور پر یہ نظر آتا ہے کہ ارض یہود کی اصلی سلطنت یہود کے مقابل میں سلطنت شہرودن کو زیادہ قوت حاصل تھی۔ چنانچہ اس کے فرماں ردا و احارب نے فیلیقی لوگوں سے ربط و ضبط بڑھایا۔ زودون والوں کی ایک شاخ ہادی خربیل سے شادی کی۔ اور فنیقیوں ہی کی طرح اپنا کاروبار تجارت بھی جاری کیا۔ لیکن اس کے خاندان کے گنا

ہی اُس کی تباہی کے باعث ہوئے۔ جس کی ایجاہ بنی نے پہلے سے خبر دے دی تھی۔ چنانچہ اُس خاندان کے سب لوگ بادشاہ تہیو کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔

اتاب کی بیٹی اٹالیہ ارض ہیودا کے بادشاہ ہیورام کی بیوی تھی۔ جب اس کا بیٹا اتازیہ اتاب کے خاندان والوں کے ساتھ مارا گیا تو اُس نے شاہی نسل کے اور لوگوں کو بھی قتل کرا ڈالا صرف ایک یواش زندہ بچا جس سے نسل داؤد دنیا میں باقی رہ گئی۔ اس اثنا میں خوبصورت اور شاداب شہر دمشق والے اہل قیام عروج پھڑپھڑاتے جاتے تھے۔ مدبر نبی اسرائیل کی سلطنت شہزادوں اور سلطنت ارض ہیودا دونوں کے خطرناک دشمن بن گئے تھے۔ یہاں تک کہ دنیا کی جو چار عظیم اٹلانٹینشا ہیان ان شہروں کے ویران و سار کمرے کے لئے قائم ہوئی تھیں۔ اُن میں سے پہلی سلطنت نے تمام والوں کو بالکل پامال کر ڈالا۔

دوسرا باب

۲۸، ۹ قبل محمد سے ۲۲ قبل محمد تک

فصل اول

نیتوا ۲۸، ۹ قبل محمد سے ۲۵ قبل محمد تک

دونوں عظیم اٹلانٹیناں دجلہ اور فرات جو آرمینیا کے پہاڑوں سے نکلی ہیں تہہ میں تو دونوں ایک دوسرے سے الگ اپنے اپنے راستے پہنچتی رہی ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ ایک دوسرے سے قریب ہونے لگی ہیں۔ اور آخر کار ایک میں مل کے اور ایک دھارا بن گئے خلیج فارس میں گوی ہیں۔ اور جہاں تک یہ ایک ساتھ مل کے بھی ہیں وہ حصہ شط العرب ہے۔ ان سے نیتوا اور اہل کی اور یتیدا والوں اور اپرائون کی شاہنشاہیاں مراد ہیں۔

کے نام سے مشہور ہے۔ جو سطح، زرخیز اور خداداد قطعہ زمین ان دونوں ندیوں کے درمیان واقع ہے۔ وہی مذکورہ چار بڑی شہنشاہیوں میں سے پہلی کام کو حکومت تھا یہ مقام ابتداؤ میدان مشہور کہلاتا تھا۔ سین سرکش و خدا فراموش بنی آدم کے ہاتھ سے بابل کا مشہور برج تعمیر ہوا تھا۔ اور ہمیں حام بن نوح کے پوتے اور کوکب کے بیٹے غردو نے اپنی سلطنت قائم کی جن کا دار السلطنت شہر بابل تھا اور اُس کے ایک سردار آشور نے دریائے دجلہ کے کنارے شہر نینوا بسایا۔ جس علاقہ کا نام اُسی کی نسبت آشور یا ہو گیا اسی لفظ آشور یا کو مغرب والوں نے بدل کے اسیریا کر دیا ہے۔

نینوا ایک بڑا بھاری عظیم شہر تھا۔ اُس کا رقبہ اتنا بڑا تھا کہ ایک بہت بڑا قطعہ زمین اس کے اندر آ گیا۔ اُس کے چاروں طرف ایک ایسی عجیب و غریب شہر پناہ تھی جس کی دیواروں کا آثار قیاس سے باہر بتایا جاتا ہے۔ یہ دیوار ایسی نیٹوں سے بنی تھی جو مار کول سے مٹی گوندھ کر تیار کی گئی تھیں۔ اس لئے کہ اس قریب جوار میں تار کول کی بہت کثرت تھی۔ اس شہر میں بڑے بڑے قصر دیوان تیار ہوئے تھے اُن کی دیواروں پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ کثرت سے عورتیں کھدی ہوئی تھیں۔ محلوں، صحنوں میں جا بجا بڑے بڑے قوی ہیکل بت اور پر دار شیروں اور سیلوں کی صورتیں قائم تھیں جن کا دیکھنے والوں کے دل پر بڑا رعب پڑتا تھا۔

توراة کی پوری دو کتابیں اسی شہر نینوا کے بیان میں ہیں۔ جن سے ان کا بھی پتہ چلتا ہے کہ خدائے وحدہ لا شریک کے پیغمبریاں مبعوث ہوئے۔ اور اُن کی عزت بھی کی گئی۔ اگر اور کبھی نہیں تو حضرت یونسؑ کے عہد میں یہ شان تو حیدر و نظر آگئی۔ صوبہ بابل اور صوبہ میدیا (جو نینوا سے مشرق کی طرف ذرا اہٹ کے ہوا) دونوں

نیلون کے زریں تھے اور ۶۲ سال قبل محمدؐ میں یہاں کے فرماں روا اشما تقصر نے نبی کریمؐ کے دس نافرمان سبطوں یعنی گناہ گار و مشرک سلطنت پرورش کر کے دار السلطنت کا محاصرہ کر لیا۔ اس لئے کہ اُن کی نافرمانی کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔ اور خدا کو انھیں سزا دینا منظور تھا۔ چنانچہ یہ محاصرہ قائم رہا۔ یہاں تک کہ ظلماتِ نصر کا بیاضِ شاہِ سرخ خونِ دلوں سبطوں کو اسیر کر کے پکڑ لے گیا۔ جن میں سے کچھ تو غنیمتیں رکھے گئے۔ اور کچھ میدانِ بیچ دیے گئے۔

اس کے بعد سناخریب بادشاہ ہوا جس نے قربِ دھوار کے تمام شہروں کو مغلوب و مقہور کر کے اپنا مطیع و منقاد بنالیا۔ فیلیقین کے چند شہر بھی فتح کر لیے اور آگے بڑھا کہ مصر میں پہنچ کر دلتِ فراعنہ کو اپنے زیرِ نگیں کرے۔ ارضِ یہودِ اِیبتی بیت المقدس کا علاقہ چونکہ راستہ ہی میں پڑتا تھا اس لئے اس نے اپنے ایلچی ”رب شاکہ“ کو خاص شہرِ یروشلم میں بھیجا اور اس کے ذریعہ سے یہود کو حکم دیا کہ: ”میرے آگے ہتھیار ڈال دو“ اور کمالِ تجرّدِ دلیری سے یہ الفاظ کہنے کو کہ: ”جس خدا پر تمھارے نبیِ حزقیا کو بھروسہ ہے وہ تمھیں میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا۔ یروشلم بیت المقدس میں جیسا امن و امان اُن دلوں قائم تھا۔ کبھی نہ تھا۔ سناخریب نے جو قہرِ الہی کا ایک مظہر تھا۔ اس سفرِ بھیجے مکے سوا اور کوئی کارروائی نہیں کی اور ارضِ یہود کے چھوڑ کے چلے جانے کو تھا کہ خبر آئی بادشاہِ حبشہ اہل مصر کی حمایت میں اُس کے مقابلہ کو آ رہا ہے۔ یہ سننے ہی سناخریب بادشاہِ سختِ برہم ہوا اور آمادہ ہو گیا کہ حبشیوں سے پہلے یہود سے نہ پٹ لے۔ چنانچہ جلدی جلدی کوچ کرتا ہوا چلا کہ اہل حبشہ کے آنے سے پیشتر ہی حوثیا پر حملہ کر کے ارضِ مقدس پر قبضہ کر لے۔ مگر اپنی تمناؤں کے خلاف اُسے میدانِ جنگ کی صورت دیکھنا بھی نہ نصیب ہو۔ اور ایک معجزِ خاطرِ حق سے یہ قدرتِ الہی نظر آئی کہ ایک ہی رات میں سناخریب کے سائے

لشکر کا قلع قمع ہو گیا۔ اور سچ کو دیکھا تو سب مرے پڑے تھے۔

مناخریب ناکام و نامراد سہما اور گھبرایا ہوا نینوا میں پہونچا تھا کہ خود بھی اپنے دو بیٹوں کے ہاتھ سے مار ڈالا گیا اور اس کا تیسرا بیٹا ایسر حدون باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ اس تاجدار نینوانے اپنے بیٹے کو اس کام پر اسود کیا کہ دارالسلطنت کو نینوا سے میدان میں منتقل کر دے۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ نینوا پر خدا بادل نازل ہونے کی پیشین گوئیاں ضرور پوری ہوں گی اور جیسا اسے اندیشہ تھا دیا ہو بھی نینوا کا آخری تاجدار یونانی مورخ ہیرودڈٹوس کے بیان کے مطابق بادشاہ سردانا پورس تھا۔ مگر اس کا اصلی نام سراسس معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی عیش پرست بادشاہ تھا۔ اس کی آرام طلبی اور عیش پرستی اس درجہ تک بڑھ گئی تھی کہ اس کی نظریں عام قسم کی دلچسپیاں بھی بکثرت انہماک سے بے مزہ ہو گئی تھیں۔ جو شخص کوئی نیا طریقہ عیش بتاتا یا نیا سامان عشرت لاکے فراہم کر دیتا اسے بڑے انعام ملتے۔ ہمارے سلطنت میں مشغول ہوئے کے عوض اس نے اپنی سیلیوں اور حرموں کی صحبت اختیار کی جنہیں ساتھ لے کے وہ اپنے محل میں بند ہو کے بیٹھ رہا۔ اور ان کی صحبت و مذاق کا اس پر یہاں تک اثر ہوا کہ خود بھی عورتوں ہی کی سی حرکتیں کرنے لگا۔ انھیں کے کپڑے پہنتا۔ انھیں کی طرح بیٹھ کے چر خا کاتا۔ کپڑا نپتا اور کشیدہ کاڑھتا۔

اس غفلت کا لازمی نتیجہ تھا کہ صوبہ جات میدیا اور بابل کے ماتحت حکمرانوں نے بغاوت کر دی۔ اور اپنی متحدہ فوجوں کے ساتھ آ کے شہر قبل محمد میں شہر نینوا کا محاصرہ کر لیا۔ مگر ان دشمنوں کا سر پر آپہونچا بھی میراقص کو خواب غفلت سے نہ چوکا سکا اس لئے کہ بت پرستوں کی تاریخوں میں جو پیشین گوئی درج تھی کہ: نینوا پر اس وقت تک آنچ نہیں آسکتی جب تک دریا اس کی دشمنی پر نہ آمادہ ہو جائے۔ اس پر

اسے پورا بھروسہ تھا۔ غالباً یہ ناقوم کی پیشین گوئی تھی جو کہتے تھے۔ ”دریاؤں کے پھاٹک کھل جائیں گے۔ اور ایوان شہر یاری دھا دیا جائے گا۔“

تسراتس اسی دھوکے میں پڑ کے برابر مزے اڑانا اور شرابیں لٹکا رہا۔ ایک ایک خبر پہنچی کہ ”لیجے دریا نے دجلہ پڑھنا چلا آتا ہے۔ اور شہر نپاہ کا ایک حصہ ہندم ہو گیا۔“ یہ سننے ہی اُس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اور اب اُسے یقین آیا کہ میرا وقت آ کے برابر ہو گیا ہے۔ لیکن ہزار غفلت ہو اس میں ایک شاہی آن ضرور موجود تھی۔ دل میں ٹھان لی کہ میری موت کو بھی دیا ہی نمایاں ہونا چاہیے جیسی کہ میری زندگی رہی ہے۔ یہ ارادہ کرتے ہی محل میں آگ لگا دی۔ اور اپنی تمام بی بیوں، حرموں اور خزانوں کے ساتھ جل بھن کے خاک ہو گیا۔

اس زمانے کے بعد سے پھر کبھی اس عظیم الشان شہر کا تذکرہ سننے میں نہیں آتا۔ لوگوں کو بالکل یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ کہاں تھا۔ اور کس جگہ تھا۔ جستجو کرنے والوں کو اس میں بھی شبہ تھا کہ دریا نے دجلہ کے کنارے جو مٹی کے بلے کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں وہ نینوا ہی کے ہیں یا کسی اور شہر کے۔ لیکن ادھر آخر زمانہ میں یہ ڈھیر ہٹائے گئے اور پرائے آثار کھودے گئے تو عظیم الشان شہر نینوا کے پُر شوکت کھنڈر نمودار ہوئے۔ جو اُس بالو اور مٹی کے انبار کے نیچے دفن تھے جسے ریگستان کی ہواؤں کے جھونکے اور آمدھیاں ہزار ہا سال سے جمع کرتی رہی تھیں۔ آگ میں جھلے ہوئے محل، شیروں کی صورتیں۔ نئے اور پرانے یوان جن کے در و دیوار پر نقش و نگار بنے ہیں۔ یہ سب چیزیں خاک کے نیچے دفن تھیں۔ یہیں تھیں تاکہ اس آخر زمانہ میں آشکار ہوں۔ اور توراۃ کے تاریخی بیانوں کی تصدیق کریں جو وحی والہام کے ذریعہ سے انبیائے سلف کو بتائے گئے تھے۔

عصر قدیم

فصل دوم

بابل (۱۲۱۸ قبل محمد سے ۱۲۲۱ قبل محمد تک)

نیزا کے زوال کے بعد شمشاہی اسیر یا کامرگز فرمانروائی شہر بابل قرار پایا۔ دریائے فرات اُس شہر کے اندر سے ہو کر گزرا تھا۔ اور یہ اتنا بڑا شہر تھا کہ معلوم ہوتا گویا شہر نہیں بلکہ پورا ایک ضلع ہے جس کے گرد شہر سپاہ کھینچ کے قلعہ بندی کر دی گئی ہے۔ نصف سے زیادہ حصہ شہر میں میدان اور باغ تھے۔ اور اُن سب کے مجموعہ یعنی پورے رقبہ کے گرد ایسے چوڑے آثار کی دیوار تھی کہ اُس پر تین رتھیں برابر برابر نہایت سہولت کے ساتھ دوڑ سکتی تھیں۔ شہر میں داخل ہونے کے لئے برابر کے فصل سے فصیل میں ایک سو برنجی پھانک لگے ہوئے تھے جن سے اس سلطنت کی دولت و شوکت کا عجیب اندازہ ہوتا تھا۔ اور بڑے بڑے ٹوٹ کے پھانک دریا کی جانب بھی قائم تھے۔ جو دن بھر کھلے رہتے۔ اودرات کو بند کر دئے جاتے۔

اس شہر کے ممتاز ترین عجائبات میں وہ حوض اور نہریں تھیں جو اس غرض سے بنائی گئی تھیں کہ پہاڑوں کی بن گھٹنے سے جب دریائے فرات میں طغیانی ہو تو ان نہروں اور حوضوں کے ذریعہ سے پانی تقسیم ہو کے سیلاب کا زور ٹوٹ جائے۔ شہر کے مین وسط میں عالیشان محل سے متصل اُس کے باغ اور چمن تھے۔ ہمیں بابل کے ایک قدیم تاجدار نے اپنی ہیبتی ملکہ کی دلچسپی اور سیر کے لئے ایک مصنوعی پہاڑی بنوائی تھی۔ یہ ملکہ چونکہ سیدیا کی شاہزادی تھی اور اپنے وطن کی پہاڑیوں کی یاد میں گھلی جاتی تھی۔ لہذا اس کی دلہاری کے لئے یہ پہاڑی بنوائی گئی جو آج تک دُنیا میں باوجود اتنی قریوں اور ایسے ایسے کمالات انجینیری کے نہایت حیرت انگیز چیز تصور کی جاتی ہے اس کے پہلوؤں پر منتخب قسم کے درخت اور جھاڑیاں لگائی گئی تھیں۔ چمن درجہ بدرجہ ایک دوسرے

سے بلند ہوتے گئے تھے یہاں تک کہ آخری جہن حمایت ہی اودنچا اور گویا پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہوا تھا۔ یہی باغ ہے جو بابل کا ہوائی باغ کہلاتا ہے۔

اس شہر کے عظمت و جلال کے متعلق اسی طرح کی اور بھی بہت سی باتیں ہمیں معلوم ہو سکی ہیں جن کی بنیاد پر اگلے دنوں گویا شہر بابل کو دعویٰ تھا کہ میں ساری دُنیا کے شہروں کا سرتاج ہوں اور جسے تورات میں نیزہ اعتبار دولت و جہمت اور نیزہ لحاظ احوال و تباہی اس دُنیا کا ایک محفل نمونہ قرار دے کے اس کی حالت نمایاں طور پر دکھائی گئی ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ کلدانی لوگ جو عموماً کی تباہی کے وقت بابل پر متصرف تھے قدیم قوم اسیر یا سے تعلق نہ رکھتے تھے بلکہ شمال میں اُن خانہ بدوش قوموں میں سے تھے جنہوں نے پہلی قوم کو فتح کیا۔ اور ۱۲۱۸ قبل محمد میں شہر بابل کو اپنا مستقر سلطنت قرار دیا۔ فینوس اور زبردست فاتح ملکہ اسیرامیس کے متعلق بہت سے قصے بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر یہود کے بادشاہ حوکیا سے پیشتر کے شاہان بابل کے متعلق ہمیں کوئی امر متیقن طور پر نہیں معلوم ہو سکتا۔ حوکیا کے پاس شاہ بابل میرودانخ بلاون اس وقت پہنچا جب کہ حوکیا بیماری کے بعد صحت یاب ہوا تھا۔ کلدانی لوگ بڑے تارہ شناس تھے۔ اور غالباً جاندار کے بیٹوں کے خلاف آفتاب کی رفتار میں حیرت انگیز تغیر ہوتے دیکھ کے انہیں اجرام فلکی پر غور کرنے اور اُن کے جدا جدا حرکات کا پتہ لگانے کی طرف توجہ ہوئی۔

حوکیا کا شریر بیٹا سنہ ۱۲۰۹ قبل محمد میں گرفتار کر کے بابل میں لایا گیا۔ اس اسیری سے جب وہ اپنے اعمال پر پچھتایا اور نادم ہوا تو پھر اپنی سلطنت پر بحال کر دیا گیا۔ اگرچہ بظاہر اس کو اپنی سلطنت پھر مل گئی تھی۔ مگر ارض یہود کے خلاف قیمت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس صدر کے بعد سلطنت ارض یہود کو پھر سپنا نہ نصیب ہوا۔ اس زمانہ میں خیال کیا جاتا ہے کہ جودت نے ہو کو فرمیں کو قتل کر کے علاقہ بھولی کو اُس کے دشمنوں کے پنجہ سے

منصہ کے بعد آمون شاہ یہود کے جرائم نے سلطنت ارض یہود کا بیانیہ لبریز کر دیا اور حق پرست یروشلم کو جو اُس زمانے کے پیغمبر تھے۔ پوری طرح یقین تھا کہ قوم یہود کے غلامانِ تقدیر کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اُس عہد کے واقعات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی بادشاہ آمون کلدانیوں کا غارت گز اور ہوجکا تھا۔ اور انھیں کی طرف سے غالباً شوروں کے اُس منصہ پر بھی قابض تھا۔ جہاں کہ یروبعام کی قربان گاہ یعنی اُس کا معبد سمار کیا جا چکا تھا۔ بنی اسرائیل میں اُن دنوں جو پیغمبر تھے وہ عموماً یہی مشورہ دیا کرتے تھے کہ یہودی کلدانیوں کی اطاعت کریں۔ اور مصر والے آگے بڑھیں تو اُن کے مزاحم ہوں اور جب شاہ مصر فرعون تیخون نے ارض یہود میں سے گذر کے شہنشاہی اسرائیل یعنی بابل والوں پر حملہ کرنا چاہا تو آمون نے اپنی فوجیں جمع کیں۔ فتنہ کے میدان میں مصریوں سے مقابلہ کیا۔ او اُن کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جو شہنشاہ قبل عہد کا واقعہ ہے۔ قوم کی جانب سے اتنی بڑی قربانی بڑھنے کے باعث سرِ دست بٹا لی گئی۔

آمون کا بیٹا یوہاز باپ کی جگہ سرِ سلطنت پر بیٹھا ہی تھا کہ تخت سے اُتار گیا۔ اور فرعون تیخون اُسے پابہ زنجیر کر کے مصر لے گیا۔ اور اس کی جگہ یوہاکیم کو ارض یہود کے تخت پر بٹھا دیا۔ فرعون کے واپس جاتے ہی تختِ نصر نے یروشلم کو کے یروشلم پر قبضہ کر لیا۔ اور بہت سے یہودیوں کو کچلا لے گیا۔ سختِ نصر کے جانے کے بعد یوہاکیم نے غالباً فرعون کی مدد کے برتنے پر پھر بغاوت کر دی۔ جس پر بگڑ کے اہل بابل نے پھر یروشلم کا محاصرہ کیا۔ بیت المقدس محصور ہی تھا کہ یوہاکیم مر گیا اور اس کا بیٹا یوہاشیم جو باپ کے تخت و تاج کا وارث ہوتا تھا اپنے بہت سے اُمراء اور معززین قوم کے گرفتار ہو کے بابل پہنچا۔ اور اسی یروشلم میں مکمل سلطانی یا عہدِ ربانی کی بہت سی دولت بھی لوٹ لی گئی۔

یہودیوں کے پچھلے بادشاہ صدقیا نے باوجودیکہ آریا بنی بہت متنبہ کرتے رہے ایک

نہ سنی۔ اور مصر والوں کے وعدوں پر بھروسہ کر کے بآبل والوں سے پھر نجات کر لی۔ اس کے نتیجے میں بآبل والوں نے آ کے پھر بیعت المقدس پر حملہ کیا۔ بآبل کا بادشاہ تختِ نصر مشہور مطالبوں میں ہے جس کے مظالم جریدہ عالم پر خون کے حرفوں سے ثبت ہیں۔ وہ مسلسل بارہ مہینہ تک اس محترم شہر کا محاصرہ کئے پڑا۔ جس زمانہ میں کہ قحط کی بدولت شہر والوں نے سخت مصیبتیں برداشت کیں۔ آخر کار تختِ نصر فتحیاب ہوا۔ اُس کے لوگوں نے یروش کو کے شہر کو فتح کر لیا۔ بد قسمت تاجدار یہود صدقیا کے ساتھ یہ لوگ کیا گیا کہ پہلے اُس کے بیٹے اُس کی آنکھوں کے سامنے جان سے مارے گئے۔ پھر اُس کی آنکھیں نکال لی گئیں۔ اس کے بعد بیٹا گیا۔ اور پھر اسیر کر کے ۵۰ سالہ قبل محمدؐ میں بابہ زخیر بآبل روانہ کیا گیا۔

بیت المقدس کے بعد تختِ نصر نے شہر طارک کا محاصرہ کیا۔ جس کی تباہی کی خبر حزقیل نبی دے چکے تھے۔ یہ ایسا زبردست شہر تھا کہ ابل والے تیرہ برس تک محاصرہ کیے پڑے رہے۔ اور کلدانی لشکر نے ہم بہت صدمات بھی اٹھائے۔ لیکن آخر کار کامیاب ہوئے اور ایسے جلے ہوئے تھے کہ فتح پاتے ہی سارے شہر کو ڈھاکے مسمار کر دیا اور بالکل تباہ و ویران کر دیا۔ شہر کے باشندوں میں سے اکثر جو جان بچا کر بھاگے انھوں نے ساحل کے قریب ایک پھوٹے سے جزیرہ میں جا کے پناہ لی۔ وہاں انھوں نے ایک نیا شہر بنالیا جو تھوڑے ہی دنوں میں دولت اور سامانِ عیش کے اعتبار سے پہلے تباہ شدہ طارک کا ہم رتبہ ہو گیا۔ اب طارک کی ٹم سے بھی فراغت کر کے تختِ نصر نے مصر پر چڑھائی کر دی۔ جہاں ملک بہت سے سرکش یہودیوں نے پناہ لی تھی باوجودیکہ اریاسنی بار بار انھیں وہاں جانے سے منع کرتے رہے تھے۔ بآبل والوں نے چند ہی روز میں ساری مملکت پر قبضہ کر لیا۔ اور یہی زمانہ ہے جس کے بعد سے مصر کو کبھی کوئی وطنی حکمران نہیں نصیب ہوا۔

ان دنوں جبکہ بآبل کا تارہ اقبال نہایت اوج پر تھا۔ وہاں کا شیرِ اعظم ایک لیسیر

شدہ اسرائیلی غلام تھا۔ جو شاہی خاندان سے قطع رکھتا تھا۔ یہ حضرت دانیال نبی تھے جنہیں ایک معجزہ اہام کے ذریعہ سے دنیا کی آئینہ قسمت بتادی گئی تھی۔ توراہ میں جو کتاب اُن کی جانب منسوب ہے اُس میں بخت نصر کے کمر و قوت اور اس کے بعد اسکی سزایابی کی کیفیت درج ہے۔ ۱۲۲۰ قبل محمد میں بخت نصر نے دارا ہجر کی راہ لی۔ اور اس کا پوتا بیل شتر بابل کا فرماں بردار ہوا جو کہ دہاں کا پھیلانا جدار تھا۔

تیسرا باب

شہنشاہی فارس ۳۰۰ قبل محمد سے ۱۰۹۲ قبل محمد تک

فصل اوّل

کوتے سوس کی تباہی ۲۸۰ قبل محمد سے ۱۰۹۲ قبل محمد تک

سلطنت نینوا سے بغادت کرنے کے بعد میدیا والے ایک آزاد اور زبردست قوم بن گئے تھے اُن کا پہلا بادشاہ ڈیولیس تھا۔ جس کا خاندان مدت تک ان لوگوں پر حکومت کرتا رہا۔ ایرانی لوگ خواہ اُن لوگوں سے تعلقات دوستی رکھتے ہوں یا اُن کے زیر فرمان ہوں اُن پہاڑوں میں آباد تھے جو بحر خزر اور خلیج فارس کے درمیان میں واقع ہیں۔ اور اُن قدیم الایام میں وہ میدیا والوں نے اسیریا کے سامان عیش و عشرت اور اُن کے تمدن کو کلیتہً اختیار کر لیا تھا۔ بخلات اُن کے ایرانیوں کی قوم ایک جفاکش اور جنگجو قوم تھی۔ یہ لوگ اپنی اولاد کو سادی زندگی کی تعلیم و تربیت دیتے۔ اور انھیں بڑے ضبط و تحمل کے ساتھ لڑائی کی سختیاں برداشت کرنے کا عادی بناتے۔ یہ عام طور پر مشہور تھا کہ اُن کی تعلیم میں یہ باتیں شامل تھیں کہ کمالوں کے چلے کھینچیں۔ گھوڑوں پر سوار ہوں اور تیج بولیں۔ اُن کا مذہب بھی اس قدر زیادہ غارت نہیں تھا جتنا کہ قرب و جوار کی دیگر اقوام

کا تھا۔ اگرچہ وہ بُت پرستوں ہی کی طرح طلوع ہونے والے سورج اور آگ کی پرستش کرتے مگر اس طرح نہیں کہ ان چیزوں کو خدا مانتے ہوں۔ بلکہ اُن چیزوں کو اس مجرد اور نورانی ذات وحدہ لا شریک کے علامات تصور کرتے تھے۔ اُن کے مقتدا یا بن دین ”ماجی“ کہلاتے اور انھیں کے تعلقات کی بنا پر ان کا لقب مجوس ڈال گیا تھا۔ یہ مذہب چند ممتاز لوگوں کے نام سے آج تک زندہ موجود ہے۔ اور اس کا بانی اور سب سے بڑا اور پہلا ہادی زرتشت تھا۔

اس قوم میں پہلا زبردست نامور سائرس تھا جس کا صحیح نام کھشتر وہے۔ یہ نام ایک پُرانے فارسی لفظ سے ماخوذ ہے جس کے معنی آفتاب کے ہیں۔ وہ ایک فارسی فرمانروا کا بیٹا تھا۔ اور میدیا کے بادشاہ اسٹیاغیس کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوا تھا اسے اپنے قومی مذاق کے مطابق جفاکشی اور تشدد کی زندگی بسر کرنے کی تعلیم ہوئی تھی۔ معنواں نیا ہی میں وہ میدیا کی دار السلطنت شہر اقباطنہ میں چلا آیا۔ جہاں میدیادلوں اور نیزہ اہنی قوم کے لوگوں یعنی فارسوں کی حکومت حاصل کر سکے اس نے شمال و مغرب کی تمام چھوٹی چھوٹی قوموں کو مغلوب کر دیا۔ اور یہاں تک عظمت حاصل کی کہ اس کی رقبوں دیکھ کے لیڈیا کے بادشاہ کرتی سوس کو اس پر حسد آیا جو حصہ زمین ایشیا ماخر کے نام سے مشہور ہے اس میں لیڈیا ایک ہندت ہی زرخیز صوبہ تھا۔ اُس کے پہاڑوں میں کئی جگہ سونے کی کانیں تھیں اور دریائے چکم تولوس کی ریتی میں اکثر مقامات میں سونا پایا جاتا تھا۔ انھیں اسباب سے یہاں کے فرماں روا کرتے سوس کو اپنی دولت مند پرناز تھا۔ اور شان و شوکت کے اظہار کو پسند بھی کرتا تھا۔ لیکن اس اخلاقی کمزوری کے ساتھ وہ ایک شرعی نفس قابل عزت اور علم و دست فرماں روا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُسے سب (دیو اسمن) نے جو ایک ہوشیار غلام تھا اور جس کی صورت بچاڑی گئی تھی۔ اسی بادشاہ کو نفع پہنچانے کے لئے بہت سے جتنے ملا کے تابع کئے تھے جو اس کے بعد سے ہمیشہ کے لئے ضرب المثل

دوسرا نامور شخص جو اُس کے دربار میں آیا وہ سوئسن تھا۔ جو یونان کے مات مستند عقلا میں شمار کیا گیا ہے۔ کرجی سوس نے سوئسن کے سامنے اپنے خزانہ کی تمام زرعی برقی چیزیں پیش کیں اور اُس کے بعد یہ سوال کیا کہ ”آپ کے نزدیک سارے آدمیوں میں کس شخص کو زیادہ سترت حاصل ہے؟“ اس کے جواب میں سوئسن نے ایک یونانی شخص کا نام لیا جو ایک خانہ پوش بکار آمد اور امن و امان کی زندگی بسر کر کے اپنے ملک کی حمایت میں مارا گیا تھا۔ کرجی سوس کو تو یہ خیال تھا کہ سوئسن جواب میں میرا نام لے گا یہ خلاف توقع جواب پا کے بڑھپنے لگا تو اچھا بتائیے کہ اس شخص کے بعد سب سے زیادہ سترت کے حامل ہے؟“ اب کی سوئسن نے دو لوگوں کے نام لئے جنہوں نے اپنی ماں کے ساتھ ایسی خالص محبت کا بڑا دکھایا تھا کہ اس نے انہیں وعادی تھی کہ جنت اپنی جتنی نعمتیں دے سکتی ہو وہ سب تمہیں اُس کے عوض میں ملیں۔ ماں یہ دعا دے ہی رہی تھی کہ وہ دونوں لیٹ کے سو گئے۔ اور اُن کی یہی نیند ایک پُر امن موت ثابت ہوئی۔ یہ جواب سُن کے کرجی سوس دل میں بہت کڑواہا کہ یہ عقلمند شخص میری دُست کی کچھ وقعت نہیں کرتا۔ آخر عاجز ہو کے بچھاؤ کیا آپ کے نزدیک مجھے سترت نہیں حاصل ہے؟“ اس پر سوئسن بولا۔ ”اُسو! جو شخص دنیا میں ہنوز زندہ موجود ہو اُسے سرور کو نہ کھما جاسکتا ہے؟“

اس واقعہ کے دو سال بعد کرجی سوس کو سوئسن کے اس جواب کی چٹائی مجبوراً مانجی پڑی جبکہ اس کا بڑا بیٹا ایک حادثے کی نذر ہوا اور اُس کے تھوڑے ہی دنوں بعد اسے میدیا والوں اور فارسیوں کے مقابلہ پر جا کے میدان جنگ گرم کرنا پڑا۔ میدان تہتر آہیں لے فارسیوں نے سخت شکست دی۔ اور بڑھ کے اُس کے دارالسلطنت شہر سارڈیس کا محاصرہ کر لیا۔ تھوڑے ہی زمانہ کے محاصرہ میں قیدیادالے مقابلہ کی تاب نہ لائے۔ اور سارڈیس

نے یوش کو کے شہر قبضہ کر لیا۔ اور کڑی سوس کو گرفتار کر کے حکم دیا کہ وہ آگ میں زندہ جلا دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے کڑیوں کی چتائیاری کی گئی۔ اور کڑی سوس زنجیروں میں جکڑے گئے اس پر بٹھا دیا گیا۔ اس نازک گھڑی میں ایک بیک اسے سون کا قول یاد آیا کہ جو دنیا میں زندہ موجود ہے سرور نہیں ہو سکتا۔ فوراً وہی شان و شوکت کی بے ثباتی کی تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے بھر گئی۔ اور یہ تے تماشا زور و شور سے چلا اٹھا "اے سون! سون! سون! سون!"

یہ آواز سائرس کے کان میں گئی تو لوگوں سے پوچھا "یہ کیا کہتا ہے۔" اور جب کسی سے یہ مقدمہ حل ہوا تو حکم دیا کہ "اس قیدی کو میرے سامنے لاؤ۔" تاکہ پوچھوں کہ یہ اس نے کیا کہا۔ لوگ اسے چتا پر سے اٹھا کے سائرس کے سامنے لے گئے اور جب اس نے اپنا اور سون کا قصہ بیان کیا تو سائرس پر بڑا اثر پڑا دنیاوی عظمت و شوکت خود اس کی نظر میں حقیقہ ہو گئی۔ فوراً کڑے سوس کا تصور محال کر دیا۔ اور اتنے ہی پر کھٹایا نہیں کی۔ بلکہ اسے اپنا مورد عنایت اور شیر خاص بنا لیا۔ اور دل میں خیال کیا کہ "اس کی نصیبت مجھے اس بات کا سبق دیتی ہے کہ اپنی موجودہ قوت و عظمت پر زیادہ بھروسہ نہ کروں۔"

فصل دوم

زوالِ بابل، اللہ قبل محمد سے اللہ قبل محمد تک

اس فتح کے بعد سائرس نے شہنشاہی آسیریا کی طرف توجہ کی۔ اور شہر بابل کا محاصرہ کر لیا۔ اہل بابل کو اپنے شہر نپاہ کی مضبوطی پر اس قدر غرور اور ناز اور شہر کے اندر والے کھیتوں کی پیداوار پر اس قدر بھروسہ اور اطمینان تھا کہ سائرس کی اس الالاعز می کو انہوں نے حقارت کی نظر سے دیکھا اور مسخر کی راہ سے اور زیادہ عیش و عشرت میں مشغول

ہو گئے۔ اشد جل شامہ کی جانب سے بابل کی تباہی کی خبر پہلے ہی دے گئی تھی اور سائرس جس کا نام دوسو برس پہلے سے اس الاموالہرمی کے کام کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اُسے ان خود پرست لوگوں پر غالب آئے کے لئے مناسب تدبیریں بھی بتا دی گئیں۔ اُس نے اپنے آدمیوں سے نالیاں اور نہریں کھدوائیں جن میں دریا کا پانی نہٹے آیا۔ اور وہ زمین نکل آئی جس پر دریا بہہ رہا تھا۔ لیکن اب بھی وہ برنجی پھاٹک اُس کے سردارہ تھے جن کے ذریعہ سے دریا کی روک کی گئی تھی۔ مگر بد قسمتی سے شہر والے عیش و عشرت کی ضیافتوں اور دھوم دھام کے جلسوں میں اس قدر مصروف تھے کہ اُن پھاٹکوں کے بند کرنے کا کسی کو خیال بھی نہ آیا۔ اور وہ کھلے پڑے رہ گئے۔ حضرت اشعیا بنی کی زبان سے یہ غوناک پیشین گوئی ظاہر ہو چکی تھی کہ ”میں دو پٹوں والے پھاٹکوں کو کھول دوں گا اور بادشاہوں کے شیروں کو چھوڑ دوں گا!“

جس رات کو فارسی لوگ دھاوے کی تجویزیں کر رہے تھے شہنشاہ بابل بلیشتر کا جشن طرب مڑے پڑھا۔ اور بنی اسرائیل کے مبدع یعنی ہیکل یسائی کے مقدس خطوط و محبت کی ضرورتوں کے لئے منگوائے گئے تھے۔ اس کے عیش کو پہلے تو اس بات نے منقض کیا کہ ناگہماں دیوار پر ایک اذیبی تحریر نظر آئی جس کا غوناک مضمون حضرت دانیال پیغمبر نے بلیشتر کو پڑھ کے سنایا اس لئے کہ وہ اس کے شیر سلطنت تھے۔ اس کو چند ہی گھنٹہ گزرتے ہی ہوں گے کہ ناگہماں سائرس اپنی الاموالہرم و تختہ فوج کے ساتھ شہر کے بیچوں بیچ میں نمایاں ہوا۔ شہر میں گھستے ہی اُس نے یروش کو کے بلیشتر کو قتل کر ڈالا۔ اور اہل شہر پر تلوار بلند ہو گئی۔ دم بھر میں دو عظیم اشان شہر جس کے عظمت و جبروت کے افنانے آجتک ہجرت کے الفاظ میں بیان کئے جاتے ہیں۔ مغلوب و مقہور ہو گیا۔ اور اُس کے مغلوب ہوئے ہی سادی تلواروں کی زیر نگین تھی۔ ایک آٹا ٹائیں زمانہ کا رنگ بدل گیا اور وہ پر شکوت و عظمت شہنشاہی مع اپنے تمام صوبوں کے جس میں ممالک تمام نیقیۃ اور

فلسطین شامل تھے۔ سائرس کے قبضہ میں آگئی۔ یوں سائرس نے قتیاب ہو کے شہنشاہ قبل محمد میں شملت ربانی کی وہ خدمت ادا کر دی جس کے لئے وہ منتخب کیا گیا تھا۔ یعنی یہود کو آزادی عطا کی۔ اور بنی اسرائیل کو اجازت دی کہ اپنے اصلی وطن ارض یہود میں جا کے اپنے قدیم معبد الہی کو پھر تعمیر کریں۔

یہ قرین قیاس ہے کہ حضرت دانیال نے سائرس کو حضرت اشعیا کی تسدیم پیشین گوئیاں بتادی تھیں جن میں اس کا نام ان الفاظ میں لیا گیا تھا کہ ”وہ گڑڑ یا جسے خدا نے برترنے مامور کیا ہے یہ الفاظ سائرس کے خود سائرس نے بھی اپنے گدے پر لے ہوئے کا اعتراف کیا۔ اور کہا کہ ”بادشاہ کو اپنی قوم کا گدے پر لیا ہی ہونا چاہیے“ چنانچہ بعد کے زمانوں میں یہ اصطلاح بادشاہوں کے لئے اکثر استعمال کی گئی جو بہ ظن غالب انبیاء کی پیشین گوئیوں ہی سے ماخوذ ہے

آزادی ملنے کے بعد ارض یہود کے شاہی خاندان کا سرگروہ زرو بابل اور ان کے مقتدائے عظیم یوشع اپنی قوم لے کر ارض مقدس میں واپس آئے۔ مگر ابھی انہیں کسی قسم کے اختیارات حکومت نہیں ملے تھے۔ کیونکہ اس وقت سے ارض یہود اور دولت ایران کا ایک صوبہ تصور کی جاتی تھی۔

فتح بابل کے بعد سائرس کا مامون کیا کہ اس جو میدیا والوں میں سے تھا۔ بابل میں اقامت گزریں ہوا۔ اور گرد و نواح کے ملک پر حکومت کر لے لگا۔ اس نے بابل والوں کے مذہب کو نہایت ضرر پہونچایا۔ اُن کے مندرسما کر دیے۔ اور بہت بابلی بھاگ بھاگ کے ارض عرب میں پناہ گزین ہوئے جن کی نسلیں مدت ہائے وراز تک قائم رہیں۔ چنانچہ یہی لوگ تھے جو وہاں صائبین کہلاتے تھے۔ اور حضرت رسالت کے حمد خیر القرون تک موجود تھے۔

کیا کہ اس کی نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ یہی وہ بادشاہ ہے جو کتاب الہامی تورات

حصہ قدیم

میں ڈیریوس (دارا) کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اُس نے اپنے شریرانہ نفس درباریوں اور مشیروں کے فخر سے میں آ کے حکم دے دیا تھا کہ حضرت دانیال پنبیروں مشیروں کے بھٹ میں ڈال دے جائیں۔ فارسی زبان میں لفظ "دارا" کے معنی حاکم اور بادشاہ کے ہیں۔ یہ اس کا نام نہ تھا بلکہ ایک شاہی لقب تھا۔ مگر یونانیوں کی غلطی سے اُس کے اصلی نام کی حیثیت سے استعمال کیا جانے لگا۔

سائرس کے باقی ماندہ حالات نہایت غیر متیقن ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیں دو یونانی مؤرخوں ہرودوٹس اور ڈیوڈون سے ملے ہیں۔ ان دونوں میں سے پہلے کو سچے واقعات کا پتہ لگانے کا موقع ہی نہیں حاصل تھا۔ اور دوسرے نے اس کا ارادہ ہی نہیں کیا کہ ایسی تاریخ لکھے جس میں سائرس کو دیا ہی دکھائے جیسا کہ وہ تھا۔ اور اُس کے حالات اُس طرح بیان کرے جس طرح کبھی بادشاہ کے حالات بیان کیے جانے چاہیے اُنکی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائرس ایک ابھی عمر تک جیا۔ اور نہایت اطمینان، اور فارخ البالی سے اپنے بچوں کو مائلانہ نصیحتیں کرتا ہوا مرا۔ بخلاف اس کے ہرودوٹس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے میدیا والوں یعنی اہل خطا کی ملکہ طوبے لیں سے ایک بڑی بیماری ٹرائی ہوئی اور اس لڑائی میں وہ مارا گیا۔ طوتیریس ملکہ نے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور اُسے ایک خون سے فرو تھیلے میں ڈال دیا۔ مگر سر کاٹنے سے پہلے اسے اجازت دے دی تھی کہ تمہیں جہاں چیروں کی متاد جوں ہو پوری کر دو۔

پُرانی نارسى قلموں میں یہ بتایا گیا ہے کہ کئیسرو بڑی عظمت و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ نوے برس تک زندہ رہا۔ اس عمر کو پہنچنے کے اُس نے ارادہ کیا کہ تاج و تخت کو چھوڑ دے اور زندگی کے باقی ماندہ ایام خاموشی و بے فکری میں بسر کرے۔ چنانچہ اپنے دوستوں اور رفیقوں کو لے کے پانی کے ایک خوشگوار چشمہ کے پاس گیا اور سب سے رخصت ہو کے کہیں چلا گیا۔ جس گھری کے بعد سے پھر تپہ نہ چلا کہ وہ کیا

ہوا اور کہاں گیا اُس کے دوست اور وابستگان دامن اس واقعہ کے بعد ایک مدت تک منتظر رہے کہ وہ بڑی عظمت و جبروت کے ساتھ پھر نمودار ہوگا۔ اور مدتوں بادشاہی کرے گا۔ مگر ایسے جانے والے کو اُن کا بہت انتظار ہونا رہا۔ کبھی نہیں آئے ہیں۔ فارسی لوگ ایک محترم باپ یا ایک خدا اس پیغمبر کی طرح اس کی عظمت کرتے تھے اور ہمیں بھی اُس کے نام کی عزت ہی کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ اس کا نام بھی اگرچہ اُن بادشاہوں کی فہرست میں ہے جو خدا کی مقبول و منتخب قوم سے نہ تھے۔ مگر اُس نے خدا شناس و موحّد قوم بنی اسرائیل کو مدت ہائے دراز کی غلامی کے بعد آزادی دی۔ ارض یہود کا خانہ خدا یعنی بیت المقدس کی مسجد قصی اس کی رحم دلی کی بدولت پھر تعمیر ہو کے خدا پرستوں کا لمبا و مادی بنی۔ اور یہی سبب ہے کہ تورات کی الہامی کتابوں میں اس کی نسبت اچھے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

مگر باوجود اُس کے اُس کا یہ عمل قابل ملامت ضرور ہے کہ بابل کے سے عجیب و غریب اور عظیم الشان شہر کو فتح کر کے اُس نے اس طرح تباہ و سمار کر دیا کہ اس شہر کا اور اُس کے ساتھ فلسفہ اشراق کے پہلے دقیقہ رس ماہروں یعنی صائبین کا نام ہمیشہ کے لئے دُنیا سے مٹ گیا۔ سچ یہ ہے کہ بابل کی تباہی سے قدما کی علمی کمائی اور مشرقی الہیات کے علم کو بہت بُرا نقصان پہنچ گیا خصوصاً علم ہیئات کو تو نہایت ہی عمدہ پہنچ گیا جس کے دُنیا میں وہی موجد تھے۔

فصل سوم

سائرس کے جانشین دست اللہ قبل محمدؐ سے قبل محمدؐ تک

امیر بابل کے فتح کرنے کے چند ہی روز بعد ایرانیوں نے اپنی اگلی سادگی اور جفاکشی کی وضع ہاتھ سے کھود دی اور دہ عشرت پرستیاں کھ لیں جن سے ابتداء لے

عہد میں انھیں نفرت تھی۔ اب بادشاہوں کے قصروں اور دولت و حشمت اور شان و شوکت کے سامانوں سے بھر گئے۔ اُن میں ہزار ہا لٹنیاں اور بے شمار غلام بھروسے ہوئے تھے۔ جن کا محض یہ کام تھا کہ عیش و طرب کی جو نئی صورت خیال میں آئے اسے بادشاہ کے لئے موجود کریں۔ اُن کی حرم سراؤں میں محلات شاہی اور خوبصورت لٹنیوں کا بڑا بھاری جوم تھا۔ جن کے چہرے پر اگر کسی غیر کی نظر بھی پڑ جاتی تو وہ فوراً قتل کر ڈالا جاتا۔ اُن کے بیٹوں کی تعلیم و تربیت کاہلی اور عیاشی کے آغوش میں ہوتی جس کی وجہ سے وہ کمزور، مغرور، حکمت پر نفیس، خود غرض اور آشفتمزاج ہو گئے۔ دنیا میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ بائی خاندان چاہے کسا ہی قابل اور جفاکش شخص ہو مگر اس کی اولاد امارت میں پرورش پانے کے باعث اکثر بہت ہی جلد غارت ہو جایا کرتی ہے۔

اب فارسوں میں بادشاہ کو امرا کے ملک سے یہ امتیاز تھا کہ اس کے سر پر "اج رہا کرتا جس سے مراد ایک قسم کی ٹوپی تھی جس کی نوک سیدھی اوپر کی طرف اٹھی ہوتی۔ اس کے مقابل دیگر امرا مجبور تھے کہ ایسی ٹوپیاں پہنیں جن کی نوکیں پیچھے کی طرف جھکی ہوں، قلم و سلطنت و سبجات پر بٹھی ہوئی تھی جن کے والی "سترپ" کہلاتے یہ لقب ایک فارسی لفظ سے ماخوذ تھا۔ جس کے معنی چھتر کے ہیں (غالباً "ستر" اور ہندوستان کا "چھتر" ایک ہی لفظ ہیں۔ اور کیا عجب کہ "سترپ" یہاں کے "چھترپ" کا مراد ہو۔ اگرچہ یہاں یہ لقب خاص راجاؤں کے لئے مخصوص تھا۔ اسلامی دور میں یہاں بھی اکثر امرا کو یہ عزت دی جاتی تھی یا نہیں، اور وجہ یہ تھی کہ تمام والیان ملک کا خاص طور پر یہ اعزاز کیا جاتا کہ وہ صاحب چھتر قرار دیے جاتے اور جب برآمد ہوتے تو چھتر اُن کے سروں پر سایہ اُٹکن رہا کرتا۔ ہر صوبہ دار خراج اور محاصل ملک ادا کرتا جس کی رقم پر سب پریس (مصطفیٰ، قباطنہ، بابل، سوسا، شوستر) کے خزانوں میں جمع کی جاتی۔ خاندان

شاہی کے مصارف چند خاص شہروں سے وصول کئے جاتے جو صرف خاص کے علاقے ہوتے اور ان میں سے ہر ایک کے ذمہ بجائے نقد روپیہ کے کسی خاص چیز کا کافراہم کرنا تھا۔ مثلاً کہیں سے غذا کے لئے غلہ لیا جاتا۔ اور کہیں سے کپڑے لئے جاتے۔

سائرس کا بیٹا کمبزیسیس ایک ظالم اور بھگتی بادشاہ تھا۔ اس نے مصر پر چڑھائی کی۔ اور وہاں سے قدم آگے بڑھا کے ارض حبشہ پر چڑھ گیا۔ جہاں اُس کی فوج رسد کا بندوبست نہ ہونے کے باعث مارے بھوک اور فاقوں کے تباہ ہو گئی۔ وہاں سے ناکام اور نامراد واپس آیا تو اپنے بھائی سیمروئیس کی جو روپڑا یا فریفتہ ہوا کہ رقابت کے مجنونانہ جوش میں بھائی کو قتل کر ڈالا۔ اور اپنی بہن آتوسا سے اصرار کرنے لگا کہ مجھ سے شادی کر لو۔ ازراہ حماقت اہل مصر کے مقدس و محترم ہیل ایپس کے زانو پر ایک ایسی تلوار مار دی کہ سارے مصر والے برہم ہو گئے۔ اور رعایا کے ہر طبقہ اور ہر گروہ سے ناراضی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد ایک ناگہانی افتاد سے اس نے خود اپنی ہی تلوار سے اپنے آپ کو بھی زخمی کر لیا۔ اور ایسا زخمی کہ جان بر نہ ہو سکا۔ الغرض جب ۹۲۰ قبل محمد میں وہ مراہے تو لوگوں میں علی العموم خوشیاں منائی گئیں۔ اور ہر جگہ خوشی کے چہچہے تھے۔

کمبزیسیس کے بعد ایک مکار مجوسی نے ازراہ غریب دھوئی کیا کہ میں بادشاہ متونی کا بھائی سیمروئیس ہوں جس کی موت کی خبر غلط مشور ہو گئی تھی۔ دھوکے ہی دھوکے میں وہ تقریباً ایک سال تک ایرانیوں کا بادشاہ بنا رہا۔ لیکن آخر کار اس کا فریب کھل گیا۔ اس مجوسی کی نسبت لوگوں میں مشور تھا کہ کسی جرم کی سزائیں اُس کے کان کاٹ ڈالے گئے تھے۔ اس کی تحقیق کے لئے امرائے فارس میں سے ایک نے اپنی بیٹی کے پاس جو اب ان شہریاری کے اندر ہاگرتی تھی کھلا بھیجا کہ ”تم ذرا غور سے دیکھو تو

بادشاہ کے کان بھی ہیں یا نہیں۔ لڑکی کے پاس سے جواب آیا کہ بادشاہ کے کان
نہیں ہوئے ہیں۔ یہ حال معلوم ہوتے ہی لوگوں کو اس کی مکاری کا پتہ چل گیا اور
اُس لڑکی کے باپ اور چھ امراء نے فارس نے محل میں گھس کے اسے قتل کر ڈالا۔

اب چوتھے سال میں اُس کے خاندان میں صرت اُس کی بیٹی آتوسا باقی رہ گئی تھی اس
لیے تمام امراء نے باہم مشورہ کر کے یہ رائے قرار دی کہ امراء ملک میں کوئی آتوسا کے
ساتھ نکاح کر لے اور وہی اُس کا شوہر بن کے ملک پر حکومت کرے رہا یہ امر کہ کوئسا
امیر اس عزت کے لئے منتخب ہو اس کے واسطے یہ قرار پایا کہ سورج سے مدد لی
جائے۔ یعنی وہ ساتواں امیر جنھوں نے مکار جوہی کو قتل کیا تھا۔ طلوع آفتاب کے
ساتھ ہی گھوڑوں پر سوار ہو کے شہر سوسا (شوستر) سے روانہ ہوں۔ جس کا گھوڑا سب
سے پہلے پہنچا جائے وہی شہزادی آتوسا سے شادی کرے اور وہی ملک کا فرماں روا
بنایا جائے۔ دارا ابن گشتاسپ جسے یونانی "دارپس ہستاسپس" کے نام سے یاد کرتے
ہیں اُس کا گھوڑا سائیس کی سازش سے پہلے پہنچا۔ اور اسی تقدیر ہی فیصلے کے
مطابق ۵۱۹ ق م قبل مسیح میں وہی آتوسا کا دلہا اور سلطنت کا مالک قرار دے دیا گیا
وہ ایک عقلمند اور لائق بادشاہ تھا اُس کی سلطنت دریائے ہلک کے کنارے
سے لے کے سواحل بحر اسود تک پھیلی ہوئی تھی۔ سارا ایشیائے کوچک اس کے
زیر نگیں تھا۔ اور اپنی فتوحات کو اس نے بحر الہند کے جزیروں، مجمع البحرین
یونان تک پہنچا دیا۔ اس کی اولاد لمبی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ یورپ کے زیر فرمان
کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ جس کی ابتدا مینھیادالوں سے کی جو کہ ایک وحشی قوم
تھی۔ یہ لوگ یوزائن (بحر اسود) کے شمالی مغزاوروں میں اپنے گتہ چرایا کرتے۔ ہمیشہ
گھوڑوں کی بیٹھ پر رہا کرتے۔ تیراندازی میں کمال رکھتے اور فائدہ بدوش ہونے کی
وجہ سے اپنے خیموں اور خاندانوں کو ساتھ لئے ہوئے ادھر ادھر پھرا کرتے۔ ان

لوگوں کے مغلوب کرنے کے لئے وہ ہسپانٹ (آبنائے ڈارڈنیلز) کے پار اتر ا اور دریائے ڈینیوب پر کشتیوں کا پل باندھ کئے اُن کی سر زمین میں داخل ہوا۔ مگر وہاں پہنچ کے نظر آیا کہ زمین اُس سرزمین تک دبلے گیا ہے۔ غذا کمیں ملتی نہیں اور نہ کہیں دشمنوں کا پتہ ہے کہ انھیں مغلوب و مفتوح کیا جائے۔ کیونکہ یہ تھا وادے ہمیشہ اس سے بھاگتے رہے۔ نہ کبھی اُس کے سامنے آئے اور نہ کبھی اُسے جم کے رٹنے کا موقع دیا کسی کسی جگہ تھوڑی بہت روئیدگی تھی اسے بھی اُن لوگوں نے اس کے پریشان کرنے کے لئے فنا کر دیا۔ اور آخر بے وقوف بنانے کے لئے اس کے پاس ایک اندر نہ بھیجا جس میں ایک چوہیا، ایک چڑیا، ایک مینڈک اور پانچ قیتر تھے جس سے یہ اشارہ تھا کہ جب تک آپ ایک چوہیا کی طرح زمین کے اندر نہ جا سکیں۔ ایک چڑیا کی طرح ہوا میں نہ اڑ سکیں، ایک مینڈک کی طرح پانی میں نہ پیر سکیں۔ آپ ہمارے تیروں سے بچ کے نہیں جاسکتے۔

آخر کار وہ واپسی پر مجبور ہوا۔ مگر چالاک دشمن اس کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے جو ہمیشہ قریب ہی رہتے۔ دشمنوں کا آؤ پڑنا۔ پھر اُس کے ساتھ قتل و فائدہ زدگی کی مصیبت، نوحہ اسی قسم کے انجام میں وہ ایک ایسی آفت میں مبتلا ہو گیا جس سے جان بڑی دشوار نظر آتی تھی۔ چنانچہ وہ خود کہا کرتا کہ اس موقع پر میں صرف اپنے ایک وفادار اونٹ کی بدولت جان بچا سکے واپس آیا۔ اس اونٹ کی پیٹھ پر کھانے کا سامان لدا ہوا تھا۔ اور وہ ہمیشہ میرے پیچھے ہی رہا کرتا۔ اس اونٹ کا وہ اس قدر زیر بار احسان تھا کہ اپنے وطن مالون ٹوس میں پہنچتے ہی اس نے اس اونٹ کی داشت اور نیرنگری کے لئے ایک پورا ضلع جاگیر میں دے دیا۔ گویا اونٹ بھی خاندان شہزادی کا ایک رکن تھا۔ کیونکہ جاگیریں اس وقت صرف اشراف و اشرافیت اور شاہزادوں کے لئے مخصوص تھیں۔

داریوس نے اور کئی دشمنوں پر بھی حملہ کیے مگر ان کے حالات بیان کرنے کے لئے ہمیں کتاب کو زیادہ طول دینا پڑے گا۔

چوتھا باب

مملکت یونان (۱۹۷۱ قبلِ محمد سے ۱۰۷۱ قبلِ محمد تک)

فصل اول

اُن کا مذہب اور اُن کے دیوتا

اِس تام اور ایشیائے کوچک کے مغرب جانب جو سمندر واقع ہے اُسے اہلِ بحرِ اوقیانوس بحیرہ روم کہتے تھے۔ اور انگریزی جغرافیوں میں وہ مے ڈی ٹرے نین سی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اِس میں بہت سے سنگتانی جزیرے پھیلے ہوئے ہیں بہت سے جزیرہ نما اِس کے پانی کے اندر گھس آئے ہیں جن کے باعث اِس میں بہت سے خلیج اور چھوٹے چھوٹے سمندر بن گئے ہیں۔ یہ جزیرے جن کو توراۃ و انجیل میں جن ناموں کا لقب دیا گیا ہے۔ تاریخی مونیاء کے بعض خاص واقعات کے منشاء و مصدر رہ چکے ہیں اِسی قدر نہیں بہت سے خیالات جو اِس وقت سے آج تک سمندر کی لہروں کے ساتھ دُور دُور تک پہنچنے اور طبائعِ انسانی پر سلباً و بدلاً تسلّاتِ تصرّف کرتے رہے ہیں۔ اُن کا سرچشمہ اُس زمانے سے اِس گھڑی تک یہی جزیرے اور ممالک رہے ہیں۔

وہ جزیرہ نما جو بحرِ اُکرا اور بحرِ اُیڈیا تک کے فیمیں واقع ہے اُس چھوٹے جزیرہ نما کے جسے خاکائے کا رتھ اِس بڑے جزیرہ نما سے وابستہ کوئی ہے عموماً یونان کے نام سے مشہور تھا۔ اور اِس میں ایسے لوگ بستے تھے جو ایک ہی زبان بولتے تھے۔ ایک مذہب کے پابند تھے اور بہت سی باتوں میں اپنے آپ کو باہم یکساں اور متحد تصور کرتے

تھے۔ بلند سلسلہ ہائے کوہ اور گہرے طبع اس سرزمین کو اس طرح قطع کرتے ہیں کہ بہت سی تدریجی تفتیشیں ہو گئی ہیں۔ چنانچہ یہاں کی ہر ایک دادی جو پہاڑوں اور سمندروں میں گھری ہوئی ہے۔ ایک چھوٹی ریاست بنی ہوئی تھی جس کی سلطنت اور اسکے باشندوں کے جذبات اور مقاصد و اغراض سب جداگانہ تھے۔ جو واقعات اُن میں پیش آئے وہ ایسے ممتاز ہیں اور اس تفصیل سے بتائے گئے ہیں کہ مشکل سے باور ہوتا ہے کہ ایسے چھوٹے قطعہ زمین میں ایسے واقعات پیش آئے ہوں گے۔

یہ یونانی لوگ یافت بن فوج کی نسل سے تھے۔ اور تمدن و تہذیب کو انھوں نے مصر والوں اور فنیقی لوگوں سے حاصل کیا تھا۔ اُن کے ادب و عروج کی ابتدا کے متعلق بس اسی تدریج بیان کیا جاسکتا ہے جو کہا گیا کہ اس کے علاوہ اور کوئی بات قابل اعتبار نہیں۔ ان کی تاریخ قدیم کہانیوں کا ایک مجموعہ ہے جن میں سے بعض بھی معلوم ہوتی ہیں بعض لغو ہیں۔ اور بعض میں بد مذاقی کی بو آتی ہے۔ لیکن انھیں داستانوں میں سے چند جن پر شعراء نے طبع آزمائیاں کی تھیں۔ علمی العموم بہت مشہور ہو گئی ہیں۔ اور دنیا کی ہند ب قوم پر ان کا اتنا اثر پڑا ہے کہ چند محدود الفاظ میں اُن کو مختصر طور پر ظاہر کر دینا نہایت ضروری ہے۔ یونانیوں کی ضعیف الاعتقادات یا بد عقیدگیاں مشرق کی بد عقیدگیوں سے زیادہ بذر لغو اور قابل الزام تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرقی قومیں الوار قدس کے سرچشمہ سے زیادہ قربت رکھتی تھیں۔ اور ان سے اُن لوگوں سے اکثر خلا ملتا کہ اتنا تھا۔ جن میں وحی و الہام کا سلسلہ جاری تھا۔ اور جن کے انبیاء و رسل حال انوار توحید تھے۔ اہل یونان نے علم الہی کے متعلق سلف صالح کی تمام روایتوں کو تلف کر دیا تھا۔ ہر کام کا پھل جو دنیا ہی میں ملا کرتا ہے۔ جیسے نیکو کار کو اپنی نیکی کا پھل ملتا اور بدکار کو اپنی بُرائی کی پاداش مل جھکتا۔ بس اسی قسم کی باتوں سے جو کچھ نتائج اخذ کئے جاسکتے ہوں وہی اُن کے ہاتھوں میں تھے اور فقط انھیں سے وہ روحانی فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اُن کے شعراء اور

عصر قدیم

فلسفیوں نے حق کا پتہ لگانے اور آخر کار جہالت و مست پرستی کے اندھیرے میں پاؤں مار کے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے نور کی چند شعاعیں پالینے کی بے انتہا کوشش کی۔ اُن کی دیوبالائینی اُن کے مذہب کی کہانیوں کے مطابق تمام دیوتاؤں اور کل آدمیوں کا باپ زئوس جو جیو پی ٹرڈ کے نام سے زیادہ شہرت رکھتا ہے ایک ایسے مقام میں رہتا تھا جس کا بیرونی دیوانخانہ علاقہ تھتسی میں ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر تھا، جو کہ آئٹلم پس کہلاتا ہے جہاں اس کی تلوار تھی جس سے وہ اپنے دشمنوں پر حملہ اندازہ کر رہا تھا اور سارے آسمان و زمین پر اس کی حکومت قائم تھی۔ مگر باوجود اس حکومت کے اسے فیصلہ تقدیر سے منبر نہ تھا۔ یہ تقدیر ایک ایسی پراسرار قوت تھی جس کے عنوان سے غالباً وہ اس حضرت رب العزت جل جلالہ کی شہادت کا اعتراف اپنی جہالت و کفر میں بھی کیسا کرتے تھے۔

زئوس کا بھائی پٹیر جیون سمندر کا حکمران تھا اور پوٹو تخت الشری کے دھندلے میں مقیم تھا جہاں شریر و بدکار لوگوں پر ابد الابد تک عذاب ہزار ہے گا۔ بہادر اور اچھے لوگوں کو اُن کے خیال میں اگرچہ یکساں درجہ کی مسرت نہیں حاصل تھی مگر اُن کی نسبت اعتقاد تھا کہ خیالی ساریوں کی طرح سے جھاڑیوں کے قریب رہ کر وہ اپنی گزشتہ زندگی پر ہمیشہ افسوس کرتے رہتے ہیں۔ ابد الموت کے متعلق اُن کی کہانیاں اسی قسم کی تھیں۔ مگر یونانی فلسفیوں کو اس قسم کی ایک بے لطف و بے مزہ عشرت گاہ کی موجودگی کے ثبوت میں کوئی اطمینان بخش دلیل ہاتھ نہیں آئی تھی۔

زئوس کی آتش مزاج جو رد ہے۔ رہ آسمانوں کی ملکہ تھی۔ اور دوسرے دیوتا اس کے بچے تھے۔ ”پل لاس اسے ٹی نہ“ ابدی دانائی کی کنواری دیوی پورے آسمان سے سلج بیسوں کے سر سے نکلے تاکہ ان شیطانوں سے مقابلہ کرنے اور اُن کے روکنے کے لئے جنھوں نے آسمانوں پر دھاوا کر دیا تھا اور چڑھے آتے تھے اپنی ماں کی مدد کرے۔

اس کنواری دیوی کی دُحال میں گارگن کی صورت بنی تھی۔ جس کا یہ اثر تھا کہ جو کوئی مقابلہ کے لئے سامنے آتا وہ اسے پتھر کا بنا دیتی۔ آتس لڑائی کا دیوتا تھا۔ ہر س فصاحت اور چالبازی کا۔ اور آت و تاحس و عشق کی دیوی تھی جو سمندر کے پھین سے پیدا ہوئی تھی۔ دیوتاؤں کی یہ دیوی غالباً فیثقی لوگوں کی دیوی آتس تارہ سے ماخوذ ہے۔ یونانیوں کے دو اور توام دیوتا آپالو اور آرتمی ش بھی تھے۔ چاند کی نسبت کہا جاتا کہ آرتمیس کی رتھ ہے۔ اور آپالو سورج پر حکمران تھا جس کی شعلہ بار تھ روز ایک پھاٹک سے نکل کے آتی۔ جسے خوبصورت دیوی ایوس اپنی گلابی انگلیوں سے کھولتی اور پھاٹک سے نکلتے ہی وہ تھ آسمان کی منزلیں طے کرنا شروع کر دیتی۔ یہ دورہ ختم کرنے کے بعد آپالو سمندر کی لہروں میں جا کے سورتا۔ یہی آپالو اُن کے وہاں شعر و سخن کا بھی دیوتا تھا۔ وہ تیس نام دیوتاؤں کا رہنا تھا جو کہ پارس سوس پر رہتیں۔ اور خیال آفرینی کی تمام باتیں لوگوں کے دلوں میں القیا کیا کرتیں۔

انھیں دیویوں سے نغمہ سرائی کے فن کو بھی تعلق تھا۔ اور انھیں کے نام سے اخذ ہو کر مشرقی زبانوں میں موسیقی اور مغرب میں میوزک کے الفاظ بنے ہیں۔ یہ تو یونانیوں کے بڑے دیوتا تھے۔ مگر انھیں کے ساتھ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی۔ ہر جنگل کا ایک خاص نیا دیوتا تھا۔ اور ہر چشمہ کی نگہبان د محافظ ایک خاص پری تھی۔

ان دیوتاؤں کے علاوہ یونانیوں میں بہت سے "ہیرود" تھے یعنی وہ انسان جو اپنے اچھے کاموں کے صلہ میں زمین سے اٹھا کے آسمان پر چڑھا دئے گئے یا انسانیت سے ترقی کر کے دیوتاؤں میں شامل ہو گئے۔ دیوی آدونی سس جس نے اُن کے خیال میں ۵۔ یہ یونانی دیوالا میں ایک نہایت ہی بُرے بد صورت اور مہیب راکشش مادہ ہے جس کی صورت ایسی ڈراؤنی تھی کہ جو دیکھتا پتھر کا ہو جاتا۔

عصر قدیم

ہندوستان فتح کیا تھا۔ شراب کا دینا تھا۔ ہر کپڑے (ہر تہ) جس کو یونانیوں نے یقیناً بنی اسلئے کے تم سون کی کہانیوں سے جو یقینی لوگوں میں بہت مشہور تھیں۔ اخذ کر لیا تھا۔ اس کی نسبت یہ روایت بیان کی جاتی تھی کہ دنیا کے موزیوں کے دست برد سے بچانے میں بارہ مرتبہ اپنی زور آور ہی کے کمالات دکھا کے دیوتاؤں میں چلا گیا۔ اور ان میں اپنی شیر کی کھال اوڑھے ہوئے آرام کر رہا ہے اور جب کبھی دنیا میں زور آزمائی یا تھل کی ضرورت پیش آتی ہے تو منعض ہو کے جاگ اٹھتا ہے۔ کس توڑ اور پوک سے نام دو شخص جن میں سے پہلا شہسوار اور دوسرا پہلوان تھا، ان کی نسبت یقین تھا کہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور تاروں کے عقد یعنی گچھوں میں سے ایک عقد جو ٹون کھلتا ہے اس کے دور و شن تارے آج تک انہیں کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ یہ تھے یونانیوں کے دیوتا اور یہ تھے ان کے عقائد جن سے واقف ہو گئے کے بعد اس کا نجومی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حقل انسانی چاہے کتنی ہی ترقی کر جائے۔ کتنے حقیقت اور روموز ربانی کے سمجھنے میں کہاں تک قاصر و بے بس ہے۔

فصل دوم

شہر ٹرے کا محاصرہ (۱۵۴۷ء قبل محمد)

تمام یونانی تواریخین اپنی تاریخوں کو اس عہد سے شروع کرتے ہیں جو ان میں ہیرڈوٹس کا عہد کہلاتا ہے۔ یعنی جبکہ مذکورہ بالا ہیرڈوٹس پر نہیں گئے تھے بلکہ زمین کے اوپر موجود تھے۔ اور ان کی کہانیوں کے بموجب جب خود دیوتا بے تکلف آ کے انسانوں کے کاروبار میں شریک ہوتے اور ان کے معاملات میں دخل دیا کرتے تھے۔

ان داستان آئینہ واقعات میں سب سے زیادہ مشہور واقعہ شہر ٹرے کے محاصرہ کا ہے جسے یونانی شاعر ہومر کی ٹھنڈی اتھی دل ڈیڈ کے ساری دنیا میں مشہور کر دیا ہے۔ اُس کا

اصل واقعہ یہ ہے کہ یونان کے شہر آس پارٹا کی حسین و مجید ملکہ لیتین اپنے شوہر لاؤس کو چھوڑ کے پتے پتے کے ساتھ بھاگ گئی جو بادشاہ ٹراے پرییم کے سچاس بیٹوں میں سے ایک تھا۔ شہر ٹراے کا نام اسی یوم بھی تھا جو کہ ایشیائے کوچک میں واقع تھا۔ یہیں جب پریس کے ساتھ بھاگ کے ٹراے میں پہنچی تو تمام شاہان یونان برہم ہو کے منے لاؤس کے بھائی آگاممنون کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوئے۔ جوی کے نہ کا بادشاہ تھا۔ یہ مجموعی لشکر جہازوں پر سوار ہو کے روانہ ہوا۔ اور ٹراے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ دس سال سے کم زمانہ تک نہیں قائم رہا جس میں پرییم کے بیٹے ہکت ٹور نے بڑی شجاعت سے یونانیوں کے حملہ کو روکا۔ اور اس کے مقابل یونانیوں کا سب سے بڑا سوراہا پلو ان اور مرد میدان آچل بس تھا جو ایک سمندر کی پری کے مپٹ سے پیدا ہوا تھا۔ وہ بہادر تھا اور سب سے زیادہ کمالات اس کی ذات میں جمع تھے لیکن تقدیر نے یہ فیصلہ کر دیا تھا جس کی اُسے خبر بھی مل چکی تھی کہ محاصرہ اور لڑائی کے ختم ہونے سے پہلے ہی اس کی زندگی ختم ہو جائے گی۔

محاصرے کے دسویں سال ٹراے کا پلو ان ایک نور یونانی سوراہا آچل لیس کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اس کے بعد ہی پریس کی کمان کے ایک تیر سے جو کمال و دعا بازی کے ساتھ پھینکا گیا تھا آچل لیس کا کام بھی تمام ہو گیا۔ آخر کار آتس سمیس کے عقلمند بادشاہ آتاکا نے شہر ٹراے میں داخل ہونے کی ایک تدبیر نکالی۔ وہ یہ کہ کڑی کا ایک بڑا بھاری گھوڑا بنایا گیا جو اندر سے خالی تھا۔ اس کے اندر سبت سے مسلح یونانی بھردے گئے۔ اس کے بعد تمام یونانی لوگ بظاہر تو لشکر گاہ کو جوڑے کے سامنے تھی ویران اور اجاڑ چھوڑ کے جہازوں پر سوار ہوئے اور لنگر اٹھا دیا۔ مگر دراصل ادھر ادھر نفعہ ٹراے کے آس پاس چھپے رہے، مگر اس وقت ایک یونانی جاسوس بھی چھوڑ دیا گیا جس نے اپنے آپ کو ٹراے والوں کے ہاتھ میں گرفتار کرادیا اور ان لوگوں سے جا کے بیان کیا کہ

ایک بڑے بالکال یونانی کاہن نے خبر دی ہے کہ یونانیوں کے اس گھوڑے کو اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی تو جہاں ہو جائیں گے مگر اس کے ساتھ وہ کھتا تھا کہ اس کے برعکس پڑے والوں کی سلاستی اسی میں ہے کہ اس گھوڑے کو شہر کے اندر اٹھالے جائیں۔

پڑے والے اس کے فغرے میں آئے اس گھوڑے یا اس عجیب اخلقت جانور کو اپنے شہر کے اندر اٹھالے گئے۔ یونانی جو اس گھوڑے کے پیٹ میں بھرے ہوئے تھے اسی رات کو ہر طرف خاموشی اور شامپا کے ٹھل پڑے اور پھانک کھول کے یونانیوں کے باقی ماندہ لشکر کو بھی اندر داخل کر لیا تو قلعہ کے آس پاس پھپھا اور ادھر لگا ہوا تھا۔ یوں موقع پاتے ہی یونانیوں نے شہر میں آگ لگا دی اور قتل و خون کا بازار گرم کر دیا۔ پری تیم اور اس کے باقی ماندہ بیٹے مارے گئے۔

پڑے والے کے اور بھی بہت سے لوگ قتل ہوئے۔ اور سو اُن چند لوگوں کے جوڑے کے ایک شاہزادے لے بناس کے ساتھ جس کا ذکر بعد میں آئے گا، بھاگ گئے تھے یونانیوں نے کل اہل پڑے کو غلام بنالیا۔ یہ نمایاں اور یادگار زمانہ فتح حاصل کر کے اہل یونان اپنے ملک کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ لیکن واپسی میں تمام یونانیوں کو سخت مصیبتیں پیش آئیں۔ اور کہا جاتا تھا کہ یہ صرت اس بات کا نتیجہ تھا کہ ان لوگوں کے ہاتھوں سے پڑے کے مندروں اور اُن کے دیوتاؤں کی نہایت بے ادبی اور بے حرمتی ہوئی تھی۔

آگام فون کو اُس کی جو رد کلی تم نس ترانے مار ڈالا اور اس شوہر کشی کی پاداش میں وہ خود اپنے بیٹے اور سٹ کے ہاتھ سے قتل ہوئی۔ اور اس خاندان کی تباہیاں جو اپنے مورثوں آت رسی اوس اور تھی اس نس کی شرارتوں اور بدکاریوں کا نتیجہ سمجھی جاتی تھیں۔ اہل یونان میں ضرب النسل ہو گئیں۔ اُس سس اپنے جزیرہ اسی تھا کہ اس

پہنچنے سے پہلے دس سال ادھر ادھر مارا مارا بھرتا رہا اور اس تباہی کے سفر میں اپنا تاج تخت حاصل کرنے کے لئے اُسے بڑی بڑی دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس کے سوانح کو جن سے اُچکلس کے غضب اور بکت تور سکے زردال کی داستان مُراد ہے۔ یونان کو متورہ اس (اندھا گویا) یوم یونانیوں کے سامنے گایا کرتا تھا جو دنیا کے تمام شاعروں میں سب سے پہلا ہے۔ ان داستانوں کے یہ موزوں گیت جو جنگ کے نغمہ پر گائے جاتے تھے سالہا سال تک زبانی کہانیوں کی طرح لوگوں اور نسلوں میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایشیا (ایتھنز) کے بادشاہ پئی سس ترا تو س نے انھیں دو نظموں یا مثنویوں میں جمع کر دیا۔ جو آئی لیڈ اور اودس سے کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ان میں سے پہلا نام آئی لیڈ تم سے ماخوذ ہے جو جو کہ سرٹرائے کا لقب تھا۔ اور دوسرا نام اودس سوس سے جو کہ اودس سس کا یونانی نام تھا۔ اُس زمانہ کے بعد سے یہ نظمیں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی شاعری کی حیثیت سے لوگوں میں پھیلیں اور بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئیں۔

گڑے کا داتھ ارض مغرب میں بسینہ ہندوستان کی رامائن کا جواب ہے۔ اور دونوں کا زمانہ بھی قریب ہی معلوم ہوتا ہے۔ وہاں یونانی میں آئی لیڈ لکھی گئی اور ہمارے رامائن۔ مگر ہندوستان کی عفت شاعر شوہر پرست اور اعلیٰ درجہ کی منظر صحت و حرمت رانی ستاجی کے مقابلہ میں بدکار اور بے دناہلین کا نام لینا حقیقت ایک بڑا ہماری اخلاقی بُرم ہے اور دونوں رانیوں کے کیر کڑھی سے پتہ چل جاتا ہے کہ قدیم الایام میں مغرب و مشرق میں کیا اور کتنا فرق تھا۔

فصل سوم

اہل یونان کے عادات و اطوار

پُرانے یونان کا تھیک اور مختص نام ہل لاس تھا۔ اور ہل یونان اپنے آپ کو ایک ہی دادا۔ ہل لاس کی نسل سے بتاتے تھے جس کی جانب منسوب ہوئے سے اس سرزمین کا نام ہل لاس مشہور ہوا۔ اسی ہل لاس سے اُن کی مختلف قومیں نکلیں، جو اس کے بیٹوں اور پوتوں کے نام سے مشہور ہوئیں۔ جن میں زیادہ ممتاز آیولیہ، ڈوریہ، آیونیہ اور آچائیہ ان لوگ تھے۔ تیسری قوم آیونیہ ہی سے یونان کا لفظ نکلا ہے۔ جو عربوں میں اور اُن کی تقلید سے ساری مشرقی دنیا میں اس ملک کا عام نام تیار پا گیا۔ بعض اور قومیں بھی تھیں جو مذکورہ بالا قوموں سے کم شہرت رکھتی تھیں یہ سب قومیں ایک ہی زبان بولتیں گو کسی قدر اختلاف لغات ضرور تھا اور سب میں ایک قسم کی یکسانی و یک جہتی تھی، گو ہر ایک قوم اپنے جداگانہ خصائص بھی رکھتی تھی۔

اُن کے ہیروؤں کے حمد کی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں ان سب گروہوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں۔ جن کی حکومت کسی ایک شخص ہی کے ہاتھ میں تھی لیکن جب وہ زمانہ شروع ہوا جس عہد کے واقعات کو صحیح معنوں میں تاریخ کہا جاسکتا ہے تو ہر چیز کی حالت بدل کے کچھ اور ہی ہو گئی۔ اب تقریباً اُن سب ریاستوں میں جمہوری حکومت تھی۔ اگر کسی ریاست میں کوئی خود مختار حکمران ہوتا تو وہ مائیٹ کہا جاتا۔ اس لفظ سے یونانیوں میں اُن دنوں صرت یہ مقصد ہوتا کہ اس نے اپنے ہاتھ میں ایسے اقتدارات لیے ہیں جن کے حاصل کرنے کا وہ مجاز و مستحق نہیں۔ یہ مطلب نہ تھا کہ وہ لازمی طور پر ظالم و جابر بھی ہو جیسا کہ ٹائرٹ کے معنوں سے اب سمجھا جاتا ہے۔

گمران کی جمہوریت میں بھی عام باشندگان شہر اور رعایا کو ملکی معاملات میں کسی قسم کا دخل نہ تھا۔ کیونکہ اُن کی وہ پُرانی جمہوریت ایک قسم کی حکومت امر تھی جس میں صرف وہ لوگ دخل رکھتے جو آزاد تھے اور امرائیں شمار کیے جاتے۔ باقی ماندہ لوگوں میں زیادہ حصہ غلاموں کا تھا جو کسی قانون کے تابع نہ تھے۔ بلکہ اپنے مالکوں کے زیر فرمان اور ان کے ہر قسم کے احکام بجالانے پر مجبور تھے۔

مگر ان سب ریاستوں پر ایک اور کونسل حکومت کرتی تھی جو ایم بک ٹی یون کی کونسل کہلاتی۔ اس کے ارکان انھیں قوموں میں سے منتخب ہوتے اور سال میں دو بار اُس کونسل کے اجلاس ہوتے۔ ایک بار دسے تیر کے مندر میں جو تھر موڈلی کے قریب تھا۔ اور ایک بار آپولو کے مندر میں جو ڈول فالی میں تھا۔

یہ کونسل ان مقامات میں اجلاس کر کے ریاست ہائے یونان کی باہمی نزاعوں کا تصفیہ کرتی۔ ملک کی عام حفاظت کی تدبیریں سوچتی۔ اور دیوتاؤں پر قربانیاں چڑھانے کے احکام نافذ کرتی۔ ڈول فانی کا مندر اس کونسل کے اجلاس کے لئے بطن غالب اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ ملک میں کوئی ایسا مقام نہ تھا جو عام اہل یونان کی نظر میں اس قدر متبرک اور محترم ہو۔ اس مقام کی نسبت مشہور تھا کہ یہاں آپولو نے پتی نقون آزدھے کو مارا تھا۔ اور یہیں وہ اپنی پُجارتوں کے منہ سے تمام لوگوں کو جو اپنی آرزوئیں مُرادیں اور تمنائیں دل میں لئے ہوئے دُور دُور سے آتے اور طرح طرح کے سوالات کرتے المامی جواب دیا کرتا۔ جواب میں جو الفاظ پُجارتوں کی زبان سے نکلتے۔ "اویکل (نال) کی لفظ سے تعبیر کئے جاتے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات وہ پورے اترتے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ ایسی معنی بند زبان میں اور ایسے پیچیدہ ہوتے کہ اُن میں آسانی سے بیسیوں طرح کے معنی پنہائے جاسکتے اور دُشوار نہ تھا کہ ہر صورت میں پورے اتریں۔ شلّا گرتے سوں نے جب اپنی اور ایرانیوں کی لڑائی کے متعلق سوال کیا تو اُسے یہ جواب ملا کہ اگو تو نے سائرس

دشمنشاہ ایران اسے لڑائی پھیری تو ایک بڑی شہنشاہی کی بنیاد مندم ہو جائے گی۔ وہ تو یہ جواب سن کے خوش ہو گیا کہ شہنشاہی سے مراد ایرانیوں کی سلطنت ہے۔ مگر بعد کو یہ کھلا کہ نہیں خود اسی کی سلطنت مراد تھی۔ لیکن بعض معاملات میں یہاں کی پشین گوئیاں ایسی نمایاں طور پر سچی ثابت ہوتیں کہ ہمیں متحیر ہو کے کہنا پڑتا ہے کہ خدا جانے وہ کون سی قوت تھی جو ان پُجاریوں کی زبان سے ایسے سچے الفاظ نکلا دیا کرتی تھی۔

وہ کھیل جو یونانی لوگ ہر چوتھے سال اُلَمِ پیامیں کھیلا کرتے اُن کے مذہبی کھیل تصور کیے جاتے تھے۔ اُلَمِ پیامیں ایک چھوٹا میدان تھا جہاں تمام یونانی جمع ہوتے اور دیکھتے کہ اُن کے نوجوانوں نے شہسواری، رتھ ہنکانے، پیدل دوڑنے، کشتی لڑنے، مُشت زنی کرنے اور چکر (ایک قسم کا ہتھیار جو اکثر سکھوں کے پاس ہوا کرتا ہے) پھینکنے میں کیسا کیا کمالات حاصل کئے ہیں۔ ان کھیلوں کے شروع ہونے سے پہلے دیوتاؤں کے سامنے عاجزی سے دعا کی جاتی۔ اور ان کے خاتمہ پر جیتنے والے برنجی تپائیوں پر بٹھائے جاتے۔ زیتون کا درخت اُن کے اعتقاد میں شہرک و محرم تھا۔ اس کے پتوں کے باروں کے تاج بنا کے اُن کے سروں پر پہنائے جاتے۔ جو نہ کے طور پر حفاظت سے رکھ چھوڑے جاتے۔ اور یہ مَر جھائے ہوئے سوکھے ہار اتنی بڑی اعلیٰ ترین عزت تصور کیے جاتے جن کی کسی شخص کے دل میں آرزو ہوتی۔ مرد ایام کا اندازہ انھیں کھیلوں سے کیا جاتا۔ مثلاً کہا جاتا کہ پہلی اُلَمِ پیاد اور دوسری اُلَمِ پیاد اور اسی طرح تیسری اور چوتھی۔ پہلی اُلَمِ پیاد ۳۴ سالہ قبل محمد میں یعنی آج سے ۲۶۸۲ برس پہلے ہوئی تھی۔ ان کے علاوہ اس تھ۔ جی اُن کھیل تھے۔ جو بحمد یونانی خاکنائے کو اس تھ ٹیوس کہتے تھے۔ اور یہ کھیل خاکنائے کو رن تھ میں کھیلے جاتے۔ اس لئے اس نام سے مشہور تھے۔ اُن میں بھی لوگ کثرت سے شریک ہوتے۔ مگر ان کا درجہ اُلَمِ پیاس کے کھیلوں سے کم سمجھا جاتا۔

یونانیوں کے اثر شہروں کے گرد شہر پناہ تھی۔ اور ہر ایک میں ایک گڑھ بھی ہوتی جو اُس دیوتا کی نذر سمجھی جاتی جسے شہر کا دیوتا خیال کرتے۔ اور وہی شہر کی سلامتی کا ذمہ دار اور اس کا محافظ مانا جاتا۔ ان گڑھوں کی قلعہ بندی بڑی مضبوطی سے کی جاتی۔ تاکہ اگر بھیجی مستی پر کسی حریت کا قبضہ ہو جائے تو اہل شہر اس گڑھ کی اندر بھاگ کے پناہ لے سکیں۔ آزاد باشندوں کے مکان عموماً شہر میں بھی ہوتے اور دیہات میں بھی۔ اس طبقہ کے لوگ اپنے آپ کو سیٹی زن کہتے۔ شہر ان کی زبان میں پوس کہلاتا۔ اور اسی لفظ سے انگریزی کا لفظ پالی ملک نکلا ہے۔ جس طرح انھیں معنوں میں ہماری زبان میں ”مدینہ“ کے لفظ سے جس کے معنی شہر کے ہیں۔ ”تمدن“ کا لفظ بنا ہے۔ ان کے مکان گرمیوں کے موسم کے لئے زیادہ مناسب ہوتے کیونکہ گرد اگر دپٹی ہوئی عمارت ہوتی۔ دریاں میں ایک ٹوارہ ہوتا۔ اور دونوں جانب باہر کی آمد و رفت کے لئے دو دہلیزیں ہوتیں۔ ان کے خاندانوں کی زندگی انھیں سکانون میں بسر ہوتی۔ اور اندرونی کرے زیادہ تر شب باشی کے کام آتے۔ معنوں میں علی العموم کسی دیوتا کی قربان گاہ بھی بنی ہوتی۔ جو گرد دیوتا کی طرف نہیں تو خاندان کے کسی پرانے مورث کی جانب منسوب ہوتی۔ کھانے کی دعوت یا صحبت شراب شروع ہوتے وقت ہمیشہ معمول تھا کہ تھوڑا سا کھانا یا تھوڑی سی شراب دیوتا کی بھینٹ کئے جانے کی غرض سے اُس قربان گاہ پر چڑھا دی جاتی۔

اُن کا لباس ایک سفید لبادھیلا ڈھالا کرتا تھا جس کے اوپر کر کے پاس ایک پیٹی کس کے باندھ لی جاتی ہتھیار لگانے کی غرض سے اُس کرتے کے دونوں جانب چاک ہوتے۔ اور شاؤں کے اوپر وہ کرتا آہنی الپینوں کے ذریعہ سے اٹکایا جاتا۔ یہی لباس عورتوں کا بھی تھا۔ مگر اتنا فرق تھا کہ عورتوں کے کرتے لمبے اور پاؤں تک چلتے ہوئے بخلات اس کے مردوں کے کرتے گھٹنوں کے اوپر ہی تک ہوتے۔

اُن کے سامان جنگ اور اسلحہ میں ایک تو خود تھا جس میں گھوڑے کے بالوں کی کلفتی لگی ہوتی۔ ایک چار آئینہ یعنی سینہ پر لگانے کی فولادی چادر تھی جس میں نیچے کی طرف چمڑے کے بہت سے تسمے لگے ہوتے جو گھٹنوں کے نیچے تک بھار کی طرح ہلنے رہتے تاکہ راؤں کو حرین کے حربے سے بچائیں۔ پنڈلیوں کی حفاظت کے لئے کبھی تودہ ایک آہنی چادر کا غول چڑھائیے اور کبھی ایک ادبچلہ مرمی موزہ پہن لیتے جو توں کی جگہ وہ لوگ علی العموم کھڑاؤں یا محض چمڑے کے تلے (غلیں) پہنتے جو کہ چمڑے کے قسموں سے پاؤں میں بندھے اور کئے رہتے۔ نیزے اور تلواریں اُن کے حربے تھے۔ اور نیزوں کو بجائے اُن سے دائر کرنے کے کبھی دشمن پر پھینک کے بھی مالتے۔ اُن کے ہجاز بہت ہی چھوٹے چھوٹے ہوتے جن کو کشتیوں سے کچھ تھوڑا ہی امتیاز حاصل تھا۔ بلیوں کے ذریعہ سے وہ کھلے جاتے اور کیلئے والوں کے لئے اپنر ہجاز کی حالت و حیثیت کے مطابق کبھی ایک ایک، کبھی دو دو، کبھی چار چار، اور کبھی پانچ پانچ نشستیں بنی ہوتیں۔ بادبازوں کا استعمال شاذ و نادر ہی کیا جاتا، اور چونکہ قطب نما کا اُس وقت تک پتہ نہیں لگا تھا۔ اس لئے اپنے ہجازوں کو وہ خشکی سے اتنی دُور بھی نہ لے جاتے تھے کہ کنارہ نظر سے غائب ہو جائے۔ ہجازوں کے آگے ایک لمبی سی لمبی نوکدار دھنی رہتی جس کی نوک پر لولہ چڑھا ہوتا یہ ہجاز کی چونچ کہلاتی۔ سمندر کی لڑائی میں اپنے ہجازوں کی یہ چونچیں زور سے مار کے حرین کے ہجازوں کو وہ اکثر توڑ ڈالتے اور ڈبو دیتے۔

یونانیوں میں زیادہ تر مردوں کے ملانے کا رواج تھا۔ ہجازوں کو لے جا کے کلوڈیوں کی ایک چتا پر رکھ دیتے۔ اُن کے ساتھ بعض سالے بھی رکھ دئے جاتے اور بڑی مسانت کے ساتھ آگ لگا دی جاتی۔ جل چکنے کے بعد ان کی خاک ایک خرن میں بھر کے رکھ چھوڑی جاتی۔ اس کی نہایت ہی حفاظت اور تعظیم و تکریم کی جاتی۔

تقریباً تمام یونانی تعلیمیافتہ تھے جو لکھنا پڑھنا بخوبی جانتے جوتے۔ تحریریں چمڑے پر ہوتیں یا پتھر پر فلسفیوں کے مدارس میں وہ تعلیم پاتے۔ اور مذاق کی اصلاح۔ اور دلی ترقی کیلئے کرنے کی اُن میں بڑی قدر تھی۔ اسی تعلیم نے وہ یونان قدیم بنایا تھا۔ جس کی علمی ترقیوں کو دیکھ کر ہم عجب عجب حیرت کراتے ہیں۔ اور ہمیں نظر آتا ہے کہ انسان تعلیم کے ذریعہ سے کس درجہ کمال کو پہنچ سکتا ہے۔ اُنہوں نے دانائی میں بے حد ترقی کی اور تھوڑے ہی زمانہ میں اس پھولے ملک میں مضافوں، بُت تراشوں، فن تعمیر جاسنے والوں، فصیح البیانوں اور سپاہیوں کی اتنی بڑی جماعت موجود ہو گئی تھی جو اس وقت سے آج تک دنیا میں ترقی و تکمیل کا ایک بے مثل نمونہ ترقی کی جاتی ہے۔ مختلف کمالات میں اس زمانہ تک کوئی اُن سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ بلکہ بہت ہی کم لوگ ہیں جو ان کے قریب بھی پہنچ سکے ہوں۔ اُن کے ٹوٹے پھوٹے آثار ہمارے ہمد تک باقی ہیں جن کی خوبی اور عظمت دیکھ کر ہم حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ ہمارا کام ہے کہ اُن کے ظاہری محاسن پر گہری نظر ڈالیں اور اس اصلی جوہر کا پتہ لگائیں جو اس قدیم زمانہ کے ان عظیم الشان اور باکمال لوگوں میں تھا۔ دراصل وہ خدائے عز و جل کی عظمت ہاتھ تھا جو اُن کی رہبری کرتا۔ اور اُن کے کاموں سے اپنی خوبیوں اپنی برکتوں اور اپنی عظمت و جلال کی شمعوں کو چمکاتا اور نمایاں کرتا تھا۔

فصل سوم

۱۶۴۳ قبل محمدؐ سے ۳۸۸ قبل محمدؐ تک

یونان کے دہڑے شہروں میں سے ایک تو ایوانی اُن لوگوں یعنی خاص یونانیوں

سے۔ ایک درخت ہے جو مصر کی مرطوب زمینوں میں پوتا ہے اس کا تنہ گول ہوتا ہے اور پتے نہیں ہوتے اس کے تنہ کے پتلے پتلے درق آتار کے سجھائے دور گھنے کے قابل بنائے جاتے۔ اس کو مصر والوں نے ایسا کیا تھا۔ اور یونانیوں میں بھی اس کا رواج تھا۔

کا شہر ائینہ (ایمنز) تھا اور دوسرا علاقہ ڈوریا کا شہر اسپارٹا جو لانے دے مون بھی کہلاتا تھا۔ اول الذکر شہر کی نسبت اعتقاد تھا کہ اس پر لاس اٹنے نادیوتا کی ہر بانی ہے۔ یہ اپنی مختصر فکر و ادنیٰ کا کے وسط میں واقع تھا۔ خلیج سلاونیک میں سامنے نمایاں نظیر آتا تھا۔ یونان کے تمام شہروں سے زیادہ خوبصورت تھا۔ اور یونان کے کل شہروں سے بڑھ کے خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا سرچشمہ منشا دینے لگا تھا۔ کیونکہ یہاں علم و فضل اور اخلاق و کمالات انتہائی درجہ ترقی کو پہنچے ہوئے تھے۔ بہ لحاظ مذاق و عادات یہ شہر اسپارٹا کے بالکل مخالف تھا جو کہ ہستاتی علاقہ کی تون یا کا مستقر اور صدر مقام تھا۔ وہاں کا مذاق یہ تھا کہ ہر چیز جس میں ذرا بھی نرمی، ملائمت، نفاست اور لطافت تھی نکال ڈالی گئی تھی اور ایسی کوئی چیز بھی نہیں باقی رکھی گئی تھی جس کو عیش پرستی سے کچھ بھی لگاؤ ہو وہ تمام چیزیں جو نظر یا ذوق کو بھلی معلوم ہوں اور انسان کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں۔ کلیئہ شہر سے دور کر دی گئی تھیں۔ اور ہر باشندے کا جسم اس کے خصائل اور اس کے جذبات سب لڑائی و نبرد آزمائی کے لئے تھے اور محض نبرد آزمائی کے لئے۔ اہل اسپارٹا کو دعویٰ تھا کہ ہم لوگ اپنے قومی تہمتن ہر قریب (ہر تزل) کی نسل سے ہیں۔ ہر قریب کے دونوں بیٹے بنائے جاتے تھے۔ اور انھیں کے لحاظ سے ہمیشہ ان کے دو بادشاہ رہا کرتے۔ جن میں سے ایک ایک کی نسل سے ہوتا اور دوسرا دوسرے کی نسل سے۔ یہ دونوں بادشاہ برابر کے اقتدارات رکھتے۔ دونوں کی حکومتیں یکساں ہوتیں۔ لیکن اتنی تقسیم ضرور تھی کہ ایک ہمیشہ اور ہر موقع پر فوج کی سپہ سالاری کرتا اور دوسرا شہر میں ٹھہر کے نظم و نسق سلطنت کا کام چلاتا۔ مگر باوجود اس کے سچ یہ ہے کہ شہر کے اندر ان دونوں حکمرانوں کو اختیارات بہت ہی محدود رہتے، کیوں کہ عنوان حکومت دراصل چند خاص تانہیوں کے ہاتھ میں تھی جو اس کہلاتے تھے۔ ان کا طرز حکمرانی اولیٰ گار کی یا آرس لوک رسے سی کے لقبوں سے یاد کیا جاتا۔ پہلا

یونانی لفظ آدلی گوس سے نکلا ہے جس کے معنی ”چند“ کے ہیں اور دوسرا یونانی لفظ آرس ٹوس سے جس کے معنی ”بہترین“ کے ہیں اور ان لقبوں سے مصر وہ ریاستیں یاد کی جاتی تھیں جن کی حکومت چند بہترین اشخاص کے ہاتھ میں ہوتی یا جہاں انتظام سلطنت میں دخل دینے کا حق مصر چند اعلیٰ درجے کے لوگوں کو حاصل ہوتا۔

اسپارٹا والے ابتداء نہایت کاہل ازمانہ مزاج اور عیش پرست ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ قبل محمدؐ میں تیورغوس نام ایک شاہزادہ جو ہرغولیس کی نسل سے تھا اپنے نابالغ بھتیجے چاری لاؤس کی جانب سے سلطنت کے سیاہ و سفید کا ذمہ دار قرار پایا۔ چاری لاؤس کو اس کی شریرانہ نفس ماں مار ڈانا چاہتی تھی۔ مگر تیورغوس نے اُسے سچا لیا اور اس کی پوری حفاظت اور نگہبانی کی۔ اب تیورغوس نے ارادہ کیا کہ اسپارٹا کے لوگوں میں ایک بڑی بھاری اصلاح کر کے ابھی کاہلی و زنا و غشی کو بالکل دور کر دے۔ اور ایک ایسی تعلیم جاری کرے جس کے اثر سے اُس کے ہم وطن ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ جفاکش بہادر اور اپنی جگہ سے قدم نہ ہٹانے والے سپاہی بن جائیں۔

اس اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے ہی اُس نے تلرود کی ساری زمین لوگوں میں بانٹ دی۔ سونے چاندی کی قسم سے جو کوئی چیز کسی کے پاس پائی لے لی۔ تاکہ کسی جگہ سے سامان عیش فراہم کرنے کے ذرائع ہی اُن کے ہاتھ میں نہ باقی رہیں۔ اور روپیہ پیسہ کے عوض کوہے کے بھاری اور کم قیمت ٹکڑے اُن کے ہاتھ میں دے دیے جن کو کوئی سوداگر پوچھتا ہی نہ تھا اور ان کے معاوضہ میں کوئی چیز نہ دیتا تھا۔ مردوں کو اپنے گھروں میں رہنے کی مطلقاً اجازت نہ تھی۔ بلکہ بحین سے لے کر بڑھاپے تک اُن کی ساری زندگی سپہ گری کے کھیلوں، زور آزمائیوں اور ورزشوں میں بسر ہوتی۔ صبح سے شام تک دن بھر بغیر سستائے یا دم لینے کے وہ انہیں شغلوں میں مصروف

رہتے۔ بڑے بڑے کرد میں ایک ساتھ بیٹھ کے کھانا کھاتے۔ جہاں اُن کو نہایت ہی سادہ غذا دی جاتی۔ اس میں ایک کالا شوربا ہوتا جسے اُن کے پڑوسی یعنی دو کسے شہر دہ کے یونانی نہایت ہی ناپسند کرتے۔ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ اور اُس کے کھانے میں اپنی توہین تصور کرتے۔ اس کی بد مزگی کی یہ حالت تھی کہ یہ اسپارٹا کے نوجوان بھی اس کو اسی وقت کھا سکتے جب خوب بھوک لگی ہوتی۔ جب کوئی بچہ پہلے پہل ان لوگوں میں لاکے ٹسریک کیا جاتا اور اُن کے عام دسترخوان پر بیٹھتا تو بڑے لوگ اسے ڈراتے کہ ”یہاں فضول کی باتیں کرنا نہایت ممنوع ہے۔ اور دروازہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ ”کوئی فضول بات منہ سے نہ نکلی اور تم اس کے باہر کر دے گئے“ یہ لوگ جہاں تک ممکن ہوتا بہت ہی کم الفاظ استعمال کرتے۔ چنانچہ ان لوگوں کی خاموشی ہی کی وجہ سے مختصر بیانی کا نام ہی ”لی قوتی گنگلو“ مشہور ہو گیا۔

اُن میں کوئی چیز اتنی اہمیت نہ رکھتی تھی جتنا کہ اسلحہ کا استعمال کرنا اور ضبط و تحمل کی قوت بڑھانا تھا۔ اس بارہ خاص میں اہل اسپارٹا کو جو تعلیم دی جاتی تھی وہ اس قدر سخت تھی کہ اُن لوگوں کے لئے لڑائی کا زمانہ بقیابل اُس زمانہ کے جبکہ وہ اپنے شہر اور اپنے گھروں میں ہوئے زیادہ آرام و آسائش کا زمانہ نظر آتا۔ درد، چوٹ یا تکلیف پر اُن کو نا اہزدلی کی کوئی علامت ظاہر کرنا اس قدر شرمناک تصور کیا جاتا کہ ایک لڑکا جو کسی بھیڑیے کو اپنے گرتے کے اندر چھپائے ہوتا، اس بات کو گوگوارا کر لیتا کہ بھیڑیا بوٹیاں زوجِ نوح کے اور جسم کو چیر چھاڑ کے اُسے مار ڈالے مگر یہ نہ ہو سکا کہ زبان سے اُن کے یازدیت سے بچنے کے لئے اُسے چھوڑ ہی دے۔ لڑکے آرتھامیس کی صورت کے سامنے کھڑے کر کے پیٹے جاتے۔ اُن کی مائیں سامنے کھڑی ہو کر اُن کے پیٹنے کا تماشہ دیکھتیں۔ ایک آدھ لڑکا پٹتے پٹتے گر کے مر بھی جاتا۔ مگر کسی کی زبان سے آہ یا اُن کا لفظ نہ نکلتا۔ اسی کی برکت تھی کہ اسپارٹا والوں کی مائیں اپنے بیٹوں کو میدان جنگ میں

بھیجے اور رخصت کرتے وقت تحفہ کے طریق سے ایک ڈھال دیتیں اور کہیں کہ ”اسکے ساتھ یا اس کے اوپر یا“ مطلب یہ کہ یا تو اسے عزت نام درمی کے ساتھ گھر پر لانا اور یا اس پر پڑکے آنا۔ یعنی تمہاری لاش اس پر ڈال کے گھر لائی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ تم اسے ہاتھ سے کھو کے نا کام و نامراد آؤ۔ اہل یونان کی ڈھالیں مشرقی ڈھالوں کی طرح گول نہیں بلکہ لمبی ہوتی تھیں۔ جن پر انسان کی لاش ڈال کے اٹھائی جاسکتی تھی۔

ضروری فنون اور صنعت و حرفت کے کام یا زمین ہونا جوتنا، لوٹ لوگوں کا کام تھا۔ جن سے بد نصیب غلاموں کی قوم مراد تھی۔ اُن کے ساتھ ذرا بھی رحم کا سلوک نہ کیا جاتا۔ بلکہ بہت ہی برا بڑا دیتا۔ اور اُن کی سخت توہین کی جاتی۔ وہ خراب پلا کے بدست بھی بنائے جاتے تاکہ اُن کی بدستی کی ذلیل حالت دکھا کے نوجوانان اسپارٹا کے دلوں میں مے کشی کی طرف سے سخت نفرت پیدا کی جائے۔ ان غلاموں کی تعداد جب کبھی بڑھ جاتی اور اندیشہ ہوتا کہ ایسا نہ ہو اپنی کثرت کے باعث یہ اپنے ملکوں کے حق میں خطرناک بن جائیں اس وقت وہ فوراً قتل کر کے تھوڑے کر دے جاتے۔

ہمارے یہاں بعض پٹھانوں کی بستیوں کا مذاق اسپارٹا والوں سے بہت ملتا جلتا ہے۔ نموشی اور امن و امان کی زندگی کو وہ بالطبع ناپسند کرتے بلکہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کوئی لڑنے بھڑنے کو نہیں ملتا تو خود آپ ہی لڑ بھڑیا کرتے ہیں۔ اُن کے لئے بھائے ان بے نتیجہ ہنگامہ آرائیوں کے زیادہ بلکہ بہت زیادہ مناسب ہو گا کہ گورنمنٹ سے درخواست کریں کہ اُن کو اپنے محدود مملکتوں میں اسپارٹا والوں کا طریقہ اور لی تو رنوس کے فوجی قوانین جاری کرنے کی اجازت مرحمت کی جائے۔ ممکن ہے کہ گورنمنٹ جدت طرزی کے خیال سے یا ایک پُرانے طریقے کی تجدید کے لحاظ سے انہیں اس کی اجازت دے دے۔ اجازت کے ساتھ ہی اُن سے معاہدہ لے لیا جائے کہ کبھی بغاوت نہ کریں گے اور اپنی جنگ آزماہی کے کمالات سے ضرورت کے اوقات میں ہمیشہ سرکار کی خدمت بجا

لایا کریں گے۔ اور اگر ایسا ہوا تو ایک طرف ان بہادر نوجوانوں کو اپنے مذاق کے مطابق ہر وقت لڑنے بھڑنے، شوق و ذور آزمائی کرنے اور یونان کے سے سپاہی اس جدید عہد میں سرکار کے لئے پیدا کرنے کا موقع ملے گا اور دوسری طرف سرکار کو بھی ایک اچھی جانباز فوج ملے گی حفاظت کے لئے ضرورت کے وقت مل جائے گی۔ بہر تقدیر ہمارے خان صاحبوں کے لئے بجائے قانون کی خلاف ورزی اور لغو دے بے نتیجہ مار پیٹ کا یہ طریقہ نہایت ہی مناسب و مفید ہوگا۔ کم از کم وہ درخواست تو دے دیں۔ دیکھیں سرکار برطانیہ جو قدیم یادگاروں کے باقی رکھنے اور زندہ رکھنے کی بڑی مہربانی ہے۔ ایسی کسی درخواست کا کیا جواب دیتی ہے۔

فصل پنجم

اثینہ (۱۶۷۵ء قبل محمد سے ۱۰۸۱ء قبل محمد تک)

اثینہ جسے انگریزی میں آٹے تھنر کہتے ہیں اور جس کا کچھ ذکر پچھلی فصل کے شروع میں آچکا ہے ساحل پر سے تھوڑے فاصلے پر کوہ ایک رو پولیس کے دامن میں واقع ہے اس پہاڑی کے اوپر ایک گڑھی بنی تھی۔ اور ایک مندر تھا۔ جس کے صحن میں زیتون کا ایک شہر تک درخت لگا ہوا تھا اور لوگوں کو عقیدت تھی کہ یہ درخت اس شہر کی محافظ دیوی اثینہ کے حکم سے اُگا ہے۔ اسی پہاڑی کے ایک دوسرے ٹکڑے پر ایک دوسری دیوی کا مندر تھا چو پار تھون یعنی کواری دیوی کا مندر کہلاتا۔ اس مندر کی عمارت میں سنگ مرمر کے ستونوں کی ایک خوبصورت قطار آج تک موجود ہے۔

شہر کے دوسرے جانب آریوپاغوس یعنی آرس دیوی کی پہاڑی ہے، جو یہاں کا دارالقضا تھی۔ اثینہ کی نعلہ بندی خوب مضبوطی سے کی گئی تھی۔ اور سارا شہر خوبصورت عمارتوں سے بھرا ہوا تھا جن کے آس پاس جھاڑیاں، فوالے، دہلیزیں

عصرِ قدیم

۷۳

دقیقہ اس فلسفیوں اور نازک خیال شاعروں کی نشست گاہیں بنی ہوئی تھیں۔ اس کی بندگاہ
پتی رے اوس کے نام سے مشہور تھی۔ اور اس کی خوب قلعہ بندی کی گئی تھی اور یہاں
جہازوں کی اس قدر تعداد کثیر ہر وقت موجود رہا کرتی کہ اتنے جہاز کسی دوسری یونانی
ریاست کے قبضہ میں نہ تھے۔

اثینہ ایونی اُن یعنی خاص یونانیوں کا شہر تھا۔ اور قدیم الایام میں ہی بادشاہوں
کی حکومت رہا کرتی تھی جن میں سے تھے سی یس نام ایک بادشاہ کو زیادہ نام وری
حاصل ہوئی۔ اسے پیروکا درجہ مل گیا اور دیوتاؤں میں جاملہ۔ یہاں کے شاہی
خاندان کا خاتمہ تو دواؤس نام ایک فرماں روا پر ہوا۔ اس کی نسبت آپولو کی نالی میں
پُجائوں کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ ”ملک کی بھلائی کے لئے بادشاہ کی ہلاکت ضروری
ہے۔“ اس حکم کی بجا آوری کے لئے وہ فوراً کمال شریف النفسی سے مستعد ہو گیا اور خود
ہی اپنی جان دے دی۔

۹۰۔ قبل محمد تک یہاں کی سلطنت کے کچھ بھی حالات معلوم نہیں ہیں۔ مگر سنہ
نذویرین در ا قوام یہاں کے ایک حکیم نے ملک کے لئے ایک قانون مدون کیا جو اس
قدر سخت تھا کہ اس پر عمل درآمد غیر ممکن تھا۔ کیونکہ ادنیٰ سے ادنیٰ قصور وار اور خفیت
سے خفیف مجرم کی سزا قتل رکھی گئی تھی۔ ۶۳۔ قبل محمد میں سون لے جو یونان کے سات
عقلا میں شمار کیا جاتا تھا ایک دوسرا قانون مرتب کیا اور اس کی نسبت خود ہی یہ کہا کہ
”جیسے قوانین میں مرتب کر سکتا ہوں اُن کے لحاظ سے تو میں اسے بہترین قانون نہ
کہوں گا۔ ہاں اس لحاظ سے کہبتہ اس کو تمام قوانین پر فوقیت حاصل ہے کہ اثینہ والے
اس کے متحمل ہو سکیں گے۔“ اس قانون کی رد سے حکمرانی کی باگ توجہیں جھڑپوں
(قاضیوں) کے ہاتھ میں دی گئی تھی جو آجوں کے لقب سے یاد کئے جاتے۔ یہ نوؤں
قاضی قرعہ اندازی کے ذریعہ سے آزاد اہل شہر میں سے منتخب کر لئے جاتے لیکن کسی کو

معروض انتخاب میں آنے کا موقع اُس وقت تک نہ مل سکتا۔ جب تک شہر والوں کی غالب جماعت اُس کی نسبت اچھے خیالات نہ رکھتی یا اُس پر اپنی رضامندی نہ ظاہر کر دے۔ اس قسم کی سلطنت جس کو خود اہل ملک چلاتے اُن لوگوں میں ڈوی ماگ سی کہلاتی تھی۔ لیکن آزاد اہل شہر میں شہر کی ساری رعایا نہیں شامل تھی۔ اثینیہ میں بہت سے ایسے لوگ بھی رہتے تھے جو باہر کی پیدائش تھے یا اپنے آپ کو وہاں کے کسی معزز خاندان کا رکن نہ ثابت کر سکتے۔ ایسے لوگوں کی رائے کو معاملات راست و سلطنت میں کسی قسم کا دخل نہ تھا۔ اثینیہ میں بہت سے غلام بھی تھے جو اسپارٹا کے غلاموں سے لوٹ کے دیکھتے ابھی حالت میں تھے کیونکہ اُن پر اتنا رحم کیا گیا تھا کہ یہاں کے قانون نے اُن کی جائیں پیدا دی تھیں۔ اہل شہر کی تعلیم و تربیت کے لئے یہاں کوئی ایسے غیر معمولی قانون نہیں جاری تھے جیسے کہ اسپارٹا میں تھے۔ مگر باوجود اس کے اہل اثینیہ بہادری اور معرکہ آرائی کے اعتبار سے لاتے دے مونیایہ یعنی اسپارٹا والوں سے کسی بات میں کم نہ تھے اور شجاعت کے علاوہ تمام دوسرے کمالات میں تو بدرجہا زیادہ بڑے ہوئے تھے۔ سولن کے قانون دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے اہل میں سب سے بڑی یہ غرض پیش نظر رکھی گئی تھی کہ کوئی شخص بڑا واحد سے زیادہ قوت نہ پکڑنے پائے اور اسی بنیاد پر قانون نے اہل شہر کو یہ حق دیا تھا کہ جس شخص کو ریاست کے حق میں مضریا خطرناک تصور کریں گو اس کے ذمہ کوئی جرم عائد نہ کیا جاسکتا ہو اُسے اپنے شہر سے نکال کے جلاوطن کر دیں۔ عام مجھوں کے مقامات پر ایک طرف رکھا رہتا تھا۔ ہر شہر والا اس شخص کا نام جسے جلاوطن کرنا نہ تو کسی سپی یا اینٹ کے ٹکڑے پر لکھ کے اُس طرف میں ڈال دیتا۔ یہ ٹکڑے اگرچہ ہزار کی تعداد کو پہنچ جاتے تو اس شخص کو جلاوطن کیا جانا لازمی تھا۔ اور چاہے وہ کتنا ہی بڑا شخص ہو۔ چند متعین برسوں کے لئے واجب تھا کہ علامہ آئی کا کچھوڑ دے

مگر ایسا سخت قانون اور اس قسم کی پیش بندیاں بھی اس جمہوری سلطنت کو اس کے

قیام کے تھوڑے ہی زمانہ بعد ایک عظیم الشان خطرے سے نہ پچائیس۔ پی سیس
 تراؤس نام ایک قابل شخص نے جو لوگوں میں نہایت ہر دل عزیز تھا اپنے آپ کو خود ہی
 زخمی کر لیا اور لوگوں سے بیان کیا کہ میرے دشمنوں نے میرے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا۔
 مگر میں زخمی ہو کے اُن کے ہاتھ سے بچ گیا۔ اور چونکہ وہ لوگ میری جان کے درپے ہیں
 لہذا آئندہ کے لئے مجھے اس کی اجازت دی جائے کہ اپنی حفاظت کی غرض سے سپاہیوں
 کا ایک گھارہ رکھ لوں۔ لوگوں نے غرے میں آ کے اجازت دے دی۔ اور وہ چند روز
 میں ایک بڑا بڑا دست شخص اور سب سے بڑا اٹیس بن کے ایشیہ پر حکومت کرنے لگا۔ ایک
 بار وہ جلاوطن بھی کیا گیا۔ مگر جلاوطنی کی مدت گزرنے کے بعد ایک شام اترتھ میں سوار ہو کر
 ایشیہ میں داخل ہوا۔ اور اس شان سے کہ اُسی رتھ پر اس کے پہلو میں ایک کشیدہ قامت
 حسین و مازنین عورت جلوہ افروز تھی جو ایشیہ کی دیوی ایتھن کے روپ میں تھی۔ اسی دیوی
 نے آبادی میں داخل ہوتے ہی اہل شہر کو جو اس کے سامنے تعظیم کے لئے جھک رہے
 تھے حکم دیا کہ "اس شخص کی فرماں برداری کرو۔ کیونکہ یہ میرا پسندیدہ خادم ہے اور اسی کی
 رضامندی میں میری رضامندی ہے۔"

ایشیہ والوں میں سے جو لوگ جاہل تھے اس فریب میں آ گئے اور بڑی سرت اور
 دھوم دھام سے اس کا استقبال کیا مگر باوجود اس کے یہ شخص پھر جلاوطن کیا گیا۔ لیکن ابھی
 جو واپس آیا تو ایشیہ کا ایک خود سر بادشاہ بن کے اس نے ایسے قدم جادے کہ اس پر کسی
 کا زور نہ چل سکتا تھا۔ یہ ظالم نہ تھا۔ بلکہ ایک رحم دل فرماں روا تھا۔ اور اسے یہ شہرت ناموری
 حاصل ہے کہ وہ خوبصورت باغ جو بنی تے آم دلیم اکھلاتا تھا۔ اسی کا بنوایا ہوا تھا۔ وہاں
 فلسفی لوگ بیٹھ کے تعلیم دیتے تھے اور نوجوان جمع ہو کر ہر قسم کی جسمانی و روحانی
 اور ریاضتیں کیا کرتے تھے اور یہی شخص ہے جس نے پہلے پہل ہومر کی نظموں کو جمع کر کے
 مرتب کر لیا۔

۹۸۔ سنہ قبل محمد میں جب دہ مرا ہے تو اس کے دو بیٹے ہب پی اور ہب پار چوس اس کے جانشین ہوئے جنہوں نے سختی کے ساتھ حکومت کی۔ اور لوگوں میں ان کی اطاعت کے متعلق بددلی اور ناراضی پیدا ہوئی۔ چنانچہ اثنیہ کے دونوں جوان بھائیوں نے جن میں سے ایک کا نام ہارمود دیوس۔ اور دوسرے کا آرس توغی تون تھا جو کچھ اُن کے خاندان کی ان دونوں حکمرانوں کے ہاتھوں سے بے عزتی ہوئی تھی ارادہ کیا کہ ایک دعوت کے موقع پر ان دونوں کو مار ڈالیں مگر صرف ہب پار چوس کے قتل میں انھیں کامیابی ہوئی اور دوسرا بھائی بچ گیا جس کے بچا رہنے کے باعث ان دونوں بھائیوں کو قتل کی سزا ہوئی۔ اور اکیلا ہب پی آس حکومت کرنے لگا۔ مگر بھائی کے قتل نے اُسے ایک ایک سے بدگمان اور ظالم بنا دیا تھا۔ اس کی جفاکشی روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ اہل اثنیہ نے اسے دھمکی دی کہ اگر تم ان بے اعتدالیوں سے باز نہ آؤ گے تو ہم تم کو مار ڈالیں گے۔ اور اس سے سو اس کے کوئی بات نہ بن پڑی کہ ایک دن سب سے پھپ کے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور چند سال کی صحرانوردی کے بعد داریوس یعنی دارے ایران کے دربار میں پہنچ کے اسے پناہ ملی۔ ہب پی آس ۱۰۰۔ سنہ قبل محمد میں اثنیہ سے بھاگتا تھا۔ جس کے جاتے ہی پھر دہاں جمہوری سلطنت قائم ہو گئی اور مقتول بھائیوں ہارمود دیوس۔ اور آرس توغی تون کی مورتیں بنا کے شہر میں نصب کی گئیں۔ اس لئے کہ وہی اپنے ملک کو بچانے اور اسے غلامی کے عذاب سے بچرانے والے تسلیم کئے گئے۔

فصل ششم

یونان کی ادبیاتیں اور ذاباویاں (۱۰۲۔ سنہ قبل محمد سے ۱۶۷۔ سنہ قبل محمد تک)

یونان کا جنوبی جزیرہ ناپے لوپون نے توس یعنی پے لوپون کا جزیرہ کہلاتا تھا۔ قدم شاہان حتی نے نہ مین سے ایک کا نام پے لوپ تھا اور اُسی کی جانب یہ لوگ منسوب تھے۔ اس

جزیرہ نمایں ایک تولا تون یا کی ریاست تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی آستی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔

خانائے کور تھ اور اٹی کا کے شمال میں ب یوٹ یا باب یوش یا کی سرزمین تھی جہاں کئی شہر باہم متحد تھے۔ اور اپنے حکمران کی حیثیت سے ایک مجسٹریٹ منتخب کر لیا کرتے تھے۔ جو ب یوٹاراج کے لقب سے یاد کیا جاتا۔ ان شہروں میں سب سے زیادہ آہم تھے بس تھا۔ اہل تھے بس کو دعویٰ تھا کہ ہمارے شہر کا بانی قدوس نام ایک شخص تھا جو منجلہ اُن لوگوں کے تھا جو پہلے پہل آ کے ارض یونان میں آباد ہوئے تھے۔ اُس کی تاریخ یونان کی کہانیوں میں سے نوتزین کہانی ہے۔ چنانچہ اس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اپنی بہن آردو پا کی تلاش میں یونان چلا آیا۔ اس لئے کہ جیو پٹر ایک بیل کے روپ میں جا کے اسے اقرطیش (کریٹ) سے بھگالایا تھا۔ جس جگہ تھے بس آباد ہے یہاں ہیونج کے ایک اژدہ سے اسکا سامنا ہو گیا۔ جیو پٹر نے اس اژدہ سے کومار ڈالا۔ اور اُس کے دانت زمین میں بودیے، کیونکہ اسے دانتوں کے بونے میں ہمارت حاصل تھی۔ وہ اژدہ کے دانت اُگے۔ اور بڑھ کے مسیح سپاہی بن گئے۔ اور آپس میں اس قدر لڑے کہ آخر سب کٹ کے مر گئے۔ اُن میں سے صرف پانچ سپاہی بچ رہے تھے۔ انھیں پانچوں نے شہر تھے بس کی میناد ڈالنے میں قدوس کی مدد کی۔ اور یقین کیا جاتا تھا کہ معزز باشندگان تھے بس کی مورث اعلیٰ وہی تھے۔ قدوس ڈیونیوس کا دادا تھا۔ اور اسی قدوس کی نسبت لوگوں کو یقین تھا کہ آدمی کا روپ چھوڑ کے سانپ بن گیا تھا۔

تھے بس کے آخری خراں روادے ڈی پوس نے نادانستگی سے اپنے باپ کو مار ڈالا اور اس جرم میں جلا وطن کیا گیا۔ اُس کے بڑا پے اور اندھے پن کے زمانے میں اُس کی دفا دار بیٹی آن تی غو نے تو اس کی بڑی خدمت کی۔ مگر اس کے بیٹے ایک دوسرے سے لڑے۔ چنانچہ اس ناشاد گھرانے کے جرائم اور اُن کے نتیجے میں اُس کی

برخیوں کا کہنا ہے کہ کنوینٹنٹ کی تباہی کے واقعات میں دو سہ درجہ پر شرعاً یونان کی طرح آزمائی کے لئے ایک دلچسپ افسانہ تھیں۔ تاریخ کے زمانے میں جیسا کہ بیان کیا جا چکا یہاں کی حکومت انتخابی یا جمہوری تھی۔ بے ادب یا دالوں کو دو سہ علاقوں کے یونانی قیدی اور کُنڈ ذہن خیال کر کے اُن کی تحقیر کرتے تھے۔ اگرچہ پنڈار جو یونان کے اعلیٰ ترین شعرا میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی قوم کا تھا۔

یونان کے سب سے زیادہ شمالی ریاست تھیس سالی (تھسلی) تھی۔ اور اپنی رو سے یعنی (اپا پارس) مقدونیہ اور آگے ٹولی آج کل کے اس کی سرحد سے باہر تھے۔ وحشی علاقہ تصور کیے جاتے تھے۔ مگر اس منصب کے ساتھ ہی عام یونانیوں کا یہ حال تھا کہ اپنے ملک کی تنگ سرزمین میں بند نہ رہتے تھے۔ اُن کی معزز قوموں کی بہت سی نوآبادیاں اُن کے قریب دوار کے جزائر اور نیز ایشیا میں قائم ہو گئی تھیں۔ آلیا دالوں نے ایشیائے کوچک کے شمال مغربی حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ آلیونیا دالے دریائے ہیپوس اور مے اُن ڈور کے درمیان میں جا کر بس گئے تھے۔ جہاں کا صدر مقام شہر انٹوس تھا۔ اس شہر کا عالیشان مندر جس میں آرتے میس یعنی ڈیانا دیوی کی صورت تھی۔ دُور دور مشہور تھا یہ ایک کالی صورت تھی۔ اور اس کی نسبت لوگوں کو دعویٰ تھا کہ آسمان سے گڑی ہے۔ بحر اے جی اُن میں بھی اُن کے بہت سے جزیرے تھے۔ اور یونان کے مغربی جانب بھی چند جزیرے تھے جو اب تک جزائر یونان کہلاتے ہیں۔ ایشیائے کوچک کے جنوب میں دو ڈیادالوں کے بھی کئی شہر تھے۔ لیکن اُن کی خاص نوآبادیاں جزیرہ صقلیہ میں تھیں جس کا سب سے بڑا شہر سیراقوس تھا۔ اور اس کے گرد اور کئی شہر تھے۔ ایتالیا (اٹلی) میں اس کمزرت سے یونانی جا کے بس گئے اور وہ پڑے تھے۔ اس کا جزوی حصہ مدت دراز تک یک نام گڑے قبا۔ یعنی بڑا یونان کہلاتا رہا۔ اور یہیں شہر سیباریس تھا جس کی کاہلی اور عشرت پسندی ضرب اٹل ہو رہی تھی۔ حتیٰ کہ کہا جاتا تھا کہ وہاں کے باشندوں نے اپنے مرغوں کو اس

لیے پکا پکڑے ذبح کو ڈالا کہ یہ ہمیں سونے نہیں دیتے اور صبح سویرے جگا دیتے ہیں۔
یہ تمام نوآبادیاں یونان کی اصلی ریاست سے تعلقات قائم رکھتی تھیں۔ اور یونان کی
عظمت و فلاح کو خود اپنی عظمت و فلاح تصور کرتیں۔ ہوتو شاعر یا تو ایشیا میں پیدا ہوا
تھا یا جزائر یونان میں سے کسی میں۔ لیکن سات مقامات سے کم نہ تھے جو اس دعوے کے
ساتھ راجھا کر رہے تھے کہ اُس کا وطن ہونے کی عزت ہی ہم کو حاصل ہے۔

لی ڈیا کی فتح کے بعد کھمبزو نے یونان کی بہت سی نوآبادیاں اپنے قبضے میں کر لیں اور
درائے عجم گشتا سپ نے اس کے بعد اور فتحیں حاصل کیں۔ یہاں تک کہ پورا جزیرہ نما
اُس کے زیر فرمان اور اُس کے مالک محروسہ میں شامل ہو گیا تھا۔ اب اس نے چند
جزیروں پر بھی قبضہ کیا۔ اور اس کی تدبیریں کرنے لگا کہ خود یونان کو بھی فتح کر لے۔ ان
کوششوں پر اسے سب سے زیادہ تھپ پی آس نے اُجھارا۔ یعنی اُتینیہ کے اسی ظالم
و دغا باز فرماں روا نے جس نے یہاں سے بھاگ کے دربار ایران میں پناہ لی تھی۔ اور
جس کی سب سے بڑی تنہا یہی تھی کہ اُتینیہ والوں سے انتقام لے۔ اور ان کی تباہی
سے اپنے غصہ کی آگ فرو کرے۔ ایران کی ملکہ آتوس سا کو اُتینیہ اور اسپا کی کھمزوں
کا بے حد شوق تھا۔ اور خود دار سے گشتا سپ ایک کشیدہ قامت حسین و جمہل یونانی
دو شیزہ کی صورت دیکھ کے بہوت رہ گیا تھا جو اس وضع و حالت سے جا رہی تھی کہ سر
پر پانی کا گھڑا تھا۔ سوت بٹتی جاتی تھی اور ساتھ ہی ساتھ ایک گھوڑے کو بھی لئے جاتی
تھی جس کی لگام اس کی نازک کلائی میں اٹکی ہوئی تھی۔ اس حیدہ کو دیکھ کے گشتا سپ
اس قدر محبت ہوا کہ یونان کے حسن و جمال کا دلدادہ ہو گیا۔ اور یہ چیز اس کے لئے
فتح یونان کی اور محرک ہوئی۔ پھر جب اُسے یوہر پونجی کہ سنہ قبل محمد میں اُتینیہ
کے یونانیوں کے برائے پرایشیا کے کوچک کے یونانی اُس کے سرداروں کے
غلان بغاوت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور شہر مارڈیس میں آگ لگا دی تو وہ اس

تم کے لئے بلاتاق اُٹھ ہی کھڑا ہوا۔

پانچواں باب

یونان پر ایرانیوں کی چڑھائی (سنہ قبل محمد سے ۳۶۶ قبل محمد تک)

فصل اول

معرکہ ماراٹھوں (سنہ قبل محمد)

سنہ قبل محمد میں دارا لے ایران نے یونان پر چڑھائی کرنے کی پوری تیاریاں کر لیں اور اپنے والیوں و آرتیس اور آرتانے (پنیس) اور دفران) کے زیر علم ایک مستبد لشکر اور جہازوں کا ایک بیڑا روانہ کر دیا۔ چونکہ ان لوگوں کو خاص ایشیہ پر حملہ کرنے کا حکم تھا۔ لہذا یہ بیڑا آسے فی کار کی طرف روانہ ہوا اور چپ پی آس کی رہبری سے جا کے خلیج مراٹھوں میں لنگر انداز ہوا۔ جہاں ایشیہ کے اور ان کے درمیان صرف پہاڑیوں کا ایک سلسلہ حاصل تھا۔

اس یورش کی خبر سنتے ہی ایشیہ والوں نے گرد کی تمام ریاستوں میں آدمی دوڑا کے کمک طلب کی۔ مگر اسپارٹا والے وقت پر نہ پہنچ سکے اور جو لوگ ان کی مدد کو آ سکے وہ ریاست پلاٹیا کا ایک چھوٹا گوشہ تھا۔ ایشیہ والے ایرانی غنیمت سے تعداد میں بہت کم تھے لیکن انھوں نے اس کی پروا نہ کی۔ لڑائی کے لئے بہادری سے تیار ہو گئے اور اپنے تمام سپاہیوں کو نبرد آزما کیے لئے جمع کیا۔ وہاں کے مرد بہ قانون کے مطابق فوج دس سپہ سالاروں کے ماتحت تھی۔ اور دسوں کے اقتدارات یکساں تھے جس کی بنا پر ہر سپہ سالار کو باری باری ایک دن فوج کی سپہ سالاری کا حق حاصل تھا لیکن ان دسوں میں سے ایک کو جس کا نام آرتس فی دےس (ارسطائی ڈینر) تھا یہ خیال گذر کہ اس طرح مقابلہ کیا

گیا تو کامیابی دشوار ہے۔ اس لیے اس نے اپنی باری بلتی آدے سے دل شیاوین کو دے دی۔ اور اپنی ایک نظیر قائم کر کے دوسرے سپہ سالاروں کو بھی آمادہ کیا کہ اپنی باری چھوڑ دیں۔ اس طرح قلی قلی آدے سے لڑائی ختم ہونے تک کے لئے لشکر یونان کا سپہ سالار بنا جو ان دنوں اُن میں تابل ترین شخص تھا۔

قل تبادلیں اپنی چھوٹی فوج لے کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ اور پہاڑیوں کے اُس پار آیا جہاں ایرانیوں کے لشکر کا عظیم اُشان سمندر لہریں مار رہا تھا۔ یہاں یہ یونانی ایرانیوں کے سامنے صف آرا ہوئے۔ ایرانی لشکر کی صفیں میدان مراٹھوں میں اس سرے سے اُس سرے تک پھیلی ہوئی تھیں۔ دونوں حریفوں کا سامنا ہوتے ہی لڑائی چھڑ گئی اور تھوڑی ہی دیر میں میدان جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ یونانی اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ بغیر اس کے کہ اپنے تیردوں یا نیزدوں کو جنھیں اکثر پھینک کر مارا کرتے تھے۔ کام میں لائیں۔ یکایک ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے اور دست بدست لڑائی ہونے لگی۔ قلب فوج میں یونانیوں کو شکست ہو گئی لیکن اُن کے جناحین یعنی دونوں بازوؤں کے لشکر نے لڑ بھر کے فتح ماہل کر لی۔ یہ دونوں جناح اپنے سامنے والے ایرانیوں کو پسپا کر کے جب قلب فوج کی طرف مڑے تو وہاں بھی ایرانیوں کے قدم اکھڑ گئے اور انھیں پوری شکست ہو گئی۔ اب ایرانی نہایت ہی بے ترتیبی و بدحواسی سے بھاگے۔ اور اُن کا ہر شخص اسی کوشش میں تھا کہ کس طرح بھاگ کے جہازوں پر پہنچ جاتے۔ لیکن قناتب کرنے والے پیچھے ہی لگے ہوئے اور اس قدر قریب تھے کہ ایران کے سات جہازوں پر یونانیوں نے قبضہ کر لیا جو ایرانی فوج کھارے پر رہ گئی تھی کثرت سے ماری گئی۔ بیڑے کا باقی ماندہ حصہ اپنی جان لے کے بھاگا۔ اور پہنچ میں چکر کھا کے اٹینیہ کے قریب نمودار ہوا۔ تاکہ فوج باب یونانیوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اٹینیہ پر قبضہ کر لے۔ لیکن قلی تبادلیں شاید اُن کے ارادے سے واقف ہو گیا تھا کہ چھٹ پٹ کوچ کر کے اٹینیہ میں آگیا۔ اور جس عملت سے ایرانی لے

تھے دیسی ہی پھرتی دکھا کے وہ بھی آپہنچا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانیوں کے بنائے کچھ نہ بنی۔
 انھیں یورش کی جرات ہی نہ ہوئی اور ناکام و نامراد گھروں کو واپس چلے کہ اپنی شکست کی
 داستان جا کے اہل وطن کو سنائیں

اثینیہ میں اس فتح پر بڑی خوشیاں منائی گئیں اور مل تیا دیس کی بھی بڑی عزت کی
 گئی۔ مگر وہ اگرچہ ایک بے مثل سپہ سالار تھا۔ مگر اچھے اطلاق کا آدمی نہ تھا۔
 تھوڑے ہی زمانہ میں اس پر دخل فصل اور دو فصلی کارائیوں کی بدگمانی کی جانے لگی۔
 اس پر یہ بدگمانیاں ہو ہی رہی تھیں کہ وہ لشکر کے کربزیرہ پاروس کے فتح کرنے کو روانہ
 ہوا۔ وہاں لڑائی میں زخمی ہوا اور اثینیہ میں مجبوراً واپس آیا۔ لیکن یہاں آتے ہی اُس پر
 یہ الزام لگا کے کہ اس لشکر کشی میں وہ صانت باطن اور نیک نیت نہ تھا۔ ایک مقدمہ
 قائم کر دیا گیا۔ اور جرم کے ثابت ہو جانے کے بعد عدالت نے اُسے قتل کی سزا دی۔
 باوجود اس کے محض اُس کے کارناموں اور قومی خدمات کا لحاظ کر کے یہ سزا پچاس ملینٹ
 کے جربانہ سے بدل دی گئی۔ مگر وہ اس زخم کو ادا نہ کر سکا جس کے باعث قید خانے میں
 ڈال دیا گیا۔ اور وہیں تھوڑے دنوں بعد اُن زخموں کی وجہ سے جو اسے میدان جنگ سے
 واپس لائے تھے مر گیا۔

ان دنوں اہل اٹیلیہ پر اپنے شہر کے دو معزز لوگوں کا اثر تھا جن پر انھیں بھروسہ تھا
 ایک تو ارس کے دیس (اسٹاٹینرا) اور دوسرا تھے مس توق لے مس (تھسکلیر) ارس تی
 دیس عادل کے لقب سے مشہور تھا۔ اس لئے کہ راست بازاری اور بے غرضی کے میدان
 میں اُس کے قدم کو کبھی لغزش نہیں ہوئی تھی۔ اُسے فقط اپنے ملک کی فلاح و بہبود اور
 اس کی سچی عزت کی آرزو تھی اور بس۔ ذاتی دولتندی و ترقی کا اُسے بہت ہی کم خیال آتا
 اس کے مقابل تھے مس تو قلیس زیادہ سیلانا اور چالاک تھا۔ اسے اثینیہ سے بڑی
 محبت تھی۔ مگر اُس کی خدمت محض اپنی عظمت اور اپنے اقتدار کے خیال سے کوتاہ

لوگوں میں ہر دل عزیز بننے کے لئے راست بازی اور شریف انفسی کا جوہر دکھانے کی عوض وہ اُن کے پاس تحفہ اور ہدیہ بھیجتا اور ان کی خوشامیوں کو تا۔ ایک زمانہ تک وہ ایسی ہی تدبیروں سے لوگوں کے موافق بنانے کی کوششیں کرتا رہا۔ مگر جب دیکھا کہ آرس تی دیس بے کچھ صرت کیے اور بغیر خوشامیوں اور سازشوں کے ہر دل عزیز بنا ہوا ہے اور میرے اغراض و مقاصد میں مزاحم تو اس عادل شخص کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور اس کے خلاف ایک زبردستی پارٹی قائم کر کے اُسے جماعت سے باہر اُدھر سے جلا وطن کر دیا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن یونان کا ایک شریف آدمی جسے معاملات سلطنت میں رائے دینے کا حق حاصل تھا اور کسی دیہات سے آ رہا تھا۔ راستہ میں آرس تی دیس کو ملا آرس تی دیس کو وہ پہچانتا نہ تھا اور چونکہ بڑھا لکھتا تھا۔ اس لئے اس سے التجا کر کے کہا۔ اس سپی کے ٹکڑے پر مجھے اس شخص کا نام تو لکھ دو جسے میں خارج البلد کرانا چاہتا ہوں اور جب آرس تی دیس نے سپی ہاتھ میں لے کے نام پوچھا تو آرس تی دیس ہی کا نام یعنی اُسی کا نام بتایا۔ آرس تی دیس نے بے تکلف نام لکھ دیا اور وہ سپی اُس کے حوالے کر کے پوچھا۔ آرس تی دیس کے لوگ کیوں جلا وطن کرتے ہیں؟ اُس نے کہا ”میں اس بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن مجھ سے سچ پوچھو تو یہ کہوں گا کہ اُسے عادل مُنتے مُنتے اس قدر اُکتایا اور تنگ آ گیا ہوں کہ چاہتا ہوں کہ اُس سے کسی طرح پیچھا چھوٹ جائے“

المرض کثرت آرا کی بنا پر جو غالباً کسی صحیح اصول پر نہ ہوگی۔ آرس تی دیس اثنیہ سے جلا وطن کیا گیا۔ اور اس کے خارج البلد ہوتے ہی تھے میں تو قیس سلطنت میں سب سے بڑا صاحب اثر شخص ہو گیا۔

اکیں شی لوس جو سب سے بڑا مصنف ٹریڈ یوں یعنی حسرتناک ناٹکوں کا گوہر ہے انھیں دلوں اثنیہ میں رہتا تھا۔ شراب کے دیوتا ڈیونی سوس یعنی بیچ چوس کی جاترا

میں مہول تھا کہ اس دیوتا کی عزت یادگار میں ہمیشہ ناچ گانا ہوا کرتا اور لوگ بیتاب
یا معزز و نام دریاہیروں کے بہروپ میں آ کے تقریریں کیا کرتے۔ ان تقریروں نے
چند روز کے اندر مکالمہ کی صورت اختیار کر لی اور اسی عنوان سے ٹریجڈیوں کا کھیل
جو یونان کی قدیم کہانیوں پر مبنی تھا شروع ہوا۔ اکیس شی لوس کی بعض ٹریجڈیاں جو
دستِ دُرُ زمانہ سے بچ کے آج تک محفوظ رہ گئی ہیں اور ہمارے ہاتھ میں ہیں،
نہایت اعلیٰ درجہ کی ہیں اور دنیا کی اعلیٰ ترین شاعری کا نمونہ ہیں اور اس عہدِ قدیم
کے سارے مستند لٹریچر کی بہ نسبت ان سے اس بات کا زیادہ پتہ لگتا ہے کہ ان
پُرانے یونانیوں کو اس قدر مطلق کی کس قدر تلاش تھی جس کا انھیں پتہ نہیں لگا تھا۔

فصل دوم

معرکہ فیرموپی لے (۵۶۰ قبلِ محمد سے ۵۱۰ قبلِ محمد تک)

میدانِ مراٹھوں میں یونانیوں کو فتح حاصل ہو جانے سے صرت اتنا ہوا کہ ایرانیوں میں
زیادہ کہ وہ کاوش اور انتقام کی پُر جوش خواہش پیدا ہو گئی۔ اہد دار دیوس نے یونان پر
دوبارہ چڑھائی کرنے کے واسطے بڑی بڑی تیاریاں کیں۔ لیکن اس اُہم کے پورے ہونے
کی قربت نہیں آنے پائی تھی کہ سلاسلِ قبلِ محمد میں وہ دُنیا سے غصت ہو گیا۔ یقین کیا
جاتا ہے کہ مجبورِ عہدِ تعلیم (توراة) کی کتاب "عزرا نبی" میں جس بادشاہ کا ذکر آیا ہے اس سے
یہی بادشاہِ آریوس مراد تھا۔ اس نے ساریہ دالوں کو اس بات سے روکا کہ میکیل سلیمانی
کے از سر نو تعمیر کر کے میں بنی اسرائیلی کے مزارعہ ہوں۔ اور انھیں ستائیں۔

اس کلبا نشین اور ایک سماجِ دوہیم کخیرد ہوا جسے یونانی لوگ بزرگ سیز کہتے
ہیں۔ حضرت دانیال پمب نے پہلے سے خبر دے دی تھی کہ "چوتھا بادشاہ سائرس کے
بعد اسب سے زیادہ با عظمت و جلال ہو گا۔ اور اپنی قوت سے وہ سب لوگوں کو اپنی

دولت و شہمت کی بدولت یونان کے غلام اٹھا کے کھڑا کر دے گا۔ لہذا دیکھنا چاہیے کہ یہ پیشین گوئی کیوں کو پوری ہوئی؟

کیخسرو نے بڑے جوش و خروش سے لڑائی کی تیاریاں کیں۔ جہازوں نے ساحل ہی ساحل جو سفر کیا، اس لئے کہ اس وقت کے جہاز رانوں کو اس کی ہرگز جرأت نہ ہو سکتی تھی کہ یہ خط مستقیم روانہ ہو کے بحر اربعین کے پار ہو جائیں۔ اس میں اکثر طوفان سے سابقہ رہا اور جہاز خطرے میں مبتلا رہے جس وقت یہ بیڑا کوہ آتھوس کی سنگستانی راس کا چکر کاٹ رہا تھا۔ کیخسرو نے حکم دیا کہ زمین اور پہاڑوں کو کاٹ کے ایک اتنی دیسح نہر نکالی جائے کہ اس میں سے ہو کے اُس کے جہاز گزر جائیں۔ کہتے ہیں کہ اُس کے پہاڑ کے دیوتا کے پاس اپنا ایک لپچی بھیجا اور اسے حکم دیا کہ میرے کارہیگروں اور نہر کھودنے والوں کے راستہ میں چٹانیں اور پہاڑ نہ آئیں ورنہ تمھارا یہ پہاڑ کاٹ کے گرایا اور سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔ کیخسرو نے ایک میل ہلپانٹ یعنی آبنائے ڈارڈینز پر بھی تعمیر کرایا جو ایک میل لمبا تھا۔ یہ میل جہازوں کو دوہری قطاروں میں باندھ کے اوٹ لنگروں کے ذریعہ سے انھیں اپنی جگہ پر روک کے بنایا گیا تھا۔ اس طرح جہازوں کی دو صفیں قائم کر کے اُن پر دو سڑکیں نکالی گئیں۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں ایک طوفان آیا اور سمندر کے تلاطم سے اُن جہازوں کی ترتیب میں فرق پڑا تو کیخسرو نے غصہ میں آ کے موجوں کو پٹوایا۔ اور ایک زنجیر سمندر میں ڈال کے خیال کیا کہ موجوں کے پاؤں میں پیراں ڈال دی گئیں اور بڑے بڑے کارہیگر اس جُرم میں کہ سمندر نے اُن کے کام کو کیوں بگاڑ دیا، یا تو کوڑوں سے پٹوائے گئے یا جان سے مار ڈالے گئے۔

پہل کے اُس پار اتر کے اس کے نکاس ہی پر ایک اونچا تخت بھجوا کے کیخسرو بیٹھ گیا تاکہ اپنی فوج کا معائنہ کرے۔ ہر قوم جب سامنے سے گزرتی تو دیوان اس کا نام اور پتہ پڑھ کے سناتا۔ اس کے علم کے نیچے ہزاروں گود ہوں کا مجمع تھا۔ دس ہزار

خاص ایرانی سوار تھے جو غیر فانی بھلاتے تھے۔ اُن کے لباس پر سونے جاندی کا کام جگ جگ گنگ کر اُٹھا۔ اسیر بادلوں کے ہاتھوں میں لکڑی کے گرز تھے ہتھوڑی روٹی کے نلو کے پہنے ہوئے تھے۔ لیڈیادالوں کے اسلحہ یونانیوں کے ہتھیاروں سے لئے جلتے تھے۔ عربی سواروں کے ہاتھوں میں کمانیں تھیں جلشی جن کے کالے پنڈے آدھے لال اور آدھے سفید رنگے ہوئے تھے اُن کے ہاتھوں میں نیزے تھے جن کی نوکوں پر بارہ سنگھوں کے سینک چڑھے ہوئے تھے۔ یہ تو خشکی کی فوج تھی جس کے مقابل سمندر میں نہایت ہی سُہر مند فیلیقی جہاز ان تھے۔ طلوع ہونے والے سورج کی شعاعوں میں اپنے جہازوں کو حرکت دے رہے تھے خلقت کے اس مجمعِ عظیم کو دیکھ کے کیخسرو کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے اور دل میں یہ خیال گذرا کہ چند ہی سال کے اندر ان تمام لوگوں میں سے ایک بھی روئے زمین پر باقی نہ ہوگا۔ مگر یہ ایک وقتی خیال تھا۔ عبرت ہوئی مگر یہ نہ ہوا کہ اُس کی اولوالعزمی کے حوصلہ میں ذرا بھی فرق آتا، یا جس خلقتِ عظیم کو تقدیری فیصلہ کی طرٹ لیے جاتا تھا۔ اُس میں سے ایک متنفّس کے بچائے کی بھی کوشش کرتا اسی اثنائیں اہل یونان نے جن کا حوصلہ اٹھوں کی فتح سے بڑھ گیا تھا۔ اس خطرے کا سامنا کرنے کے لئے باہم ایک کر کے کونسل کی اطاعت قبول کر لی جو کہ کونسل میں بحث ہوئی تھی۔ پہلا مقام جس کے بچانے اور جہاں جم کے لڑنے کا انھوں نے ارادہ کیا۔ وہ تھروپی لے تھا۔ یہ کہ اسے ٹانگی نہایت تنگ گھاٹی تھی اور خشکی کی راہ سے ارضِ یونان میں داخل ہونے کا ایک ہی راستہ تھا۔ اس لئے کہ اس راستہ کے سوا اور سب طرٹ ناقابلِ گذر کوہستان تھا۔ اور ساحلِ بحر کے قریب ایسی گہری دلدل تھی کہ اُسے طے کر کے پار سونا بالکل غیر ممکن تھا۔

اسپارٹا کے دو بادشاہوں میں سے ایک کے ذمہ جس کا نام تھے مہوٹی ڈاس تھا، یہ خدمت کی گئی کہ اس گھاٹی کو حریف کے قبضہ سے بچائے اور وہیں ایرانیوں کا مقابلہ کئے

وہ اسپارٹا کے تین سو جوانوں اور دیگر ریاست ہائے یونان کے چند اور گروہوں کو لے کے
تھرموپلی لے میں پہنچا۔ ایرانیوں کے لشکر کا دریاے وناج جب یہاں تک پہنچا تو انہوں
نے گھاٹی کے اندر ان چند اسپارٹا والوں کو اس حال میں دیکھا کہ بعض تو اپنے ہتھیاروں
کو گرہ رکھ کر چمک رہے ہیں اور بعض بالوں میں نگھمی کر رہے ہیں جیسا کہ ہر لڑائی کے پیشتر
ان کا معمول تھا کینخسرو نے ایک آدمی بھیج کے انہیں حکم دیا کہ یہاں حاضر ہو۔ اور
ہتھیار ڈال دو۔ اے ادنیٰ ڈاس نے جواب اسپارٹا کے مذاقی کا مکمل نمونہ تھا۔ کمال سادگی
اور بے پردائی سے جواب دیا: ”تو آپ خود ہی آ کے لے لیجئے“

اس جواب کے بد کینخسرو میں بھلا غصہ کی کہاں تاب تھی۔ فوراً حملہ کا حکم دے دیا۔ مگر
بادجو ویکہ ایرانی سلسل تین روز تک حملہ اور یورشیں کرتے رہے کسی طرح تاب نہ ہو سکے۔ یہ
ایک تنگ مقام تھا جہاں فقط چند ہی آدمی ایک وقت میں سامنے ایک مقابلہ کر سکتے تھے۔
اس سبب سے ایرانی اپنی کثرت سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ مشرق کے خود مختار شہنشاہ کے
سپاہی جو غلاموں سے زیادہ وقت نہ رکھتے تھے بار بار حملہ کرنے کے لئے ہٹکائے اور بڑھائے
جاتے تھے۔ مگر سن اس لئے کہ ان چند آزاں و بہادروں کے ہاتھ سے زخمی ہو کے اور کاری
دار کھاکے جانیں دیں جو اپنے وطن اور اپنے بال بچوں کی حمایت میں سچے دل سے لڑ رہے تھے
کینخسرو کو یہ حالت دیکھ کے غصہ بھی تھا اور ایک گوناناؤ میدی بھی اس کے دل میں پیدا ہو چلی
تھی۔ اسی اثنا میں یونانیوں کا ایک قومی نمک حرام جو اس ملک کا رہنے والا اور اس
سرزمین سے خوب واقف تھا ایرانی لشکر گاہ میں آیا اور ایرانیوں سے کہا: ”میں آپ کو
ایک اور راستہ سے جو ذرا چکر کا ہے پہاڑ کے اُس پار پہنچا دوں گا۔ اور آپ کو
موقع حاصل ہو جائے گا کہ ان اسپارٹا والوں پر آگے پیچھے دونوں طرف سے حملہ کر کے
انہیں مغلوب و مقہور کر دیجئے“

اس کے دو سے دن صبح تڑکے کی ادنیٰ ڈاس کو خبر پہنچی کہ حریف کو راستہ مل

گیا۔ اور اب دشمنوں پر کوئی زور نہ چل سکے گا۔ بلکہ وہ قطعاً غالب آجائیں۔ اگرچہ اسے ابھی واپس جانے کا موقع حاصل تھا۔ مگر یہ بات اسپارٹا والوں کی عادت و شان کے خلاف تھی کہ کڑائی میں دشمن کی طرف سے منہ پھیریں۔ خلاصہ یہ کہ لی ادنیٰ ڈاس مع اپنے تین سو اہل اسپارٹا اور سات سو تھیس پیادوں کے ایک ہزار ہیرائیوں کے جنھوں نے مرتے دم تک رفاقت کا وعدہ کیا تھا اپنے دوستوں سے رخصت ہوا اور مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ آخر کار پشت کی طرف سے بھی ایرانی آپہنچے اور دونوں جانب سے اُن پر زور ہوا۔ اب یونان کے ان ایک ہزار بہادروں پر ہزاروں برہمنوں اور گھوڑوں کی دہری بار پڑ رہی تھی۔ سب سے پہلے لیونی ڈاس مارا گیا۔ جس کے گرنے ہی اس کے دنا دار اہل اسپارٹا نے اُس کی لاش بچانے کی کوشش کی اور سب اسی کوشش میں لڑتے ہوئے اپنے سردار کی لاش کے گرد ڈھیر ہو گئے۔ مگر اپنے خون کا انتقام انھوں نے مرنے سے پہلے اپنی زندگی ہی میں لے لیا اس لئے کہ ان سر بخت جانبازوں کی لاشوں کے گرد ایرانیوں کی لاشوں کا بھی ایک بڑا بھاری انبار لگا ہوا تھا۔ اور دونوں جانب کے مقتولوں میں تعداد کا جو نمایاں فرق تھا وہ ان پرانے یونانیوں کی عظمت کو دہشت دینا تک برقرار رکھے گا۔

فصل سوم

سیحسرو کی شکست ۵۵۰ قبلِ محمد سے ۱۰۳۶ قبلِ محمد تک

تھرموپلی کے لے گھٹائی کے ہاتھ سے نکل جانے کی خبر پہنچی تو کوئٹھ کی کونسل نے ارادہ کیا کہ جزیرہ نمائے کوئٹھ اور یونان کے درمیان میں جو خاکناے واقع ہے اس میں اس سرے سے اُس سرے تک ایک دیوار کھینچ کے علاقہ چلے لے پون نے سوس کی حفاظت کریں۔ اس تجویز کی رو سے اے فی نیا جو اسی طرف واقع تھا۔ گویا دشمنوں کے ہاتھ میں دے دیا گیا تھا اور اس کے تباہ و سمار ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ لہذا لوگوں نے دل فی میں جا کے

نال دیکھی اور دیوتا کے سامنے یہ سوال پیش کیا کہ ”اس نے والی آفت سے بچنے کی کون تدبیر کر رکھی؟“
جواب ملا کہ ”اس شہر کی قسمت میں تو تباہ ہی ہونا ہے۔ مگر ایک چوہی دیوار اہل شہر کو بچالے گی۔
اور شہر سلاطین میں عورتیں لاؤ لہد ہو جائیں گی۔“

اب اس جواب کے معنی لگائے جانے لگے۔ بعض نے خیال کیا کہ چوہی دیوار سے مراد یہ ہے کہ شہر اثنبہ والے آئے کر دیولیس میں جا کے پناہ لیں جو ایک دفعہ لکڑیوں کا ایک جنگلہ چاروں طرف قائم کر کے کسی حریف کے حملوں سے بچا یا گیا تھا۔ لیکن تھے مس تو قلیس نے انہیں یہ خیال دلایا کہ اُن کی لکڑیوں کی دیوار سے مراد اُن کے جنگلی جہاز ہیں۔ اور اس نال کا یہ مطلب ہے کہ ہم سب شہر سے نکل جا کے جہازوں پر چلے جائیں۔ سو اُن چند لوگوں کے جنہیں پہلی رائے سے اتفاق اور شہر ایکرو دیولیس میں پناہ ملنے کا یقین تھا۔ سب نے آخری تجویز کو پسند کیا کہ جہازوں پر جا کے پناہ لیں۔ چنانچہ عورتیں اور بچے تو جہازوں پر لا دلا دے مگر آئے جی نا اور مرنے سے نہ نہیں پہنچا دیے گئے اور مرد جہازوں پر لا رہے کہ باقی ماندہ یونانی بیڑے کے قریب ٹھہرے جو جزیرہ سالامیس کے پاس تھا۔

اب ایرانیوں نے آگے بڑھ کے شہر اثنبہ کو بغیر اس کے کہ کوئی مقابلہ و مزاحم ہو سہارا کر دیا۔ مکافوں میں آگ لگا دی مورتیوں اور تمام آرائش کی چیزوں کو لوٹ لیا اور دوسری طرف ساحل پر اُن کا بیڑہ اس محفلت و شان سے اور ایسے کثیر التعداد جہازوں کو لئے ہوئے سالامیس کی جانب بڑھا کہ بعض یونانی ہمت ہارنے لگے۔ اور اُن میں تجویزیں ہونے لگیں، کہ جب تک ایرانی جہاز خلیج تونی اوم میں پہنچیں پہنچیں ہم اپنے جہازوں کو کہیں اور بھجکا لے جائیں وہ اسی تذبذب اور تردد کے عالم میں تھے کہ کسی اجنبی شخص نے آگے تھے مس تو قلیس کو الگ بلوایا۔ یہ آؤں تے دیں تھا جس نے اپنے وطنی حریف سے کہا ”تھے مس تو قلیس ہم تو آپس میں جیسے دشمن ہیں ویسے ہی دشمن بنے رہیں۔ لیکن ہمارا تمہارا مقابلہ اس بات میں ہو کہ وطن کی بہترین خدمت کون کر سکتا ہے۔ میں یہ کہنے کو آیا ہوں کہ یہ گفتگو فضول ہے کہ

تالا میس کو چھوڑ دیا جائے یا نہ چھوڑا جائے کیونکہ اب ہم چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہیں اور اسی صورت میں بھاگی بچ سکیں گے جب کہ دشمنوں کے جہازوں کی صفیں توڑ کے اپنا راستہ نکالیں۔

اور یہ بالکل سچ تھا۔ اس لئے کینخسترو کے جہازوں کا بیڑا سر پر آ پونچا تھا اور اس نے پورا محاصرہ کر کے خلیج کا راستہ ایسا بند کر دیا تھا کہ آرس تی دیس بھی بڑی مشکلوں سے راستہ کے اندھیرے میں یہ خبر دینے کے لئے آسکا تھا۔ اس بحری لڑائی کا تماشا دیکھنے کے لئے کینخسترو نے قریب کے سلسلہ کوہ کی ایک بلند چوٹی پر اپنا تخت بچھوایا تھا تاکہ اپنے بہادروں اور جہاز رانوں کی فہمندی کا تماشا دیکھے۔ مگر جو تماشا اُسے نظر آیا وہ اس کی اُمید و آرزو کے بالکل خلاف تھا۔

اس دریائی لڑائی میں حملہ کی ابتدا ایرانی سپاہیوں نے کی اور بہت جلد دیکھتے ہی دیکھتے اُنھوں نے کامل فتح حاصل کر لی۔ تقریباً دو سو جہازوں کو اُنھوں نے ڈبو دیا یا پکڑ کے اپنے قبضہ میں کر لیا باقی ماندہ جہاز ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور بھاگے۔ کینخسترو کا اتنا بڑا نقصان ہوا تھا اور اس معرکہ میں اپنی قیمت یوں ناگہان بڑھتی نظر آئی تھی کہ اُسے خود اپنی جان خطرے میں نظر آئی۔ اور ہوا اس کے اُس سے کوئی بات نہ بن پڑی کہ اپنے بیڑے اور فوج کے ایک حصہ کو اپنے والی اور سترپ مردونی اوس کی ماتحتی میں چھوڑ کے ایران واپس چلا گیا۔ مردونی اوس نے موسم سرتاھستی میں بسر کیا۔ اور اُس کے بعد پھر فوج لے کے جزئی یونان کی طرف بڑھا پہلا لہجہ کئے تاریخی میدان میں حریت سے مقابلہ ہوا۔ اس لڑائی میں بھی قسمت مشرقی حملہ آوروں کے خلاف تھی۔ اسپارٹا والوں نے اپنے بادشاہ پرسیاسی اس کے زیر علم اور مردونیوس میدان میں مارا گیا۔ اس موقع پر یونانیوں نے سونے اور جواہرات کی مقدار کثیر۔ نرم دنازک تالینوں، گتھوں اور ہر قسم کے مشرقی سامان عیش کو شکست خوردہ ایرانیوں کی لشکر گاہ میں پہلے پہل دیکھا۔ اور اُن چیزوں پر نفرت و حقارت کی نظر ڈالی۔ کیونکہ انھیں چیزوں

کی وجہ سے ایرانیوں کو نقل و حرکت میں بڑی زحمتیں اور دشواریاں پیش آیا کرتی تھیں۔ قسمت بختیہ السیف ایرانی جو بڑی مشکوں سے جابربہرہ ہو سکتے تھے اپنی جائیں لے کے ہتھیار اور تھریں میں ہو پئے اور وہاں سے بڑے بھاری نقصان اٹھائے اور طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنے کے بعد انھیں وطن کی صورت دیکھنا نصیب ہوئی۔

ان بلاؤں کے دغ ہونے کے بعد اہل اثبتیہ اپنے پیارے شہر میں واپس آئے اور اُس کی مہدم اور ویران عمارتوں کو انھیں پہلے آثار پر پھر تعمیر کیا۔ اور پہلے سے زیادہ شان و شوکت کے ساتھ قائم کیا۔ محض اس وقت لیس نے شہر کے از سر نو تعمیر کرنے اور خوش ٹانہ بنانے میں اپنے بیش بہا مشوروں سے بڑی مدد دی۔ لیکن اس کا فرامانی میں اس کا حوصلہ اور اس کے دعوے روز بروز بڑھتے جاتے تھے اور یہ چیز اہل شہر کو ناگوار گذری۔ چنانچہ ۲۸۰ قبل مسیح میں وہ یونان سے جلا وطن کر دیا گیا۔ تقریباً اسی زمانہ میں اسپارٹا کا حکمران پوسانی آس جہ اپنی منقسمہ حکومت اور صرف برائے نام بادشاہی سے خوش نہ تھا۔ اس بات کی سازش کرتا نظر آیا کہ خیر و پھر یونان پر چڑھائی کرے مگر جیسے ہی دیکھا کہ سیرا جرم کھل گیا ہے بھاگ کر ایک مندر میں چھپ رہا۔ اسپارٹا والوں کو اس کی جرأت تو نہ ہوئی کہ اُسے شوالے سے زبردستی نکالیں مگر چاروں طرف سے گھیر لیا اور باہر نکلنے کے سب راستے بند کر دیے۔ چنانچہ وہ اُسی بُت خانہ میں فاقہ کر کے اور سوکھ سوکھ کے مر گیا۔ اس سازش میں تھے مس تو ق لیس بھی شریک تھا۔ جیسے ہی اس کا حال کھلا بھاگی کے علاقہ مولوس میں چلا گیا جو بحر ایدریا ملک کے ساحل پر واقع تھا۔ وہاں کے بادشاہ آدے طوس اس کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ جس کے باعث تھے مس تو ق لیس سے سوا اس کے کوئی تدبیر نہیں بن پڑی کہ اس کے گھر کے اندر گھس گیا۔ گھر کے دیوتاؤں کے درمیان قربان گاہ کا جو آتش خانہ تھا اس پر جا کے بیٹھ گیا۔ بادشاہ مولوس اسی کے ایک ننھے بچے کو پکڑ کے اپنے دونوں گھٹنوں میں دبا لیا اور فریاد کی کہ ”مجھے امان دی جائے“ ملک کلام قاعدہ تھا کہ جو کوئی اس طریقہ سے پناہ مانگتا اس کی درخواست قبول کرنے میں

تال نہ کیا جاسکتا۔ الغرض یوں تھے مس تو قلیس خود اپنے ایک جانی دشمن کی پناہ میں آ گیا۔ چند روز بعد وہ یہاں سے بھاگ کے دارائے عجم کے پاس ایران میں پہونچا جو اس نہایت لطف و کرم کے ساتھ پیش آیا اور یونان کے فتح کے متعلق اس نے جو نبی تدبیریں بتائیں ان کو ماجدارِ عجم نے بڑے شوق سے سنا۔ دربارِ ایران میں اس کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ بادشاہ کے درمیان خاص میں شامل ہوا اور بڑے نزک و احتشام اور شان و شوکت سے رہنے لگا۔ لیکن باوجود اس عالمی مرتبگی اور عیش و عشرت کے اس کے کائنات پر سے بار نہ ہٹتا تھا۔ خود اپنی نظر میں حقیر تھا۔ اور دل سے یہ خیال نہ مٹتا تھا کہ میں اپنی قوم سے دغا بازی کرنے والا بد نصیب جلا وطن ہوں۔ اور یہ روحانی تکلیف کسی طرح دور نہ ہوئی تو خود ہی زہر کھا کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

اس کے مقابل اس کی دس مادی کا معاملہ بالکل جداگانہ تھا۔ ہم وطنوں کی ناراضی اُسے بھی برداشت کرنی پڑی۔ مگر اُس نے اُسے اور ہی طریقہ سے برداشت کیا۔ اپنی فیاضیو سے اُس نے لوگوں کو با در کرا دیا کہ میرے حق میں کیسی نا انصافی کی گئی تھی۔ پھر وطن میں واپس آنے کے بعد جب اس نے ملک کی عظمت و ناموری کو برقرار رکھنے میں اپنے استقلال کو ثابت کر دیا تو اُس کی خیر خواہی وطن کا ہم وطنوں کو اور زیادہ یقین ہو گیا۔ آخر اطمینان و عزت کی ایک طوفانی زندگی بسر کرنے کے بعد اُس نے اپنی راستبازی کی پاک و صاف زندگی ختم کی۔ اور اپنے واقعات زندگی کو ملک کے حق میں ایک اعلیٰ درجہ کا قانون بنا گیا۔

مختصر ۲۶: قبل محمد میں مر گیا۔ اور اس کا بیٹا ارتاز کشنیر (ار جاسپ) جو کہ لون جی مانوس۔ یعنی کچھ بازوؤں والے کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ باپ کی جگہ سر پر آئے اسے سلطنت ہوا۔ تو آقا میں یہ دونوں بادشاہ آشوریش کے نام سے یاد کیے گئے ہیں اور انھیں میں سے ایک حسین اسرائیلیہ ملکہ ایتھر کا شوہر تھا۔ گو یہ امر یقینی طور پر نہیں بتایا جاسکتا کہ وہ باپ تھا یا بیٹا۔

مگر جو کچھ واقعات بیان کیے گئے سب یونانیوں کی زبانی ہیں جن کی وقعت دولتِ عجم کے مقابلہ میں ادنیٰ درجہ کے چھوٹے چھوٹے زمینداروں سے زیادہ نہ تھی۔ ایرانیوں نے سکندر سے پہلے یونان کو کبھی قابلِ لحاظ ہی نہیں تصور کیا۔ ممکن ہے کہ کسی موقع پر یونانیوں نے دولتِ عجم کے سرحدی دالیوں یا حکمرانوں پر غلبہ حاصل کر لیا ہو لیکن جس اہمیت کے ساتھ تخیرو کی فوج کشی کے واقعات یونانیوں نے بیان کئے ہیں اس سے عائن ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے قومی کارنامے بیان کر کے میں انھوں نے بے انتہا باغیوں سے کام لیا ہے۔ ایرانیوں میں اپنے ملک کی بہت سی تاریخیں موجود تھیں۔ جن کا خلاصہ شاہنامہ فردوسی ہے۔ اس میں ان واقعات کی طرف کوئی محولی اشارہ بھی نہیں پایا جاتا ہے۔

تاہم اس میں شک نہیں کہ اب عشرت پرستی نے ایرانیوں کو بہت عیش طلب اور کاہل بنا دیا تھا۔ اور تخیرو کے بعد پھر ان میں سوانح اہری شان و شوکت اور ترک و احتشام کے فحشہ کی اور الوا العزمی کے واقعات بہت ہی کم نظر آتے ہیں۔ عالیشان محلوں اور حرم سراؤں کی نازک مزاجیوں کی وجہ سے اب ان کا جوش مُردہ ہو گیا تھا۔ اسی کے ساتھ اپنی بے روک طبیعت اور اپنے غیظ و غضب کی وجہ سے وہ سخت بے رحمی کے مظالم کرنے لگے تھے اور ان کی حالت روز بروز زیادہ خطرناک بڑھاتی تھی۔ یہاں تک کہ انتقام کا وقت آ گیا۔ اور ان کی سلطنت تباہ ہوئی۔ اور ان کی حالت کے اس انقلاب نے ہوا کا ایا رخ پلٹا کہ بجائے اس کے تاجدارانِ فارس ائیلینہ پر فوج کشی کریں ایک یونانی حکمران کے دل میں ابل پر حملہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہو گیا۔

چھٹا باب

ریاست ہائے یونان (۳۰۰ قبل محمد سے ۹۳۲ قبل محمد تک)

فصل اول

پے لوپون نے شعیبہ والوں کی لڑائی (۲۰۰ قبل محمد سے ۹۶۵ قبل محمد تک)

ایرانیوں کی حملہ آوری کی تاریخ میں یونان جیسا نظر آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایرانی لوگ باہم متحد ہو جاتے تو پھر انھیں دنیا کی کوئی قوت مغلوب نہ کر سکتی۔ لیکن وہ متحد دھجھوٹی جھوٹی ریاستوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اور ان ریاستوں میں بھی مختلف پارٹیوں کی دخل اندازی کی وجہ سے آئے دن پھوٹ پڑتی رہتی۔ نہ کوئی ایسا ایک اصول تھا جس پر سب کا عمل درآمد ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اپنی قوتیں ان نزاعوں میں ضائع کر دیں۔ اور کوئی ایسا کام نہ کر سکے جو ان کے بڑے بڑے کارہائے نمایاں کے قیام ہوتا۔ اور آخر کار تنزل میں پڑ گئے غرقوں کے ماتحت اور مطیع فرمان ہو گئے۔

زکریا بن زکریا کے ناکام واپس جانے کے بعد کا زمانہ ایشیہ والوں کی تاریخ کا روشن ترین زمانہ تھا۔ تین بڑے ٹریجڈی (پر حسرت نظمیں) لکھنے والے مصنفین اس چلی دس سو فوق لیس اور آری پی دس لے اسی زمانہ میں اپنی نظمیں تصنیف کیں۔ ہے رود و دوس نے عین اسی عہد میں اپنی تاریخ تکمیل کو پہنچائی۔ حقوق دی دس انھیں دس اپنی تصنیف کا آغاز کر رہا تھا۔ فی دس آس۔ اسی وقت اپنی بے نش بت تراشی کا کمال دکھا رہا تھا۔ اور پی ری تلیس جو دنیا کے قابل ترین اشخاص میں شمار کیا جاتا ہے اسی دور میں عام ملکی معاملات میں لوگوں کی رہائی کو رہا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں الوا العزمی تھی اور عظمت و شوکت کا شوق رکھتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اپنے شہر اور ملک یونان کے ساتھ سچی محبت رکھتا تھا۔ اور اس میں ایشیہ

والوں کے دل اپنے ہاتھ میں لے لینے اور اُن کو اپنا فریفتہ کر لینے کی ایسی اچھی قوت تھی کہ درمیان میں جو تھوڑا سا فرق پڑ گیا تھا اُس کے سوا چالیس سال تک برابر وہی اُن کی فسلوں کو چلاتا رہا۔

اِٹینیہ اور اسپارٹا والوں میں مدت سے ایک رقابت پیدا ہو گئی تھی۔ فقط اُس قی دئیں اور اس کے دیگر عقائد اہل اِٹینیہ کے تحمل و بردباری کا نتیجہ تھا کہ اس بارے میں کوئی جھگڑا نہیں پیش آیا کہ دو کون شہروں میں سے کس کو قوتیت حاصل ہے اور کس کی عظمت زیادہ مانی جائے۔ لیکن آخر کار مسلمانہ قبل محمد میں کو زتھ اور یونانی جزیرہ کو تسی را میں جسے فی الحال کورفو کہتے ہیں ایک نزاع پیدا ہوئی۔ اسپارٹا والوں نے کو زتھ والوں کی طرف داری کی اور پتے ری فلیس کے اُبھارنے سے اِٹینیہ والے اُس جزیرے والوں کے حمایتی بن گئے۔

اس بنا پر جو لڑائی شروع ہوئی وہ مسلسل ستائیس برس تک قائم رہی جو کہ تاریخ یونان میں جنگِ پتے لوپون نے تھی ان کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ پتے ری فلیس لڑائی کے اختتام تک زندہ نہیں رہا کہ جس تباہی کا وہ باعث ہوا تھا اسے خود اپنی آنکھ سے بھی دیکھا۔ اُن دنوں اتفاقاً اِٹینیہ میں ایک ہیبتناک طاعون پیدا ہوا اور یہ حالت ہو گئی کہ مکانات ہی نہیں سڑکیں اور بت خانے تک لاشوں سے پٹے پڑے تھے۔ اسی طاعون میں تیسری فلیس کا سارا خاندان ختم ہو گیا اور جب گھر میں اور کوئی نہ رہا تو خود مبتلا ہوا اور معمول سے زیادہ تکلیفیں برداشت کر کے نذر اجل ہو گیا۔ مرنے سے چند روز پیشتر اس کے چند احباب اس کے بسترِ مرگ کے گرد جمع ہوئے اور اس کے کارنامے بیان کرنے لگے۔ وہ بتا رہے تھے کہ اسے کیسی کیسی فحشیں حاصل ہوئیں اور اس کی ذات سے اِٹینیہ والوں کو کیا کیا فائدے پہنچے۔ اثنائے کلام میں اُنھوں نے کہا: ”آپ نے اِٹینیہ کو اتنی اور ایسی عمارتوں سے آراستہ کر دیا کہ کہاوت ہو گئی ہے۔ اس شہر کو آپ نے ایٹلوں سے نہا ہوا پایا

تھا اور نگ مرم کا بنا ہوا چھوڑا۔ "پیری قلیس نے اس کا جواب دینا چاہا۔ بڑی دقت سے کمزوری کو دبا کے اپنے میں جواب دینے کی قوت پیدا کی۔ اور کہا "جس چیز کو میں اپنی سب سے بڑی اقبال مندی سمجھتا ہوں اُسے تم بھول ہی گئے؟ میرا سب سے بڑا یہ کام ہے کہ آج تک آئینیہ کا کوئی رہنے والا میرے سبب سے غم و اندوہ میں مبتلا نہیں ہوا۔ اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اقتدارات حاصل کرنے کے تمام جھگڑوں میں میرا طرز عمل ہمیشہ یہ رہا کہ اپنے حریفوں کی بھی جان خطرے میں نہ پڑنے دیں۔

اُس کے بعد آئینیہ میں اس کی سی قابلیت کا کوئی شخص نہیں موجود تھا کہ اس کا جانشین ہو۔ نوجوان آل سی پی آڈیس جو اس کا پیش دست تھا۔ محنت و کارگزاری کے لحاظ سے اُس سے کم نہ تھا مگر اس کے ساتھ اُس میں بڑھ بڑھ سکتے باتیں بنانے اور گرم جوشی و خود سری کا مادہ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ لوگوں میں اُسے نہ ویسا سوخ نصیب ہو سکتا تھا اور نہ اس کا اس قدر اعتبار قائم ہو سکتا تھا۔ آل سی پی آڈیس کا باپ اسے کم سن چھوڑ کے مر گیا تھا اور اس کے لئے بہت بڑی دولت و ثروت چھوڑ گیا تھا جس کی وجہ سے اس کے گرد ہمیشہ خوشامدوں کا مجمع رہا کرتا۔ اور ان کی درست و بجا سے اس کے شریفانہ اخلاق بہت کچھ بگڑ گئے تھے۔ وہ نیکی کو پسند کرتا تھا۔ بعض اوقات دیکھے تو اپنے عہد کے زبردست فلسفی سقراط کی شاگردی کا دم بھرنے لگتا۔ اور اس کا پرجوش پیر دین ماتا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس میں ایسی عیش پرستی اور راحت طلبی موجود تھی کہ باوجود سقراط کی شاگردی کا دم بھرنے کے اکثر آئینیہ کا ایک نہایت ہی نازکی مزاج نفس پرست نوجوان بن جاتا۔ اس کی فضول گوئیاں تمام لوگوں میں مشہور اور عالم آسرا ہو رہی تھیں۔ شکل و صورت اور وضع و قطع کے لحاظ سے نہایت ہی خوش رو اور خوش وضع تھا۔ اس کا لباس تمام اہل شہر سے زیادہ قیمتی اور پُر تکلف ہوتا۔ اس کے اسلحہ شکن میں بڑی قدر سے دیکھے اور نہایت قیمتی سمجھے جاتے۔ اُس کے خود پر سونے کا قلع چڑھا ہوتا اور اس کی ڈھال طلا کی کام اور ہاتھی دانت کی پچھلیاری سے آراستہ ہوتی۔ باوجود ان سب باتوں کے اس کی

بے عقلی کی پالیسی نے گھر کے اندر ہی اُس کے بہت سے دشمن کھڑے کر دیے۔

مذکورہ بالا لڑائی میں جو سب سے بڑی کارگزاری اثنینہ والوں نے دکھائی وہ مقام تھی راتوسہ پرتھی۔ یہ جزیرہ صقلیہ (سسیلی) کا ایک مقام تھا جو ڈوید والوں کے جابنے سے آباد ہوا تھا۔ اس نهم پر جو فوج بھیجی گئی وہ تین افسروں کے زیرِ کمان تھی۔ ایک تو یہی آل سی بیڈیس۔ دوسرا آئی آس اور تیسرا ایک اور سردار جسے کچھ زیادہ نمودنیں حاصل تھی۔ آئی کا جو شرک گئی تھی اس کے کنارے کنارے سیلوں کی جگہ پر ہنس اعظم کی مورتیں نصب ہوتی چلی گئی تھیں۔ آل سی بیڈیس کے کوچ سے عین پیشتر ایک صبح کو یہ تماشا نظر آیا کہ کسی نے اُن سب مورتوں کو بگاڑ دیا اور ان کی حیثیت خراب کر دی۔ بادی انظر میں یہ کسی بدست ادب اش کا کام تھا۔ اور یہ خیال کر کے کی کوئی وجہ نہ ہو سکتی تھی کہ اس میں آل سی بیڈیس کو بھی کچھ دخل ہے۔ لیکن جب وہ تھی راتوسہ کے ارادے سے ہجازوں کا لشکر اٹھا چکا تو اس کے دشمنوں نے عوام کو یقین دلادیا کہ اس دینی بے ادبی اور مذہبی گستاخی کا بانی مانی آل سی بیڈیس ہی ہے۔ اس خبر سے لوگ برا بیگنہ اور برا فروختہ ہو ہی رہے تھے کہ یہ خبر بھی اڑا دی گئی کہ وہ سلطنت اثنینہ کے خلاف سازش کر رہا تھا۔

یہ الزام اگرچہ بالکل بے بنیاد نہ تھا۔ مگر اس کے خلاف شورش کرنے کا یہ وقت نہ تھا لیکن اثنینہ والوں کے دلوں میں اس کے خلاف اس قدر غصہ بھڑک اٹھا تھا کہ اس کا گھر بار لوٹ لیا اور مندروں میں پُجاریوں کو بلا کے کہا کہ اُس پر لعنت بھیجیں۔ تمام راہبہ عورتیں تو فوراً اس کارروائی کے لئے آمادہ ہو گئیں مگر ایک نے مائل کیا اور کہا ”میرا کام دُعا دینا ہے گالیان دینا نہیں۔“ ان بے اعتدالیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ آل سی بیڈیس کو مجبوراً صقلیہ میں یونانی فوج کی افسری سے دستبردار ہونا پڑا۔ حالانکہ یہ وقت تھا جب کہ معرکہ آرائی اور لڑائی میں وہ نہایت ہی ممتاز ثابت ہو رہا تھا۔ اپنی افسری کا چارج دیتے ہی وہ صقلیہ سے روانہ ہو کے اپارٹا میں چلا گیا اور اپنے وطن کے دشمنوں سے دوستی پیدا کر لی۔

آل سی بیادیس کے چلے جانے کے بعد متقلیہ میں لشکر اثنینیہ کا سپہ سالار تھی قیاس تھا۔ اس کی کارروائیاں نامناسب پڑیں اور اہل اثنینیہ کے سوانا کامی و نامراد دی اور مصیبتوں کے کچھ نصیب نہیں ہوا۔ اور آخری انجام یہ ہوا کہ اہل اثنینیہ کو بیڑے کو ایک بڑی بحاری بحری لڑائی میں اپنا رٹا والوں کے بیڑے نے پوری شکست دے کے کشتہ تباہ کر دیا۔ اور یہی واقعہ اُن کی تباہی و بربادی کا باعث ہوا۔ اُن کی جو فوج خشکی میں اُتر کے لڑ رہی تھی اس کے پاس واپس وطن آنے کے ذرائع باقی نہیں رہے اور تقریباً سب بے کار ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد قید کر دے گئے۔ قیاس قتل کیا گیا۔ اور باقی ماندہ اسروں کو قید خانے میں ڈال دینے کے بعد اُن کی طرف سے ایسی غفلت کی گئی کہ وہ غریب بھی قید خانہ میں نذر اجل ہوئے۔ چند اہل اثنینیہ جو بھاگ نکلے تھے ادھر ادھر محراتے پھرے مگر بے کسی اور فاقہ زدگی میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مرے۔ اور کہتے ہیں کہ اُن میں سے چند گویا رسی پتی ڈیس شاعر کی ڈیڑھ بیڑیوں (جگر تراش نظموں نے موت سے بچالیا۔ اس لئے کہ جزیرہ متقلیہ کے یونانی اُس کی نظموں کو پڑھ کے ایسے خوش ہوتے تھے کہ جو کوئی اس کے ڈراما کو کوئی حصہ انھیں سنا دیتا اُسے خوش ہو کے کھانا اور پناہ دے دیا کرتے۔

اب ایرانیوں کو نظر آیا کہ اہل یونان میں پھوٹ ڈالنے سے انھیں کامیابی کا پورا موقع حاصل ہو جائے گا۔ لہذا انھوں نے کمزور جماعت کی مدد کی۔ تاکہ غالب گروہ کا جوش اور بڑھے اور اپنا رٹا والوں کو اس میں شرم نہ آئی کہ دارا سے ایران فتح ہوئے دوسرے بیٹے سائیروس سے جو ان دنوں لیڈیا کا عامل دسترپ انھما انھوں نے ثروت کے طریقے سے روپیہ لے لیا اور اس امداد سے انھیں اثنینیہ والوں پر کامیابی کے دو ایک موقع حاصل ہو گئے۔ اور اسی کی بدولت اہل اثنینیہ کی مجبور آل سی بیادیس کو واپس بلانا پڑا۔ جسے انھوں نے نہایت تعظیم و تکریم سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اُس کے آہانے سے چند روزہ کے لئے اہل اثنینیہ کا ستارہ چمک گیا۔ کئی میدانوں میں وہ مرد میدان ثابت ہوا اور انھوں نے فتح و نصرت کے پھریرے

اڑاے لیکن آل سی بیادیس پرائینیہ والوں کو جو بے اعتباری تھی گئی نہ تھی خالی دب گئی تھی۔ دو ایک کامیابیاں حاصل ہوتے ہی وہ ناراضی پھراُبھری۔ چنانچہ وہ پھر ایشیہ سے نکلا گیا۔ اب کی جودہ گیا تو بجائے کہیں اور جانے کے چند بہادر اور مسلح ہمراہیوں کے ساتھ ایک کوسستانی گڑھی میں جا کے بیٹھ رہا جو کہ تھکے شی آ کے علاقہ چتے صونی سوس میں واقع تھی۔ اور یہیں سے بیٹھ کے اُس نے اپنے وطن اور اہل وطن کی تباہی کا تماشا دیکھا۔

ایشیہ والے بحری قوت میں اپنے حریفوں سے اب تک بڑھے ہوئے تھے۔ اور ان کے ۱۸۰ ہجازوں کے بیڑے نے اپارٹا والوں کے بیڑے پر جو امیر البحر تی مان ڈر کے زیر حکومت تھا ایسا شدید حملہ کیا کہ اپارٹا کے ہجاز متعادل کی تاب نہ لاسکے بے اختیار بھاگے۔ اور ایشیہ کے ہجاز جسے س پانٹ (آبنائے ڈارڈنیلز) تک بھگاتے لیے چلے گئے وہاں پہنچتے ہی اپارٹا والوں نے اپنے ہجاز دریائے آگے گوس پٹاموس (بکریوں والی ندی) کے دہانے کے اندر کر لیے جو کہ ایک چھوٹی سی ندی تھی۔ اہل ایشیہ جب ان کا مقابلہ کرتے ہوئے یہاں پہنچے تو نظر آیا کہ پانی پایاب ہے اور ہمارے بڑے بڑے ہجاز اپارٹا والوں کے ہجازوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ مجبوراً اپنے ہجازوں کو کچھ دور پیچھے ہٹالے گئے اور سد لانے کی ضرورت سے ہجازوں کو چھوڑ چھوڑ کے آس پاس کے مقاموں میں منتشر ہو گئے۔ برابر پانچ دن تک یہی ہوتا رہا کہ ایشیہ والے صبح کے وقت حریفوں کو مقابلہ پر بلانے اور تیسرے پہر کو ہجازوں کو خالی کر کے خشکی پر چلے جاتے۔ آل سی بیادیس نے اپنی قلعہ کوہ کی گڑھی سے ہونٹوں کی اس اندیشہ ناک غلطی کو دیکھا کہ ہجازوں کو غیر محفوظ چھوڑ چلے جاتے ہیں نہ رہا نگار اُتر کے نیچے آیا اور انھیں اس غلطی پر متنبہ کیا جس کا جواب اسے ایشیہ کے جنرلوں سے یہ ملا کہ یہ یاد رہے کہ اب تم ہمارے سردار نہیں ہو۔ آخر جب اس نے دیکھا کہ وہ کسی طرح سمجھتے ہی نہیں تو مایوس ہو کے اپنی گڑھی میں واپس چلا گیا اور انھیں آنکھی

قسمت پر چھوڑ دیا۔

اہل اثینیہ کو اپنی غفلت و ناشکری کی سزا بہت ہی جلد ملی۔ چھپے دن جیسے ہی وہ ہمازوں کو چھوڑ کے گئے۔ کی سان ڈرا اپنے پورے پڑے کو لے کے ایک بلائے ناگماں کی طرح اُن کے ہمازوں پر آ پڑا۔ اثینیہ کے مرت آٹھ ہمازوں پر آدمی تھے باقی سب خالی پڑے تھے۔ ایک افسران آٹھوں ہمازوں کو لے کے جزیرہ قبرس دسائی پر س، کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں پہنچ کے وہ خود نو دہیں ٹھہر گیا مگر ایک ہماز کو واپس بھیجا کہ اہل اثینیہ کے ہمازوں کی خبر لائے کیوں کہ خود اُسے اس کی جرات نہ ہوتی تھی کہ ہم وطنوں کو جا کے اپنی صورت دکھائے۔ اس ہماز کے لوگوں نے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اثینیہ کے سارے ہماز اہل اپارٹا کے قبضہ میں ہیں۔ اُن کے سپاہی جو اس پاس جزیرے میں پھیلے ہوئے تھے دشمنوں کے ہاتھوں میں اسیر ہو گئے اور بڑی ظالمانہ سلگنی سے قتل کئے گئے۔ کی ساڈر امیر البحر اپارٹا نے اس خونریزی میں یہی بدعت ایجاد کی کہ اثینیہ والوں کے امیر البحر کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

اس شکست سے اثینیہ والوں کی قوت اس قدر ٹوٹ گئی کہ اہل اپارٹا نے محاصرہ کر کے اثینیہ کو بھی فتح کر لیا۔ اور اس تاریخی قدیم شہر کی غفلت و وقعت خاک میں مل گئی۔ چند ہی روز میں اپارٹا والوں نے قبضہ کرنے کے بعد اثینیہ کی شہر سپاہ سمار کر دی۔ جو تھوڑے سے ہماز اثینیہ کے قبضہ میں باقی رہ گئے تھے اُن میں آگ لگا دی۔ آتی رے اوس نے جو اثینیہ کی قلعہ بندی کی تھی اُسے بھی منہدم کر دیا اور پُرانا طریقہ حکمرانی بھی منسوخ ہو گیا اور چوہوں (قاصیوں) کے بجائے اب اپارٹا والوں نے یہاں ۳۰ قاضیوں کی ایک کونسل قائم کی جن لوگوں کو برکتہ سخت اہل اثینیہ "۳ جابروں" کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے یہ لوگ ایسے بے رحم اور سنگدل تھے کہ جتنی خونریزی چاہتے تھے ان کے دل سے باہر آتی تھی۔ ۲۷ سال کے اندر نہ ہوئی تھی۔ اتنی آٹھ مہینہ کے اندر ہو گئی۔

فصل دوم

سقراط اور فلسفہ یونان ۹۷۳ قبل مسیح

ان ۳۰ جابروں ہی کے عہد میں آل سی بیاڈیس فری جیامیں اردالا گیا اور خیال کیا جاتا ہے کہ وہ انھیں جابروں کی سازش سے قتل ہوا۔ قاتلوں نے اُس کے گھر میں آگ لگا دی اور چونکہ کسی کو اس کی تلوار کی زدیں آنے کی ہرارت نہ ہوتی تھی اس لئے اس پر چاروں طرف برہمیوں کا ایک سیٹھ برسا کے اسے مخلوب کیا۔ اور یوں کمزور کر کے اس کی ضائع شدہ خدمات ملکی اُس کی نسختہ امیدوں اور اس کی محنتوں کی زندگی سب کا خاتمہ کر دیا۔ ان ۳ جابروں کے ہاتھ سے ایتھین کے بہت سے شریعت ترین روماء و عقلا جلا وطن کئے گئے جو باقی رہے وہ بھی کسی طرح اس ظالمانہ حکومت کو برداشت کر سکے اور خود ہی وطن چھوڑ کے چلے گئے۔ ان وطن پرست جلا وطنوں کا غریب الوطنی میں دل نہ لگا۔ سب نے غربت ہی میں اتفاق کیا۔ اور ہتھیار لے کے اٹھ کھڑے ہوئے اور آخر لڑ بھڑ کے بڑے شمشیر ایتھین میں داخل ہوئے ظالموں کو نکال باہر کیا اور ایتھین میں پھر وہی سولن کا قانون حکمرانی جاری ہو گیا۔

وطن پرستی ہی نے اب ان لوگوں میں اس بات کا شوق پیدا کیا کہ پرانے خیالات پرانی باتوں اور پرانے اوضاع و اطوار کو پھر زندہ کریں اور ان طریقوں کو از سر نو جاری کریں جن کے مطابق اُن کے نامور بزرگوں کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ یہ شوق زیادہ تر اس تنا پر مبنی تھا کہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت اور اپنے گزشتہ جاہ و جلال کو پھر حاصل کریں اور قوم میں دوبارہ جوش پھر پیدا کر دیں جو زمانہ سلف میں نظر آتا تھا۔ مگر یہ اُن کی غلطی تھی۔ کیونکہ اعادہ معدوم بحال ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی یہ آرزو رسم پرستی بن گئی۔ اور جو کوئی شخص اُن کے خیال میں کوئی نئی بات کہتا یا یہ سمجھتے کہ وہ انھیں کسی نئی تہذیب کی جانب

متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے دشمن ہو جاتے۔

قبسیتی سے اسی عہد میں سقراط پیدا ہوا۔ جو بت پرستوں میں ایک موجد اور ان کا بت پرانطسفی تھا۔ گو وہ بت پرستوں ہی کے زمرے میں تھا۔ مگر اُسے بت پرست کہنا اُس کی توہین ہے۔ اُس کی پاک اور سچی زندگی سے ایک نورانیت نمایاں ہوئی اور معلوم ہوتا ہے کہ رمز توحید اس پر منکشف ہو گیا تھا۔ اسے اس عقیدے کا یقین ہو گیا تھا کہ صرف ایک خدا برتر ہے جو سب کا حاکم اور خالق ہے نیکی کو وہ پسند کرتا ہے اور بُرائی کو ناپسند۔ نیک لوگوں کا وہ حامی ہے۔ اور انھیں نیکی کا وہ صلہ دیتا ہے۔ اس میں نہ تثلیث تھی اور نہ صنم پرستی۔ خداوند جل و علانے اپنے کلام پاک قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ”کوئی آمت نہیں جس میں ہم نے ہادی و پیغمبر نہ پیدا کئے ہوں۔“ اس وعدہ قرآنی کے مطابق کوئی تعجب نہیں اگر سقراط بت پرستان یونان کا پیغمبر حق ہو کیونکہ اُس کے عقائد ہی نہیں اُس کے کارناموں سے بھی شانِ پیغمبری نمودار ہوتی ہے۔ تاریخ میں اُس کی بعض اعتقادی لغزشیں بھی بتائی گئی ہیں۔ مگر ممکن ہے وہ غلط اتہامات ہوں۔ اور صحیح بھی ہوں تو اُن کی بنا پر ہمارے دل سے اس کی عظمت کا نقش نہیں مٹ سکتا۔ اُس کا قول بتایا جاتا ہے کہ ”انسان کی عمر اس کیلئے کافی نہیں ہے کہ خود اپنی فطرت کے راز در وجود باری تعالیٰ کے مسئلہ پر غور یا ان خیالات کی طرف توجہ کرے۔“ اسی اصول کے مطابق وہ بجائے اس کے کہ گنہ باری تعالیٰ کی جستجو میں منہمک ہو اُس اور وحدت کی شواہد سے مستقل طور پر نفع اٹھانے میں مصروف رہا۔ ہر حالت میں وہ نیکی کے اصول کا پابند رہا۔ بت پرستوں کے معبدوں اور یونانیوں کے عام محبوں میں وہ روزِ جا کے انھیں توحید و اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دیتا اور اسی کوشش میں مصروف رہتا کہ ہم وطنوں کے دلوں کو پاکیزہ بنا کے رمز وحدت سے منور کر دے۔

وطن کی حمایت میں وہ بڑی بہادری، جان بازی اور نام آوری سے لڑ چکا تھا۔ اور اپنے شاگرد آل سی سیاطیس کی جان ایک مرتبہ اس دلیری سے بچائی تھی کہ وہ زخمی ہو کے

بگڑا اور یہ دشمنوں کے زمرہ میں گھس کے کمالِ تنور و شجاعت سے اُسے اٹھالایا، لیکن بد قسمتی سے ۳۰ جباروں میں سے بھی ایک شخص اُس کے پند و نصائح سن کے اس کا شاگرد اور معتقد ہو گیا تھا جس کی وجہ سے بے وقوف اہلِ اثینہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ معلوم ہوتا ہے سقراط اس جو روشِ تشدد کو پسند کرتا ہے جو ان جباروں کے ہاتھوں ہم پر ہو رہا ہے اسی بنیاد پر اثینہ والوں میں اُس کی طرف سے ناراضی پیدا ہوئی۔ چنانچہ اس عہد کے با مذاق شاعر آرس توخامیس نے اپنے ایک سفرِ ہن کے ناولک میں اس کا بڑا مضحکہ اڑایا جس میں سقراط اس حال میں دکھایا گیا ہے کہ چھ نوخیز لڑکوں کو بہکا رہا ہے کہ خبردار اپنے باپ کا کہنا نہ مانتا۔

مشترکین کا یہ خیال جو قرآن پاک میں بتایا گیا ہے کہ ”إِنَّا وَجَدْنَا عَلَیْکُمْ آسَاءَ عَاۡلَمٍ“ ہم نے اپنے باپ دادا کو بھی کرتے دیکھا، ہمیشہ پیغمبروں اور بادلوں کی تعلیم کا مزارح ہو گیا ہے۔ اور اس دُراں سے صاف ظاہر ہے کہ یہی خیال سقراط کی کامیابی کا بھی سدا رہا ہو چنانچہ یہی الزامِ حامد کو کہے اس پر مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ اور عدالت نے بھی تسلیم کر کے وہ نوجوانوں کو غارت کرتا اور ایک نیا طریقِ عبادت بتاتا ہے اُسے سزا دی موت دے دی۔

جزمانہ دورانِ مقدمہ اور فیصلہ کے بعد اس کی نفیل ہونے میں گزرا اس میں وہ نہایت اطمینان دے پر دانی کے ساتھ شاگردوں کو نصیحتیں کرنے اور اپنی موت کے صدمہ پر انھیں تسلی و تسفی دینے میں مصروف رہا۔ اتفاقاً شاگردوں میں سے ایک ضبط نہ کر سکا بے اختیار دھاڑا اور کہا ”افسوس آپ بے گناہ مارے جاتے ہیں۔“ اس پر اس نے نہایت ہی استقلال سے کہا ”تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں گنگنا مارا جاؤں۔“ سقراط کے دوستوں نے اس بات کا پورا بند و بست کر لیا تھا کہ اسے حراست سے نکال کے کہیں باہر بھگا لے جائیں حتیٰ کہ دارِ نو قید خانہ تک اس کی بے گناہی کے خیال سے چھوڑ دینے پر راضی تھا۔ مگر خود سقراط نے قطعاً انکار کیا اور کہا ”میں یہ نہیں چاہتا کہ ناجائز طور پر اپنی جان بچا کے مکی قانون اور حکومت کے

فیصلہ کو توڑیں۔“ اس کے بعد مسکرا کے پوچھا۔ ”اچھا یہ بناؤ۔ علاقہ اٹلی کا کے باہر کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں لوگ مرتے نہ ہوں۔“ اس کے قتل کی گھڑی جو جو نزدیک ہوتی جاتی تھی۔ اُسکی باتوں اور اس کے اقوال و افعال سے زیادہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس دنیوی زندگی کے بعد اُسے ایک دوسری آخری زندگی کا یقین ہے۔ اُس نے کہا ”سقراط کا مرام صرت ظاہر میں نظر آتا ہے ورنہ خوب جان رکھو کہ سقراط جان سے ہرگز نہ مرے گا اور بار بار اپنے شاگردوں کو یقین دلاتا تھا کہ ”روح اپنے بُرے یا اچھے اعمال کے سوا اور کسی چیز کو ساتھ نہ لے جائے گی وہاں جا کے یا تو سترت حاصل ہوگی اور ابدی اطمینان نصیب ہوگا اور یا عذاب الہی میں مبتلا ہو جائے گی۔“

ہم لوگ نام ایک شخص اس کے قتل پر مامور ہوا تھا۔ اور چونکہ ان دنوں وہاں سرکاری مجرم جام زہر پلا کے قتل کئے جاتے تھے۔ لہذا جیسے ہی ہم لوگ مذکور نے جام زہر پلا کے اس کے سامنے پیش کیا۔ اُس نے نہایت ہی استقلال و خاطر جمعی کے ساتھ جام اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ کمال استقلال سے منہ لگا کے پی گیا۔ اور بچھونے پر لیٹ کے نہایت ہی فارغ اُٹا کے ساتھ جان دے دی۔ اور جیسے ہی اس کی روح نے جسم سے مفارقت کی اس کی نسبت جتنے شبہ تھے سب جاتے رہے۔ اور اس کا نام ساری دُنیا میں نیک نامی اور ہمیرانہ اُتار نفس کے ساتھ مشہور ہو گیا۔

افلاطون جس کے بہت سے تصانیف اس وقت موجود ہیں۔ اس کا شاگرد ایک بہت بڑی حد تک اُس کا پیروار اور اُس کے اُصول کا عامل تھا مگر کمال علمی میں وہ سقراط کے درجہ کو ہرگز نہ پہنچ سکا۔

اس موقع پر مناسب ہو گا کہ یونانیوں میں نظام فلسفہ کے جو اُصول مروج تھے اُن کو بھی بیان کر دیا جائے۔ سب سے پہلے نینا غورس کا فلسفہ تھا جو حضرت سرور کائنات صلعم سے تقریباً ۱۱۰۰ سال پیشتر تھا۔ اس کے صحیح حالات پردہ اخفایں آگئے ہیں۔ لہذا ان سے

موجودہ دنیا بہت ہی کم واقف ہے۔ اُس کے عقائد کا سب سے زیادہ قابلِ لحاظ مسئلہ یہ تھا کہ مرنے کے بعد روح قانہیں ہوتی بلکہ مختلف جانوروں کے جسموں میں باری باری سے جاتی اور زندہ رہتی ہے جسے عربی میں تناسخ اور ہندوستان میں آواگون کہتے ہیں۔ یہ مسئلہ آریہ قوم کا پُرانا عقیدہ تھا اور غالباً فیثاغورس نے اُسے ہندوستانیوں یا زرتشتیوں سے سیکھا جو بڑے دُفوق کے ساتھ تناسخ کا یقین رکھتے تھے۔ فیثاغورس نے جو اسلوب زندگی انسان کے لئے لازمی قرار دیا یہ تھا کہ خود اپنے اوپر قابو رکھے اور راست بازی و حق پرستی کی زندگی بسر کرے۔ یہی اصول تھا جس نے بہت اعلیٰ درجے کے یونانیوں کو شرفیاء کا سول پر آمادہ کیا

زمانہِ مابعد میں اسٹواک فلسفہ کے پیرو پیدا ہوئے۔ یونانی زبان میں مکان کی دہلیز کو "اسٹوا" کہتے ہیں۔ یہ لوگ چونکہ عام عمارتوں کی دہلیزوں پر کھڑے ہو کے اپنے خیالات و عقائد کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ لہذا اسٹواک کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کی تعلیم یہ تھی کہ زندگی کی بُرائیوں اور تکلیفوں کا مطلقاً خیال نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ ایسی چیزیں ہیں جن کا خاتمہ بہت جلد ہو جائے گا۔ اس کے برعکس اپنی کیوں کے شکرگزاروں نے یہ خیال قائم کیا تھا کہ انسان کے اعمال سے دیوتاؤں کو کوئی علاقہ نہیں اور چونکہ زندگی تھوڑی ہے۔ لہذا جہاں تک بنے اس سے لطف اٹھالینا چاہیے۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ تھا کہ جن لوگوں کے نفس طرح طرح کی ذلیل اور بے شرمی کی خواہشوں سے بھرے ہوتے وہ اپنی سرتوں کو ذلیل ترین عشرت پرستوں سے حامل کرتے اور جن کے نفوس پاکیزہ ہوتے وہ اعلیٰ درجہ کی سرتوں سے اپنے دل خوش کرتے۔ ان اپنی کیوں لوگوں کا شمار یہ ہو سکتا تھا کہ "ایک گلاب کا پھول قبل اس کے کہ مڑ جائے ہمیں ہارنا کہے اس سے لطف اٹھا لینا چاہیے" اہلِ اثنینہ کو اپنے شہر کے زوال کے زمانے میں فلسفیوں کے ان مختلف مذہبوں اور عقیدوں سے بڑھی ہی دھجی تھی۔ ان نزاحول اور ان خیالات کو سن کے وہ

بہت خوش ہوتے۔ کیونکہ انھیں اس بات میں خاص لطف آتا تھا کہ ہر روز کوئی نئی بات دیکھنے یا سننے میں آئے

فصل سوم

دس ہزار آدمیوں کی واپسی ۹۷۲ء قبل محمدؐ سے ۹۷۱ء قبل محمدؐ تک،
 کیمخترو کا بیٹا ارتاز کشینر لائچی مانوس یعنی بے بازوؤں والا جو ایران میں آرد شیر دراز
 دست کھاتا تھا ۹۷۱ء قبل محمدؐ میں مر گیا اور اس کا جانشین ڈار یوس فختوس ہو جس نے
 اپنے دم واپس کے دقت دہیئے چھوٹے۔ ایک آرد شیر منے مر۔ اور دوسرا سائی
 رس جو کہ سارڈیس کا والی و حکمران تھا۔

سائی رس گو عمر میں چھوٹا تھا مگر چونکہ باپ کی سرپرستی کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔
 اس لئے اس کے خیال میں یہ بات گزری کہ مجھے اپنے بڑے بھائی کے مقابل تخت نشینی
 کا زیادہ حق حاصل ہے۔ لہذا باپ کے مرتے ہی اُس نے ارادہ کیا کہ تاج و تخت پر قبضہ
 کرے۔ سارڈیس میں مقیم فوجیں فراہم ہو سکیں اُس نے جج کیس اور یونان میں اپنا رٹا کئے
 فرماں روا کو کٹھ جھجکا کہ میرے لئے یونانیوں کا ایک لشکر مرتب کر کے روانہ کر دو جس کی کمک سے
 میں صوبہ بانیسی ڈیا کو مغلوب کرنا چاہتا ہوں جو باغی ہو گیا ہے۔

اہل اپارٹانے یہ درخواست قبول کی اور تقریباً گیارہ ہزار یونانی اپارٹا کے ایک
 سپہ سالار مکے آہ جوس کے زیرِ علم روانہ ہو کے سارڈیس میں آئے اور سائی رس کے لشکر میں
 مل گئے۔ اس سب لشکر کو لے کے وہ روانہ ہوا۔ شہر طوموس میں پہنچ کے یونانیوں پر یہ راز
 کھلا کہ سائی رس کی غرض کسی باغی صوبہ پر فوج کشی کرنا نہیں ہے بلکہ تخت و تاج حاصل
 کرنے کے لئے خود اپنے بڑے بھائی سے لڑنا چاہتا ہے۔ یہ حال کھلتے ہی پہلے تو یونانیوں
 نے آگے بڑھنے سے انکار کیا۔ لیکن سائی رس نے انھیں اپنا ساتھ دینے پر مجبور کیا اور نصیر

اس کے کہ کسی دشمن سے سامنا کرنا پڑا ہو انہیں ہلایا پھلا کے دریائے فرات کے اُس پار نکال لایا۔ اور شہر قوناک میں جو تقریباً میل اور اس طرف تھا دونوں بھائیوں کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہو گئے کیونکہ اردو شیریاں اپنے پورے جوار لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ لڑائی میں یونانی سپاہی اپنی عادت و وضع کے موافق بہت آسانی سے عیش پرست دشمنوں پر غالب آ گئے۔ لیکن دونوں لشکر ہنوز مصروف کارزار تھے کہ خود سائی رس جوش شجاعت سے بڑھ کے اپنے بھائی ارد شیر کے مقابل ہوا۔ دونوں میں دست بدست لڑائی ہوئی، اور سائی رس بڑے بھائی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ یہ امر شبہ ہے کہ اسے خود ارد شیر کی تلوار نے ہلاک کیا یا کسی اور سپاہی کی۔ مگر ارد شیر کی کوشش یہی تھی کہ اس ناموری کا سہرا اُسی کے سر رہے۔ یہاں تک کہ اس کی فوج کے مخلصوں کی زبان سے نکل گیا تھا کہ سائی رس کو ہم نے قتل کیا ہے تو ان کی زبان بند کر کے لئے انہیں ذرا قتل کر ڈالا۔

سائی رس کی فوج اس کے مارے جانے کے بعد سرا سیمہ دھیران تھی کہ اب ہم کیا کریں۔ وطن سے دور ہیں اور دشمن کی تلوار کے اندر منہ ڈال رہے ہیں اور شیر کے ساتھ صلح کی گنگو پھری ارد شیر نے فریب کی راہ سے جواب دیا کہ مجھے تم لوگوں سے تو کوئی پرعاش نہیں مگر یونانیوں کو میں ایک دوسرے مانتے سے گھر جانے دوں گا۔ اور یہ کہہ کے انہیں باتوں باتوں میں کشتیوں کے ایک پل کے فدیہ سے دریائے دجلہ کے بھی اس پار اتار لیا اور یونانیوں اور ان کے وطن کے درمیان ایک کی جگہ اب دو دریائے دجلہ کا معاملہ ہو گئے۔ دریائے دجلہ کے اُس پار اُترنے کے بعد یونانیوں پر کھلا کہ سائی رس کے ساتھ واسے ایرانی ارد شیر سے مل گئے ہیں۔ اور اس کی سازش سے وہ سب فریب دے دے کے انہیں زیادہ ہلاکت میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی حفاظت کے لئے ہر وقت ہوشیار رہنے لگے۔ اور ہر آنٹ ناگمانی کا مقابلہ کرنے کو مستعد اور تیار رہتے۔

اب سائی رس کی فوج دریائے آراب کے کنارے پڑی ہوئی تھی کہ کئی آرچوس اور

چند اور معزز یونانی افسر ایک ایرانی سردار کے خیمہ میں اُس سے ملنے کو گئے اور دھوکے دھوکے میں گرفتار کر لئے گئے۔ ان میں سے بعض تو اسی وقت قتل کر ڈالے گئے۔ اور بعض اس لئے زندہ رکھے گئے کہ تاجدار ایران اُن کو طرح طرح کی تکلیفوں اور سختی سے سخت نڈابوں میں مبتلا کرے۔

اب دشمنوں کو یقین کامل تھا کہ افسروں کے پھٹ لئے جانے کے بعد سارے یونانی ہاتھ پاؤں ڈال دیں گے اور آسانی کے ساتھ گرفتار کر لئے جاسکیں گے۔ لیکن وہ یونان والوں کی فطرت و طینت سے واقف نہ تھے۔ زے نو فون نام ایک متوسط شہنشاہ جو مسقرات کی شاگردی کر چکا تھا جوش میں آ کے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم وطنوں کو ہمت دلائی اور کہا ”اگر تمہیں مرنا ہی ہے تو کم سے کم یہ ہو کہ اُدیوں کی طرح مرو با یوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر دریائے دجلہ کا پاٹ اتنا ہے کہ ہم اس کے پار نہیں اتر سکتے تو چڑھاؤ کی طرٹ سفر شروع کر دو۔ کہیں تو سر ملے گا یا کہیں تو پایاب ہو گا“ اس بہادرانہ مشورے نے حوصلہ بڑھا دیا۔ اور سب کے سب بلا تامل شمال کی طرف چل کھڑے ہوئے اور اسی وقت سے دس ہزار یونانیوں کی مشورہ ایسی شروع ہو گئی جو غیر تسرزل حوصلہ مندی تحمل بردباری اور باضابطگی کی ایک عجیب و غریب یادگار ہے۔ اس وقت یونانیوں کے سامنے ایسی دشواریاں تھیں کہ اگر اور کوئی لشکر ہوتا تو یقیناً ہمت ہار دیتا اور بے بس ہو کے ہتھیار رکھ دیتا اور بدحواسی و اضطراب میں منتشر اور اسی وقت تہا و درباد ہو جاتا۔ مگر انھوں نے پروا نہ کی اور کوچ شروع کر دیا۔ دشمنوں کے سوار ہمیشہ اُن کے آس پاس لگے رہتے تھے اور برابر دریا کے کنارے کنارے اُن کا تقاب کو تے چلے جاتے۔ آگے بڑھ کے پہاڑی قومیں اُن کی سدا راہ ہوئیں ان سے لڑ بھڑ کے آگے بڑھے اور آرمینہ کے کوہستان میں داخل ہوئے۔ یہاں سردی اور بھوک کی ناقابل برداشت مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے۔ میدان اور جنگل میں ہر جگہ چھ چھ فیٹ گہری برف جمی ہوئی تھی جسے انھوں نے کمال تحمل سے برداشت

کیا اور برابر بڑھتے چلے گئے راستہ میں پالے اور برتن کے صدمے سے بہتوں کے انگوٹھے اور انگلیاں گھل گھل کے غائب ہو گئیں۔ اسی طرح برقی برقی سفیدی سے امثر کو بینائی کو نقصان پہنچ گیا۔ اتنے ہی پر آفتوں کا خاتمہ نہ تھا بلکہ اس سرزمین کے رہنے والوں نے بھی ہر طرف سے اُن پر دہشت کی جن سے لڑتے بھڑتے اور سردی سے تھر تھر کانپتے وہ برابر وطن کی دھن میں بڑبڑاتے ہی چلے جاتے تھے۔ سب سے بڑی نرابری یہ تھی کہ اُن کے ساتھ نہ کوئی رہبر تھا اور نہ کسی قسم کا کھانے پینے کا سامان۔ اتنی آفتیں بھیلنے کے بعد ایک دن وہ تھے چچے نام ایک پہاڑ پر چڑھ رہے تھے۔ ناگہاں دیکھا کہ زسے تو فون جو سب کا سرغنہ اور سب کے آگے آگے تھا اس کی گاڑی چلتے چلتے ٹک گئی اور ساتھ ہی اس نے زور شور سے نعرہ سرت بلند کیا کہ: ”سمندر! سمندر!“

یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر بحر لیک زری نہ کا پانی چمک رہا تھا۔ یہ سمندر اس سمندر کی ایک شاخ تھا جس کی لہریں خود یونانی غلیجوں میں پہنچنے کے بعد یونان کے ساحلوں کو ملکر رہے دیتی رہتی تھیں۔ اور اس کے پانی کو ہر یونانی اپنا وطنی انیس اور بچپن کا رفیق تصور کر سکتا تھا الغرض سمندر کی صورت دیکھتے ہی اُن کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی سب کے سب نعرہ ہائے مست بلند کر کے اور ایک دوسرے سے لپٹ کے رونے لگے۔ پہلے تو یہ لوگ سمندر کی سطح پر سطح کو ذوق و شوق سے دیکھتے رہے پھر ہر طرف سے پتھر لالا کے اپنی خوشی کی یادگاریں ایک بڑا تودہ بنایا اور ہر شخص کو جو بہتر سے بہتر چیزیں میسر آئیں اس پر لاکے چڑھا دیں۔

اب ان لوگوں کی سخت ترین مصیبتوں کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور آگے سفر کر کے زو فون اپنے باقی ماندہ ہمراہیوں کے ساتھ جن کی تعداد ۶۰۰ سے کم نہ تھی۔ یونانی شہر فیڈی ٹی اوم (موجودہ قسطنطنیہ) میں پہنچا اور خدا جانے کتنی ہی منزلیں قطع کر کے اور دشمنوں کی کستی سرزمینوں کو طے کر کے یہاں پہنچا تھا۔ اس مہم نے اہل یونان کو چاہے کتنا ہی پریشان کیا ہو مگر اس بات کو اُن پر آشکارا کر دیا کہ عیش پرست شاہنشاہی ایران باوجود اس عظمت

جلال کے اہل میں کمزور ہے۔ اس سفر نے اُن میں بڑے سے بڑے سفر کو نئے اور سخت سے سخت ہمیں اختیار کرنے کا حوصلہ پیدا کر دیا۔ اور اُن کے ذہن میں یہ خیال جوش زن ہوا کہ دارائے عجم کے لشکروں سے مقابلہ کر کے ہم کامیاب بھی ہو سکتے ہیں۔ اور یہی چیزیں تھیں جن کا ظہور چند روز بعد سکندر کی حملہ آور سی سے ہوا۔

زے نے فون نے اپنے اس سفر کا ایک سفر نامہ لکھا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی تاریخی کتابیں تصنیف کیں۔ چنانچہ وہ اس عہد کا سب سے بڑا مورخ تسلیم کیا جاتا ہے جس کی کتابیں آج تک موجود ہیں۔ اور ادب و قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔

فصل چہارم

تھے بیادالوں کی عظمت (۹۶۵ قبل محمد سے ۹۳۲ قبل محمد تک)

دولت ایران کے خلافت اسپارٹا کے بادشاہ آگے سی لادس نے ایک کوشش ۹۶۵ قبل محمد میں کی تھی۔ ایٹائے کوچک کی یونانی نوآبادی نے اس بات کی کوشش شروع کی کہ ایرانیوں کی حکومت سے آزاد ہو جائیں اور اسپارٹا والوں کو اپنی مدد پر بلایا آگے سی لادس حیر و کر وند میں چھوٹا اور بچپن سے لگتا تھا۔ لیکن اسپارٹا میں بیٹنے سپہ سالار پیدا ہوئے۔ اُن سب سے زیادہ لائق وہی تھا۔ اور آئی فورغوس کے قوانین و آئین کا نہایت سختی سے پابند تھا ایک ایرانی سردار جو مشورے کی غرض سے یونانی لشکر گاہ میں آیا تھا اسے سادے لباس میں زمین پر بیٹھے اور خشک روٹی اور نقولات کھاتے دیکھ کے متحیر ہو گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس ایرانی سردار کا بٹیا جو باپ کے ساتھ آیا تھا اس یونانی سپہ سالار کی سادگی اور جوابات میں اس کی قابلیت دیکھ کے اس کا اس قدر گرویدہ ہوا کہ باپ کے ساتھ واپس جانے سے مرک زہا۔ اور آگے سی لادس سے درخواست کی کہ مجھے اپنا دوست بنائیے اور دلی محبت و اخوت قائم کرنے کے لئے اپنی تلوار اس سے بدل لی۔

اگے سی لادس دو سال تک ایشیا میں ٹھہرا رہا اور اس مدت میں اس نے بہت سی کامیابیاں حاصل کیں۔ لیکن وہ سب بے کار گئیں۔ کیونکہ انھیں دلوں اس کے وطن اپارٹا کے خلاف ایک بڑی بیماری سازش ہو رہی تھی۔ کو لون یعنی وہ سپہ سالار جو ایگوس پٹاموس کے میدان سے بھاگ کے اکیلا بچا تھا۔ ایرانی حاکم کے پاس پہنچا اور اُس کو یہ بات سمجھائی کہ ایشیا کی سلامتی کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ خود اپارٹا والوں کے گھر میں اور اُن کے پاس پڑوس میں اُن کے دشمن پیدا کر دے جائیں۔ یہ کہہ کے اس سے اتنی رقم وصول کی جس سے ایشیہ کی شہرناہ پھر تعمیر کی جاسکے۔ اس کے بعد گھرواپس آکے اس نے تھے یاد والوں سے ملک حاصل کی اور ایشیہ کے گرد اُس پر قلعہ بندی کی اور اس شہر کو جو اپارٹا والوں سے منسوب ہو چکا تھا۔ پھر سر اٹھانے کے قابل بنادیا۔ اب دیگر اضلاع یونان نے اپارٹا کے خلاف ایک لیگ قرار دی۔ اور شہر تھے بس جو آخرو زمانہ میں بڑا زبردست ہو گیا تھا۔ اس لیگ کا سرغنہ قرار پایا۔ لیکن کورونیا کے میدان میں آگے سی لوس نے اُن تمام یونانی شہروں کی متحدہ فوجوں کو ایک ناش شکست دے دی۔ اس فتح کے ساتھ ہی اپارٹا والے اُن تمام چھوٹے چھوٹے شہروں پر سخت مظالم کرنے لگے جو تھے بس کے زیر اثر تھے یا اُس سے وابستہ تھے اور اس کے بعد انھوں نے دغا بازی سے قدمیا یعنی قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اس میں اپنی ایک فوج قائم کر دی جو شہر والوں کو نہایت ہی صہیب و خطرناک نظر آتی تھی۔

اُن دلوں یونان میں دو زبردست آدمی موجود تھے۔ ایک آپامی لون ڈاس اور دوسرا پکے لوپی ڈاس، یہ دونوں تھے بس کے رہنے والے تھے اور لڑائی کے میدان میں دونوں نے ایک دوسرے کی جان بچانی تھی اور اسی وقت سے باہمی خلوص و محبت پیدا ہو جانے کے باعث دونوں میں رابطہ اتحاد قائم ہو گیا تھا۔ پکے لوپی ڈاس دو لہتمند تھا۔ اور آپامی لونڈاس غریب و مفلوک الحال۔ لیکن پکے لوپی ڈاس کہا کرتا

تھا کہ دُنیا میں آپامی نوڈاس ہی ایک ایسا شخص ہے جس سے اس کے دوست نے کبھی اس بات کی التجا نہیں کی کہ میری دولت لو اور اس کے معاوضہ میں میری مدد کرو۔ اور اُسے آپامی نوڈاس کی یہ حالت تھی کہ اُس کے یثمنوں نے جب اُسے سلطنت کی ایسی حد پر مامور کرنا چاہا جو ذیل ترین خدمتیں سمجھی جاتی تھیں تو وہ انھیں ایسی دانائی اور قابلیت کے ساتھ بجالایا کہ اُس کے تقرر سے خود ان خدمات کی عزت بڑھ گئی۔

آپی لوپی ڈاس نے اس بات کی ایک تدبیر نکالی کہ اپنی فوجوں کو مخفی طور پر شہر کے اندر پہنچا دے اور آپاڑٹا والوں کے مورچے پر اچانک جا پڑے لیکن چونکہ یہ ایک ایسی تدبیر تھی جو اصولِ شرافت سے دور تھی۔ لہذا آپامی نوڈاس نے جس کا یہ شیوہ تھا کہ کبھی مذاق میں بھی کوئی جھوٹی بات زبان سے نہ نکالتا تھا۔ اس بات کو گوارہ نہ کیا کہ ایسی نامردی کی کارروائی میں وہ خود کوئی حصہ لے۔ مگر دوسرے بہت سے لوگوں کی مدد سے جنھیں ایسی کارروائیوں کے کرنے میں ہاک نہ تھا کامیابی حاصل ہو گئی۔

یہ کارروائی یوں عمل میں آئی کہ آپاڑٹا کے مورچے کے سپاہی ایک دعوت میں بلائے گئے جہاں تھے بس کے سازشی زناؤں اور عورتوں کے بھیس میں آکے اُن سے ملے اور موقع پاتے ہی یکایک حملہ کر کے اُن سب کو قتل کر ڈالا۔ اور شہر قذیا پر پھر قابض و متعزت ہو گئے۔

تھے بس اب پھر آزاد تھا۔ اور آپامی نوڈاس نے ایک فوج کی سپہ سالاری کر کے شہر کے اُگڑا میں آپاڑٹا والوں کو شکست بھی دے دی۔ آپاڑٹا والوں کی فوج کا افسر اُن کا دوسرا بادشاہ نکلے ادم بروٹس تھا۔ اس فتح کے بعد جب چاروں طرف سے لوگ آپامی نوڈاس کی تعریفیں کر رہے تھے وہ بولا ”مجھے تو سب سے بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ میرے باپ یہ خبر سن کے کیسے خوش ہوئے ہوں گے۔“ اسی وقت سے تھے بس یونان کا ماحب حکومت شہر بن گیا۔ اور جب تک آپامی نوڈاس وہاں کے معاملات کا

مکمل اور قوم کا سرغنہ رہا۔ قلعہ دی، عدل پروری اور سرسبزی کے ساتھ حکومت ہوتی رہی لیکن تھے بس کی عظمت اپائی تو اس کی زندگی کا پورا سا گھنہ نہ دے سکی۔

۳۳ قبل محمد میں شہر ان قی نیا کے تعلق جو علاقہ آرقا دیا میں واقع ہے ایک تیز اپید ابونی۔ اور اس کی شہر نہاد کے سامنے ہی اسپارٹا اور تھے بس والوں نے باہم میدان کا زار گرم کیا۔ اس میدان میں فتح تو اپائی تو اس ہی کو نسیب ہوئی مگر ابھی لڑائی کا آواز ہی تھا کہ وہ سینہ پر ایک تیر کھاکے گرا۔ تیر سینے کے اندر پیوست ہو گیا تھا لوگ اُسے میدان جنگ سے اٹھا کے ایک چھوٹی پہاڑی پر لے گئے جہاں پہنچتے ہی اس نے پہلا سوال یہ کیا کہ "میری ڈھال تو نہیں ٹوٹی؟" وہ صبح و سالم ہے جب رفیقوں نے ڈھال اس کے سامنے لاکے پیش کر دی تب اس نے لوگوں کو اپنے زخم کا سامنا کرنے کی اجازت دی تیر اب تک زخم میں پیوست تھا۔ اور لوگ ڈر رہے تھے کہ اگر تیر نکالا گیا تو اتنا خون بہہ جائے گا کہ اس کا جان بڑھنا دشوار ہوگا۔ تمام خدام و زقار گرو دھڑے رو رہے تھے اور اسی اندیشے سے کسی کو تیر کھینچنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور خود اس کی یہ حالت تھی کہ گویا اس زخم کا خیال بھی نہ تھا۔ نہایت خاموشی اور تسامت کے ساتھ فردہ فتح سننے کا انتظار کر رہا تھا۔ اتنے میں اس کے لوگوں نے نعرہ فتح بلند کیا اور ہر طرف سے فتح و نصرت کی مبارکباد سنی جانے لگی۔ فردہ فتح سننے ہی جو شش میں آ کے اس نے تیر کو زور سے پھٹکے خود کھینچ لیا۔ ساتھ ہی خون کے فوارے بہنے لگے اور دم بھر میں وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور اپنے جد اپنی زندگی کو عجیب و غریب استقلال فارغ الہائی اور قوی محبت کا نمونہ بنا کے چھوڑ گیا۔

اس کے مرنے کے دوسرے ہی برس آگے سی لاؤس باوجود یکہ اتنی برس کا بڑھا تھا۔ ایرانیوں کے مقابلے کے لئے نکلے کہ مصر گیا جہاں پونج کے بیارہوا اور یہی مرض اس کا مرض موت ثابت ہوا۔

ساتواں باب

شاہنشاہی مقدونیہ ۹۲۰ قبل محمد سے ۹۰۵ قبل محمد تک،

فصل اول

مقدونیہ کا فیلقوس ۹۳۰ قبل محمد سے ۹۰۶ قبل محمد تک،

مان ٹی نیا کی لڑائی کے بعد یونان میں براہجگڑا قائم رہا۔ اور آخر کار سب سے اول درجہ کی قوت و عظمت پھر شہر ایتھین نے حاصل کر لی۔ لیکن اسی اثنائیں یونان کے ایک شمالی علاقہ نے جو مقدونیہ کہلاتا اور مطلقاً وحشی و غیر تمدن تصور کیا جاتا تھا۔ ایسی زبردست قوت پیدا کر لی۔ جو یونان کے تمام علاقوں اور شہروں کے لئے خطرناک تھی۔ یہ سلطنت پہلے بھی تھی مگر کسی شمار و قطار میں نہ تھی۔ اب اس نے عروج حاصل کیا تو سب شہر اپنے پرانے حریفوں کو بھول گئے۔ اسے خون کی نظر سے دیکھنے لگے۔

یہاں کا حکمران فیلقوس جو ایک مدت دراز کی جلاد طبعی کے بعد ۹۲۰ قبل محمد میں تاج و تخت کا مالک ہوا تھا بڑا مدبر اور تجربہ کار شخص تھا۔ وہ زندگی کا ایک بڑا حصہ قلعے میں خرچ کر چکا تھا جہاں اُس نے فنون جنگ اور تدبیر مملکت کی تسلیم پائی نوڈاس کے ایسے شہور و معروف افسر اور مدبر سے پائی تھی۔ فیلقوس کو سب سے بڑی آمدند اس بات کی تھی کہ لوگ اسے یونانی تسلیم کریں۔ اور اس کا شمار سربراہ اور دکان یونان میں کیا جائے۔ اس نے یونان کے سربراہ دروہ لوگوں کو بلایا کہ اپنے پاس جمع کیا اور جب اہم پیا کی وڈ میں اس کی رتھ جیتی اور اسے کامیابی کا انعام ملا تو اس نے حکم دیا کہ سارے مقدونیہ میں خوشی منائی جائے۔ وہ نہایت ہی چالاک شخص تھا اور اسکی ذرا بھی پروا نہ تھی کہ حصول کامیابی کے ذریعہ مصفاۃ و شرفیاء ہوں، جائز ہوں یا ناجائز

اُس کے اصلی مقصد وہ تھے۔ ایک یہ کہ سارے یونان کو اپنے قبضے میں کر لے۔ اور دوسرے یہ کہ سلطنت ایران کو فتح کر لے۔ پہلی آرزو میں تو اسے پوری کامیابی ہوئی مگر دوسرے مقصد کے لئے اس نے پورا سامان تیار کر لیا تھا کہ عمر نے وفانہ کی۔ اور اُسے اپنے بیٹے سکندر کے لئے چھوڑ گیا۔

یہ بہت بڑے کام تھے جن کے لئے اُسے اپنے یہاں اچھے اچھے افسر بھی تیار کرنا تھے اور بڑی زبردست فوج بھی مرتب کرنا تھی جس کا سرانجام اس نے یوں کیا کہ نوجوان شریف لڑاؤوں کو دُور دور سے لاکے اس نے اپنے دربار میں جمع کیا اور ان کو فنون جنگ کی تعلیم دی۔ اس تدبیر میں اُسے پوری کامیابی حاصل ہوئی اور چند ہی روز میں اس کے پاس ایک ہزار زبردست لشکر موجود تھا۔ جو فوج اس نے تیار کی اس کی اصلی قوت ایک ملٹن سے تھی جس میں چھ ہزار پیدل سپاہی تھے یہ سب یونانی مذاق و اُصول کے مطابق پورے السطہ سے آراستہ تھے۔ جو ہمیں چوہیں فیٹ کے لیے نیزے اُن کے ہاتھوں میں تھے۔ جب ان سپاہیوں کی صفیں اُصول جنگ کے مطابق مرتب کی جاتی تھیں تو اگلی چار صفوں کے نیزے آگے کی طرف مٹھکے رہتے۔ ہر صف سے دوسری صف تک مناسب فاصلہ رہتا۔ اور سب سے اگلی صف کے اور دشمن کے درمیان چار نیزوں کی سافت رہتی جس وقت وہ آگے مار چکے کرتے، ان کی ڈھالیں اس طرح ایک دوسرے سے ملی رہیں کہ اُن کی صفوں میں سے گزر جانا غیر ممکن تھا۔

فیلقوس کی یہ تدبیریں جو اہل یونان کے غلات تھیں جیسے ہی ظاہر ہوئیں، سب لوگوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ اور ہر ایک میں یہ جوش پیدا ہوا کہ فیلقوس کی ان کارروائیوں کو روکا جائے۔ خاصۃً شہر ایتھین میں جہاں اس عہد کا بڑا جادو بیان ڈے موس تھے جس نے دنیا کو کھلیا، موجود تھا جو ہم وطنوں کو اپنی آزادی برقرار رکھنے پر ہمیشہ آمادہ کرتا رہتا اس

نصیح و بیخ شخص نے بڑی دشواریوں کا مقابلہ کر کے اور بڑی سختیاں بھیل کے اپنے آپ کو اعلیٰ درجہ کا نصیح البیان بنایا تھا۔ اس کی زبان میں غلطی طور پر کثرت تھی اور بات کرنے میں عمل بل کرتا رہتا تھا۔ اپنے اس گویائی کے عیب کو اس نے یوں دور کیا کہ منہ میں سنگ ریزے بھر کے تقریر کرتا۔ سمندر کے کنارے کھڑے ہو کے زور زور سے تقریریں کرنے کی مشق کرتا جہاں موجوں کی تلاطم سے ہر وقت ایک شور ہوتا رہتا اور کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی۔ تاکہ جس مجمع میں لوگوں نے سخت شور و ہنگامہ مچا رکھا ہو اپنی آواز کو سب پر بلند اور غالب کر سکے۔ آخر جادو بیانی کے کمال میں اسے یہاں تک کامیابی حاصل ہوئی کہ ایشینہ والوں کے دلوں پر اکثر حاکم و متصرف رہتا اور اس کا نام آج تک دنیا کے ایک اول درجہ کے نصیح البیان کی حیثیت سے لیا جاتا ہے اور اس کی قیاسی وہ تقریریں جو فیلقوس کی مخالفت میں تھیں، اس وقت جادو بیانی کا بہترین نمونہ تسلیم کی جاتی ہیں۔

آخر ۹۰۰ قبل محمد میں شہر کو دنیا کے پاس فیلقوس، ایشینہ اور تھے جس کی متحدہ فوجوں سے بڑی بھاری لڑائی ہوئی۔ اس میدان میں تھوڑی دیر کے لئے ایشینہ والوں نے اپنے آپ کو کامیابی کے قریب پہنچایا تھا لیکن اس غلبہ سے انہوں نے ایسی بڑی طرح کام لیا کہ فیلقوس نے اپنے سپاہیوں سے پکار کے کہا: "ان لوگوں کو نہیں معلوم کہ کیوں کو قریب ہوتے ہیں" یہ کہہ کے ناگہاں زور شور سے حملہ کیا اور نہایت خوں ریزی کے بعد انھیں شکست دے دی۔ بس اسی کو دنیا کی لڑائی پر یونانیوں کی آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ پھر اس کے بعد سے سارا ملک یونان فیلقوس کے زیر فرمان تھا۔ اس بات کی بہت کچھ کو شش کی گئی کہ مقدونیہ کی اطاعت کا جو اگر دن پر سے آثار کے پھینک دیا جائے اور کھوئی ہوئی عظمت و شوکت پھر حاصل کی جائے۔ مگر کامیابی نہ ہونا تھی نہ ہوئی۔ جس کا اصلی سبب یہ تھا کہ یونانی اپنی

مسلل مخالفتوں اور باہمی لڑائیوں کی وجہ سے کوئی مستقل سلطنت نہیں قائم کرسکے تھے۔

یونان پر قبضہ کرنے کے بعد مقدونیہ کے بادشاہ نے اپنی دوسری آرزو پوری کرنے کا سامان شروع کیا۔ لشکروں، کوجح اور مرتب کر لیا تھا اور اپنی قوت بڑھاتا جاتا تھا کہ سنہ قبل محمد میں اس کی بیٹی کی شادی کی تقریب پیش آئی۔ اس شادی کی دعوت میں وہ اہل دربار کے مجمع میں تھا کہ ناگہاں ایک مقدونی الاصل نو عمر رئیس زادے نے خدا جانے کس جوش میں حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ اس واقعہ پر گرد کی محافظ فوج کو اس قدر طیش آیا کہ سمجھوں نے اس نوجوان کو گھیر کے فوراً قتل کردیا کہ یہ بھی نہ کھٹکے پایا کہ فیلقوس کے قتل کرنے میں اس کی کیا غرض تھی۔

فصل دوم

سکندر اعظم ایشیائے کوچک میں سنہ قبل محمد سے سنہ قبل محمد تک، فیلقوس کے بعد اس کا بیٹا سکندر وراثت تحت و تاج ہوا جو تاریخ میں سکندر اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی ماں آئی پائی اس کی شہزادی آلم پیاس تھی جس وقت وہ سر پر شہزادی پر جلوہ آ رہا ہے۔ اس کی عمر بیس برس کی تھی اس کی پیدائش کے دن قدرت الہی کا یہ عجیب تماشا نظر آیا تھا کہ خیر انوس کے بڑے بت خانے میں ایسی آگ لگی کہ جل کے خاک کا تودہ ہو گیا۔ اس آگ کا باعث بھی عجیب و غریب تھا مینی آسے روس تر اتوس نام ایک شخص نے اس خط میں آگ لگا دی کہ اتنے بڑے بتخانے میں آگ لگانے کی وجہ سے سیر نام دنیا میں ہمیشہ کے لئے مشہور ہو جائے گا۔ سکندر نے اپنے اس واقعہ سے اپنی مبارک خالی کا یہ سگون لیا کہ میرے ہاتھوں سے سرزمین ایشیائے آگ بھڑک اٹھے گی۔

محضر قدیم

سکندر باپ کی طرف سے اپنا سلسلہ نسب ہر کوئیں تک پہنچاتا تھا۔ اور ماں کی طرف سے آچل لیں تک پہنچنے کے زمانہ میں اُسے شامری سے شوق تھا۔ پُرانی شامری ہی کے عالم میں رہا کرتا اور جب سوتا تو ہومر کے تصانیف اُس کے سر ہانٹے بکھیرے کیے جاتے۔ جس کا یہ نتیجہ تھا کہ عوام بھی دیکھتا تو ایسے واقعات پیش نظر ہو جاتے جو معرکہ کارزار میں اسے محصور ہونے کے نام دروں کا ہم پلہ دہم و تہہ ثابت کرتے۔ اسے بار بار نظر آیا کہ میں اُن نام و دروں کی شہرت کا مقابلہ کر رہا ہوں۔ شہرِ اوستا غی رہ کے فلسفی ارسطو طالیس کے زیرِ تربیت اُس کی تعلیم ہوئی تھی۔ اس کی ولادت کے وقت نیکلوس نے جو خط اس نام و حکیم کے پاس بھیجا تھا اس میں یہ الفاظ لکھے تھے کہ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس بات پر زیادہ خوش ہوں؟“ آیا اس بات پر کہ خدا نے مجھے فرزند دیا یا اس بات پر کہ اس نتیجہ کو ارسطو کا معلم نصیب ہوا؟“

ارسطو کی تعلیم کی یہ برکتیں تھیں کہ نو عمر و نو خیز سکندر جب کوئی کام کرتا تو خوب سوچ سمجھ کے اور بخوبی غور کر کے کرتا۔ جس بات کا ارادہ کر دیتا تو پھر اس پر استقلال سے قائم رہتا اور عسکرانی کی مناسب تدبیروں کا پابند رہتا۔ دیگر فنون میں اس نے دیگر استادوں کی تعلیم سے کمالات حاصل کئے اور خاص اپنے باپ کی محبت و تربیت نے اُس میں یہ جو ہر پیدا کیا تھا کہ جس کام کو شروع کرنا اُس میں پوری مستعدی سے توجہ کرتا۔ چودہ برس کی عمر میں اس نے اپنے خاص گھوڑے بڑے نالوس کو سدھا کے اس قدر نالوس کر لیا کہ اس کی سواری میں تو بالکل مطیع و منقاد رہتا مگر اور کسی شخص کو کبھی اس کی پیٹھ پر جانے کی جرات نہ ہو سکی۔ ابھی چودہ ہی سال کا تھا کہ اہل سائی دیکی لڑائی میں اُس نے اپنے باپ کو قتل ہونے سے بچایا۔ اور کمال شجاعت دکھا کے گویا موت کے دہانے سے نکال لایا۔ اور پچھے روینا کے معرکہ میں سارے سواروں اور رسلوں کا افسر رہی تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے تخت نشینی کے وقت اس قدر کم سن تھا کہ یونانیوں کو خیال نہ ہوا کہ اب

ہمیں مقدونیہ والوں سے کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا۔

فیلقوس کے مارے جانے پر ایتھینہ میں بہت ذلیل قسم کی خوشیاں منائی گئیں۔
 ڈٹے موس تھے بس۔ کی ایک بیٹی اگرچہ عین اسی زمانے میں مری تھی۔ مگر وہ سربر
 ایک پھولوں کا تاج پہن کے خوش خوش اہل ایتھینہ کے مجمع عام میں آیا اور فیلقوس کے
 مارے جانے کی خوشخبری سنائی یہ ایسی باتیں تھیں جن سے ہنگامی ہو سکتی تھی کہ اس کے
 قتل کی سازش میں یہ ضرور شریک ہو گا۔ مگر اس کی یہ سب خوشیاں بے کار گئیں کیونکہ
 قتلے بس والوں نے جیسے ہی فسادات کے لئے ہتھیار اٹھائے سکندر بجلی کی طرح آپہنچا
 تھے بس کی شہر سپاہ مسمار کر دی۔ بہت سے اہل شہر کو قتل کیا۔ اور پھر سارے شہر کو
 تباہ و برباد کر کے اس کا نام ہی صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ یہ رنگ دیکھتے ہی یونان کی اور سب
 ریاستوں کے وضو ٹھنڈے ہو گئے اور کسی کو چوں کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ اور ان کے
 حوصلے پست ہو گئے ہی سکندر کو موقع مل گیا کہ نہایت اطمینان فارغ البالی سے دولت
 عجم پر چڑھائی کرے۔

پچانوے سال قبل محمد کے موسم بہار میں اس نے آئین ٹی پاڑ کو اپنا دالی اور نائب
 السلطنت بنا کے مقدونیہ میں چھوڑا اور تیس ہزار پیدل فوج اور ۴۵ سواروں
 کو ہمراہ رکاب لے کے وطن کو خیر باد کہی۔ جس کی صورت دیکھنا پھر اسے نہ نصیب ہو۔
 ہتے بس پانٹ (آبنائے باسفورس) کے پاس یورپ کو چھوڑ کے ایشیا میں داخل ہوا
 اور پہلا شخص تھا جو ناتھانہ الوالفری کے حوصلہ دل میں لئے ہوئے یورپ سے نکل کے
 ایشیا میں آیا۔ اُس کی فوجیں ابھی ساحل پر اتر ہی رہی تھیں کہ وہ اس مقام کی زیارت
 کو چل کھڑا ہوا جسے مدت ہائے دراز تک خواب میں دیکھتا رہا تھا۔ یعنی وہ کلاؤں جو
 پُرانے شہر کے لئے کے مقام پر آباد تھا۔ یہاں اس نے اے چل بس کی قبر پر قربانی
 چڑھا دی۔ اور وہاں سے ایک ڈھال جو دیوار پر آویزاں تھی ہماری جس کی نسبت کہا جاتا

تھا کہ فاتحان یونان کی پڑائی یادگار ہے۔ اور دل میں تہیہ کیا کہ اس ڈھال کو سر لڑائی میں ہمیشہ اپنے آگے رکھا کر دیں گا۔

اب یہاں سے اس نے ساحل عرب کے ساحل ہی ساحل مشرق کی طرف کوچ کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ دریائے قمرانی قوس کے قریب پہنچ کے دارائے عجم کے لشکر کا سامنا ہوا جو ہمدان کے اُس پار صفت آرا تھا۔ اور شہر پار ایران کا نائب۔ تم کو ان اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔ حملہ کی ابتدا اسکندر نے خود اپنی طرف سے کرادی۔ مع اپنے جہاں باز سواروں کے زور شور سے اپنے گھوڑے بیچ دھارے میں ڈال دئے۔ سوجوں سے لوبہر ٹکے پار پہنچے تو دشمن کے سپاہیوں نے یورش کر دی جو کسی طرح زمین میں قدم نہ جانے دیتے تھے۔ مگر سکندر نے شجاعت و دلیری سے ایک جگہ پر قبضہ کر ہی لیا۔ اتنی دیر میں اس کا پیدل لشکر بھی پار اُتر آیا۔ اس کے پہنچنے ہی پر سب ایرانیوں پرانی سی سختی سے سے شروع کر دئے کہ بہت ہی جلد سکندر کو پوری فتح حاصل ہوئی اور ایرانی بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس فتح کے ساتھ ہی اطراف و جواب کے سارے ملک پر سکندر کا قبضہ ہو گیا اس علاقہ پر قابض ہونے کے بعد اُس نے اپنا رخ بدل دیا اور اب وہ ہجرۂ اکیبہ کے کنارے کنارے چلا۔ اور جو شہر راستہ میں پڑا اس پر قابض و تصرف ہوتا گیا۔ اس کارروائی میں اس کا سب سے زیادہ اہم مقصد یہ تھا کہ ایرانیوں کے تعلقات اُن کی بندرگاہوں سے منقطع کر دے۔ تاکہ وہ اپنی بھری قوت اور اپنے جہازوں کے بیڑوں سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ایرانیوں کا بیڑہ اس قدر زبردست تھا کہ سکندر کے لشکر یا اس کی قوت کو اس سے کوئی نسبت نہ تھی۔ چنانچہ اسی اندیشہ سے سکندر کو اپنی اس ساری ٹیم میں ایک بار بھی بحری لڑائی کی جرأت نہ ہوئی۔

سکندر کا یہ سفر جو ایٹاے کو چمک کے مغربی و جنوبی سواحل پر ہوا اس میں مع

اس اطالی کے جو ملک کے اندرونی حصہ میں ہوئی تھی۔ پورا ایک سال صرت ہو گیا اور موسم گرما کی ابتدا میں وہ علاقہ قی لی قیا کے شہر طوس میں پہنچا۔ اور کچھ تو گرمی اور کچھ ٹھکن سے وہ ایراخشہ دریشان ہو رہا تھا کہ شہر میں داخل ہوتے ہی دریا ئے قداؤس کے ٹھنڈے پانی میں نہایا۔ اس بے اعتدالی سے اسے شدید تپ آگئی جس کی حدت اور شدت اس بلا کی تھی کہ اس بیماری نے اس کی صحت بہانی میں ہمیشہ کے لئے گھٹن لگا دیا اس موقع پر کسی دوست نے ایک خط کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ ”آپ کا طبیب غلب شاہ ایران سے ظاہر ہے جو وہ پیہ دے کے اس بات پر راضی کر لیا گیا ہے کہ دوا کے بہانے آپ کو نہ رو دے دے۔“ اس خط کو سکندر پڑھ ہی رہا تھا کہ وہی طبیب غلب اس کے بلانے کے لئے دوا بنا کے لایا۔ سکندر نے اس کی صورت دیکھتے ہی خط کو اس کے ہاتھ میں دے دیا اور دوا کا کٹورا اس سے لے کے منہ سے نکالیا اور قیں اس کے کہ قلب اپنی بے مٹا ہی کے متعلق ایک لفظ بھی زبان سے نکالے پایا ہو سکتا ہے دوا کو پی ٹھیکہ بخارتین ہی دن کے اندر جانا رہا اور وہ اس قابل ہوا کہ فوج کی سرداری کرے خوش قسمتی سے بیماری کے زمانے میں فوج کشی کی کوئی ضرورت بھی نہیں پیش آنے پائی تیسرے دن جب فوج کے ساتھ مقابلہ کو پہنچا ہے تو دارا ئے قداؤس خود اپنے لشکر کو لے کے میدان میں صفت آ رہا ہو چکا تھا۔

لشکر عجم اس میدان میں عجیب شان و شوکت اور بزرگی و احتشام سے آیا تھا سب کے آگے آگے ایک گروہ اُن لوگوں کا تھا جن کے ہاتھوں میں چاندی کی زونق برق انگلیٹھیاں تھیں۔ بھی میں نہ تیشیوں کی مقدس و معترم آگ روشن تھی۔ اس گروہ کے پیچھے سب سے بڑا مقتدا اسے ملت جوس تھا۔ اس کے ہمراہ ۳۹۵ خوش رو و جوان گلزار کچڑے پہنے ہوئے تھے جو برس کے ۳۹۵ آیام کے مظہر و قائم مقام تصور کئے جاتے اس کے بد سورج کی (جو مظہر و وزیر داں تھا) رتھ تھی اور اسے اس کے خاص خادم

گھوڑوں پر سوار اپنے ٹھہرٹ میں بیٹے ہوئے تھے۔ اس رتھ کے جلوس کے بعد عجی لشکر تھا۔ فاص شاہی گارد کے نیزوں کی نشا میں سوئے کی تھیں۔ ان کا لباس سفید تھا اور مریض چار آئینہ سینوں پر لگے ہوئے تھے۔ اس کے بعد اور جماعت اس سے کم نمود و شان کی تھی۔ مگر یہ ساری دھوم دھام بجائے لڑائی کے جلوس کی شان دکھانے کے لئے موزوں تھی۔ خود دار اے عجم ارغوانی غلٹ پہنے ہوئے تھا جس میں کثرت سے جواہرات لگے ہوئے تھے۔ اور جگ جگ جگ کر رہے تھے۔ وہ اپنے اس لشکر کے عین درمیان میں ایک رتھ پر سوار تھا جس پر جا بجا سونے کا کام تھا۔ اگرچہ لڑنے کے لئے میدان جنگ میں آیا تھا مگر اس کی ماں تھی سی گم ہیں۔ اس کی خاص ملکہ۔ اس کی قمر بیٹیاں چند اور شاہی خاندان کی خواتین اور ان کے ساتھ کی لونڈیوں، باندیوں کا ایک کثیر لشکر آگروہ اس کے ہمراہ تھا۔ اس فضول دیے تہہ گروہ نے شہر اس سوس کے ایک اونچے ٹیکرے پر پڑاؤ ڈالا۔ جہاں وہ چاروں طرف سے سنگساری چٹانوں میں اس تندہ گھرے ہوئے تھے کہ اپنی قہر کی کثرت سے بہت ہی کم فائدہ اٹھا سکتے تھے اور اسی سبب سے ان پر جلدی قابو پانے اور غلبہ حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ دارائے حبیبی ہی دیکھا کہ لڑائی ہاتھ سے گئی اپنی رتھ کا رخ پھیر دیا اور میدان سے جان بچا کے نکل گیا۔ اپنے خاندان اپنی ماں بیٹیوں کو تو دشمن کے قبضہ میں چھوڑا اور خود جلدی جلدی بھاگتے ہوئے ہا کے بابل میں دم لیا تاکہ دوسری فوج جمع کرے۔

سکندر اعظم اپنے حریت دار کی ماں، مانی اور بچوں کے ساتھ بہت ہی ادب و تعظیم سے پیش آیا۔ اُن کے حال پر نہایت ہی مہربانی و شفقت ظاہر کی، اور اپنے ایک سرزمین والے کو بھیج کے انہیں یقین دلایا کہ ”آپ سب میری حمایت میں ہیں۔“ اور دوسری صبح کو اپنے بہن دوست تھے نہیں ٹیڈن کو ساتھ لے کے اُن خاتونوں کی ملاقات

کو گیا۔ سکندر کے چہرے سے اگو پہ شرانت برستی تھی اور خوش و خوش جمال بھی تھا طاقت اور پھر قیلے پن کے لحاظ سے بھی اس کا جسم اچھا تھا مگر قد چھوٹا تھا۔ اور اس کے مقابل ہے فیس ٹیون کشیدہ قامت اور بلند دھالا تھا۔ لباس کے اعتبار سے بھی سکندر کے کپڑے بہت سادے تھے۔ الغرض ان دونوں رفیقوں کے ساتھ دیکھ کے دارا کی ماں تسی گم بس غلطی سے ہے فیس ٹیون کو بادشاہ مقدونیہ اور اپنا فاتح سکندر سمجھی اور دوڑ کے اس کے سامنے زمین پر گر پڑی۔ لیکن ساتھ ہی اسے معلوم ہوا کہ میں جس کے قدموں پر گری ہوں وہ سکندر نہیں کوئی اور ہے گھبرا کے ناوم ہو گئی۔ سکندر نے بڑھ کے اُسے اپنے ہاتھ سے اٹھایا۔ اور کہا "در اصل آپ سے غلطی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ مجھ میں اور ان میں کوئی فرق نہیں۔ ہے فیس ٹیون بھی سکندر ہی کا ایک دوسرا پیکر ہے" تسی سی گم بیس سے اس نے ماں کہہ کے خطاب کیا اور اسے ہمیشہ ان ہی کے لفظ سے یاد کیا کرتا۔ اور یہاں تک اس کا ادب کرتا کہ جب تک وہ بے حد اصرار نہ کرتی۔ اس کے سامنے بیٹھتا تک نہ تھا۔ اور ہر بات میں اس کے ساتھ ایسے ادب و تعظیم اور مردت و اخلاق کو کام میں لاتا کہ تسی سی گم بیس کو اپنے اہلی بیٹے سے یہ دوسرا منہ بولا بیٹا زیادہ عزیز ہو گیا۔

فصل سوم

فلسطین اور مصر کی فتح (۹۰۵ قبل محمد سے ۹۰۳ قبل محمد تک)

سکندر نے اپنی ان تدابیر کے سلسلے میں کہ پہلے دارا کے عجم کی بجری قوت کو غارت و تباہ و برباد کر دیا جائے۔ دوسری یہ کارروائی کو سلطوت و جبروت کے ساتھ فیثقی لوگوں کی سرزمین میں داخل ہوا۔ وہاں پہونچ کے دیکھا تو نظر آیا کہ ہمانا شہر زدن تو اس کے آگے سر اطاعت جھکانے کو تیار ہے۔ مگر شہر طاؤ کے لوگوں نے سرتابی

کی اور کہا کہ "ہم تو سکندر کو اپنے شہر میں قدم نہ رکھنے دیں گے" موجودہ طائرہ جو تخت نصر کے ہاتھ سے تباہ ہونے کے شہر پر بس بعد آباد ہوا تھا۔ ایک جزیرہ کی شان سے پانی کے اندر واقع تھا اور ساحل شام سے تقریباً نصف میل کی مسافت پر تھا۔ اس کے اندر بہت سے ایسے سوراخ اور شجاع موجد تھے جو اپنے شہر کے پانی کے اندر ہونے اور نیز اپنی سپہ گری کے باعث اپنے آپ کو ہر ایسے حملہ آور کے مقابلے میں جس کے پاس ہمازوں کا بیڑا نہ ہو بالکل بے خوف اور امن و امان میں سمجھتے تھے۔

مگر سکندر ایسا شخص نہ تھا کہ کوئی سخت سے سخت دشواری بھی اُس کی سدا رہ ہو سکے پہلے تو اس نے یہ ارادہ کیا کہ ساحل سے اس شہر تک وقتی ضرورت کے لئے ایک کشتی بنالے۔ مگر اس بارے میں معنی پوششیں کی گئیں۔ ان سب کو طائرہ داروں نے عداوت و بے کار کر دیا۔ جب یوں کوئی زور نہ ملا تو سکندر شہر زدوں میں چلا گیا۔ جہاں سے اس نے ہمازوں کا ایک بیڑا فراہم کیا۔ اس بیڑے کو لے کے واپس آیا اور شہر طائرہ کا محاصرہ کر لیا۔ سات ہینہ کی محسوری کے بعد طائرہ داروں نے بے دست و پا ہو کے ہتھیار رکھے اور سکندر بھی اس قدر غصہ میں بھر ا ہوا تھا کہ شہر میں داخل ہوتے ہی سخت ظالمانہ خون ریزی کر کے اپنی اعلیٰ فہندیوں کے دامن میں بدنامی کے دھبے لگائے۔ جو لوگ مارے جانے سے بچے اونڈی غلام بنائے گئے اور سوائے چند خاص لوگوں کے بقیہ زودن والوں نے کوشش کر کے اپنے ہمازوں میں چھپا لیا تھا۔ قتل و اسیری سے کوئی نہ بچا۔ یہی اس عظیم الشان تاجرانہ شہر کا آخری انہدام تھا جس کے بعد پھر وہ کبھی نہ چپ سکا اور جس کی حضرت اشعیا اور خزل پیغمبروں نے پہلے سے خبر دے دی تھی۔

طائرہ کے تباہ کرنے کے سکندر نے اعلیٰ مسطین کے دیگر املاک کا رخ کیا اور اس ارادے سے چلا کہ شہر بیت المقدس کے لوگوں کو خزاں سے جو دارائے عدم کی وفاداری کا دم بھر رہے تھے۔ اور اس وقت تک اس کے آگے سرطاعت

بھٹکائے ہوئے تھے۔ اسی قدر نہیں ان لوگوں نے اسی بنیاد پر سکندر کو رسد پہنچانے سے بھی انکار کیا تھا۔ سکندر جیسے ہی یروشلم کے قریب پہونچا اور اس کی آمد آمد ہوئی یہود نے حرم ربانی میں جمع ہو کر یہ عجز و الحاح دعا کی کہ بار الہائیں اس آفت سے بچا اور تباہی اس موقع پر کیا کریں۔ فوراً ان کے مقتدا نے اعظمیہ وادے کے دل میں الہام ہوا کہ اپنے شہر کے چھانک کھول دو اور اپنا مقدس لباس پہنے ہوئے جا کے اس یونانی فاتح کا استقبال کرو۔ تمام یہود نے اسی اشارہ ربانی پر عمل کیا۔ یروان حضرت آرون کی وضع میں سفید کپڑے پہنے ساری قوم کا دینی و دنیاوی سردار بنا ہوا۔ اور تمام مقتدایان دارالکین ملت اسرائیلی کو اپنے جلوس میں لیے ہوئے عین اس وقت شہر سے نکل کے چلا جب کہ سکندر اور اس کے یونانی سرداروں نے ہارٹھی کی بلند ہی پر چڑھ کے شہر یوشلم کا قصد کیا تھا۔ اس اسرائیلی گروہ سے ملتے ہی سکندر نے مکمل سلیمانی کے تعظیم کے لئے سر جھکا دیا۔ پھر ان سب کے ساتھ اور مقتدایان یہود کے گروہ میں ملا ہوا حرم ربانی میں حاضر ہوا۔ اور یہاں کے آداب کے مطابق قربانی کی اس کارروائی کے بعد اس نے صرت اسی قدر نہیں کیا کہ یہود کی جان بخشی کی بلکہ ان کے ساتھ نہایت ہر بانی سے پیش آیا۔

یروشلم میں داخل ہونے اور مقتدائے بنی اسرائیل سے ملنے کے بعد سکندر نے اپنے مقدونی سرداران فوج سے بیان کیا کہ مقدونیہ سے روانہ ہونے کے پہلے میں نے خواب میں ایک مقدس شخص کو دیکھا تھا جس کی صورت ہو ہو اس مقتدا یہودیہ وادے کی سی تھی۔ اور اس نے مجھے خواب میں اقبال مندی اور فتوحات کی خبر دی تھی۔ واقعی حیرت کی بات ہے کہ سکندر کو اپنی فتوحات کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے ہی ایک خواب کے ذریعہ سے اپنی تمام فتحندیلوں کا حال معلوم ہو گیا تھا اور اس سے بھی بڑھ کے قابل حیرت یہ بات ہے کہ انیسائے سلف کی پیشین گوئیوں میں جس طرح

نہت نصر یا سائرس کے نام بتائے گئے تھے اسی طرح مقدونیہ کے فاتح اعظم سکندر کا نام بھی بتا دیا گیا تھا۔ دونوں مابقی فاتح تہمت نصر اور سائی رس جیسے ہی اس منتخب قوم کے سامنے پہنچے انھیں معلوم ہو گیا کہ ہمارے تعلق پیشین گوئی ہو چکی ہے۔ اب سکندر کی باری آئی تو یہود نے سامنے آ کے اُسے حضرت دانیال کی پیشین گوئی سنائی جس میں سکندر بکرے کے لقب سے یاد کیا گیا تھا اور بکر اہی مقدونیہ والوں کا خاص قومی شمار اور مارک تھا، اس پیشین گوئی کے الفاظ یہ تھے ”بکر ابو مغرب سے آیا اور اس نے مینڈھے کو پامال کر ڈالا۔ اُس کے سیلنگ توڑ دیے اور اسے زمین پر گر کر اُس کے پاؤں سے رعد ڈالا اور وہ گستاخ بکر ابو نمان کا بادشاہ تھا“

بیت المقدس سے نکل کے سکندر جنوب کی طرف چلا۔ شہر غزہ کے لوگوں نے بہادری سے مقابلہ کیا۔ مگر سکندر نے محاصرہ کر کے اور زبردست یورشیں کر کے فتح کر لیا اور سرکشی کی پاداش میں اس شہر کو نہایت بے رحمی کے ساتھ تباہ و برباد اور ویران و سہار کیا۔ غزہ کی ٹہم سے نارغ ہوئے ہی سکندر قلم و معرین داخل ہوا اور وہاں کے دار السلطنت کو تھوڑی ہی دشواری کے بعد فتح کر کے ملحق و متعاہد بنالیا۔ دریائے نیل کے دہانے پر جو چند جزیرہ نمایاں ہو گئے ہیں ان میں سے ایک پر اُس نے ایک نیا شہر آباد کیا جو اس کے نام سے آج تک مشہور ہے اور اسکندریہ کہلاتا ہے اور اسکے بعد جب مصر یونانیوں کے زیر فرمان تھا تو یہی شہر ان کا دار السلطنت تھا اور ایسے مناسب موقع پر آباد ہوا تھا کہ آج بھی دنیا کے مشہور ترین شہروں میں ہے۔ درود مصر ہی کے زمانے میں سکندر سفر کر کے جیو پٹرام مون کے مندر کی زیارت کو گیا جو مصر اُسے کی بیابان کے ایک شاداب حوض میں واقع تھا۔ وہاں اس نے اپنی اقبال مندی کا مبارک ٹیگن لیا پھر مصر پر اپنی طرف سے ایک مقدونی الاصل والی مقرر کر کے ارض مقدس میں واپس آیا۔ اور وہاں سے الوالغری کے ساتھ شہر بابل کی طرف چلا جہاں دارا اُسے ایران نے

اس کے مقابلہ کے لئے پھر فوجیں جمع کی گئیں۔

فصل چہارم

فتح ایران (۹۰۲ء قبل محمد سے سترہ قبل محمد تک)

دادا کی طرف سے کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہوئی اور سکندر فرات اور دجلہ دونوں مشرق دریاؤں کے اس پار اتر آیا اور ایران کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی لڑائی اس وقت ہوئی جب کہ سکندر بڑھتے بڑھتے وسط ایران میں داخل ہو گیا اور میدان اربیسہ (اردوبیل) میں پہنچ کے صفت آرا ہوا۔ جہاں سے شہر گوماسے (لا قریب بغداد) شہر دارا (گفتی شپ) کے اونٹ کا شہر مشہور تھا، لشکر عجم نے بھی یہاں آ کے اس کے مقابل اپنی صفیں مرتب کیں

مقدونیہ والوں نے چاہا کہ ایرانیوں پر شب خون ماریں مگر سکندر نے اس کی اجازت نہ دی اور کہا ”میں چوری کی فتح کو حقیر سمجھتا ہوں“ اور دوسری صبح کو میدان کا رزاً گرم ہو گیا۔

ایرانیوں کی فوج علاقہ ہائے دور دورہ لڑ پار تھا اور باختر سے لائی گئی تھی۔ جہاں کے لوگ بڑے بہادر اور جنگ جو مشہور تھے اور اس میں شک نہیں کہ مقدونیہ والوں کو اس وقت تک جن لوگوں سے سابقہ پڑ چکا تھا ان سب سے یہ لوگ زیادہ شجاع اور بہادر تھے۔ یہ سپاہی بڑی بہادری سے لڑے۔ مگر وہ مصروف کارزار ہی تھے کہ دارا ان کے ابتدائی حصہ میں اپنی کمان اور ڈھال چھوڑ کے بھاگ کھڑا ہوا۔ بادشاہ کو میدان سے غائب دیکھ کے سپاہیوں نے بھی ہمت ہار دی۔ میدان چھوڑ کے بھاگے۔ اور سکندر میدان الدیل کا مالک تھا۔

اس فتح کے نتیجہ میں سلطنت ایران کا سارا مغربی حصہ اس کے قبضہ میں ہو گیا۔ اب

عصر قدیم

اس کا یہ کام تھا کہ ایران کے بڑے بڑے شہروں بابل، سوس، دشوترا، اقباطنہ، اور پرتسی پولی (اصطخر) کی طرف کوچ کرے۔ اور اُن عظیم افسانہ خیز اُنوں پر قبضہ کرے۔ جنہیں شاہان ایران موت ہائے دراز سے جمع کرتے رہے تھے۔ اس دولت پر قبضہ پاتے ہی اس نے شاہانہ تباہیوں کے نوئے دکھائے اور جو کچھ ہاتھ آیا، اپنے سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔ ادھر فوج یونان میں دولت کے لطف اُڑ رہے تھے اُدھر بد نصیب دارا بھاگ کے باختر پہنچا جہاں اس کے دو افسردہ نے جن پر اُسے بھروسہ تھا دنیا بازی کی راہ سے اسے گرفتار کر لیا اور اسکندر کے خون سے اسے اپنے قید کی حیثیت سے لے کے بھاگے۔ بھاگتے بھاگتے جب انھوں نے دیکھا کہ یونانی اب سر ہی پر آ پونچے تو ایک کاری نیزہ مار کے اپنے بادشاہ اور ولی نعمت کو زمین پر نیم جان ڈال دیا اور خود آگے کی راہ لی۔

یونان جس وقت خاک و خون میں لٹھڑے ہوئے تاجدارِ عجم کے قریب پہنچے ہیں اس وقت اگرچہ وہ جاں بہ لب تھا مگر زہہ تھا۔ لیکن سکندر جب تک پہنچے پہنچے اس کی روح نفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ مقدونی فاتحِ اعظم نے جیسے ہی اتنے بڑے خاندانِ شہریارہی کے پچھلے تاجدار کی لاش کو ایسی نیکی کی حالت میں پڑے ہوئے دیکھا اپنی قبائلا کے اُس ہڈال دی۔ آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور نہایت ہی متاثر ہوا۔ پھر دارا کی لاش کو شاہانہ توک و احتشام سے بابل روانہ کیا۔ دارا کی ماں تسی ہی گم میں وہیں تھی۔ جس کے سامنے دارا غیمے میں پہنچایا گیا۔

دارا کی لکھ تو قید میں رکھی تھی۔ لیکن اس کی ماں اپنے پوتوں کے ساتھ بابل میں موجود تھی۔ سکندر اس کا بہت کچھ پاس و لحاظ کرتا تھا۔ صرت ایک مرتبہ سکندر کے اطفال سے اس کی دل شکنی ہوئی۔ اودھ بھی محض لاعلمی اور ناواقفیت کے باعث و جبر یہ تھی کہ سکندر شاہانِ ایمان اور شرفائے عجم کے مذاق و معاشرت سے واقف نہ تھا

اپنی بہن کے ہاتھ کے بنے اور کاڑھے ہوئے چند کپڑے اسی سی گم میں کو دکھائے اور کہا اپنی پوتیوں کو بھی آپ اس فن کی تعلیم دیجئے یہاں ایران کی یہ حالت تھی کہ خاقانان عجم اس قسم کے ذلیل کاموں کو صرف ادنیٰ طبقہ کے لوگوں اور غلاموں اور قیدیوں کے لئے مخصوص سمجھتی تھیں۔ سکندر کی زبان سے یہ جملہ سنتے ہی اسی سی گم میں بے اختیار رونے لگی کیونکہ وہ سمجھی کہ ہم لوگ چونکہ قیدی ہیں اس لئے سکندر ہم سے قیدیوں کے کام بھی لینا چاہتا ہے۔ جب سکندر کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت نادام ہوا اور اسی سی گم میں کو بتایا کہ ہمارے ملک کی معزز عورتیں ان کاموں کو ذلیل و حقیر نہیں سمجھتیں بلکہ شوق سے سیکھا کرتی ہیں۔

سکندر کو اپنی ماں اُلم پیاس کے ساتھ برسی محبت تھی اور جو خطوط دتا وقتاً اس کے نام بھیجتا رہا ان کا کسی قدر حصہ اس وقت تک محفوظ چلا آتا ہے۔ اُلم پیاس ایک مغرور اور آشفتمزاج عورت تھی اور اکثر اوقات والی مقدونیہ آئین ٹی پاڑ کے انتظامات میں خلل انداز ہوا کرتی جس کے باعث والی مذکور کو سکندر کے پاس اُسکی شکایت لکھ کے بھیجی تھی۔ اس پر سکندر نے ماں کو لکھا "افسوس آئین ٹی پاڑ نہیں جانتا کہ میری ماں کا ایک آنسو اس کے لئے دس ہزار خطوں کو دھوکے رکھ دے گا!" اس میں شک نہیں کہ سکندر کا دل پاک و صاف اور محبت سے بھرپور تھا۔ لیکن کامیابیوں اور فتحوں نے اس میں اتنا تغیر ضرور پیدا کر دیا تھا کہ جو زمانہ گزرتا جاتا وہ اپنے آپ کو زیادہ بلند پایہ اور عالی مرتبہ سمجھتا جاتا۔ دارا کے مرنے کے بعد اتنا ہی نہیں ہوا کہ سکندر نے اس کے ملک کی دولت پر قبضہ کر لیا۔ بلکہ اس نے شہنشاہ ایران کا لقب بھی اختیار کر لیا۔ تاج خسروی سر پر رکھا۔ غلعت شاہانہ زیب تن کیا اور اس کا متوقع ہوا کہ اہل مقدونیہ بھی اس کی ویسی ہی تعظیم و تکریم کریں جیسی کہ مفتوح مشرقی قومیں کیا کرتی تھیں۔ ان مزاجی تبدیلیوں کی وجہ سے اس کے اخلاق میں ایک ایسی

بات پیدا ہو گئی کہ ہر گھڑی بد دماغ اور برا فرد ختمہ سا نظر آیا کرتا۔ اس کے لئے مقدونیہ اور یونان والے نہ اس کے عادی تھے کہ اپنے بادشاہ کو اپنے سے اس قدر بلند سمجھیں اور نہ یہ ممکن تھا کہ ان میں یہاں کی تمدن قوموں کی باتیں فوری طور پر پیدا ہو جائیں خصوصاً جبکہ مشرقی بادشاہ پرستی کو وہ ذلیل سمجھتے تھے۔

ہم وطنوں کے اس برتاؤ سے اسے اسی وقت سے تکلیف ہونا شروع ہوئی جب کہ اُس نے ایران کا تاج شاہی سر پر رکھا اور آخر کار اسے نظر آیا کہ تا وقتیکہ میں مقدونیہ والوں کی دلازاری گوارا نہ کروں۔ نہ ایرانیوں کی عزت افزائی کر سکتا ہوں اور نہ ان کے ساتھ لطف و مہربانی پیش آ سکتا ہوں۔ اور یہ ایسی دشواری تھی جس کو دور کرنا اسے غیر ممکن معلوم ہوا۔ اس کے خلاف اہل وطن کی طرف سے جو پھیل پھاڑ ہوتی اس کو اس کی طبیعت نہ برداشت کر سکتی تھی۔

سکندر کی زندگی کا سب سے زیادہ نالائق کام یہ تھا کہ ایک جھوٹے اور بے نیاد الزام پر پورے عقلمند سپہ سالار پارمینیو اور اس کے بے گناہ بیٹے کو بلاتامل قتل کر ڈالا اور ایک پر شور شرعش طرح میں کچھ ایسا جذبہ سوار ہوا کہ اپنی آتما کے بیٹے قتل طوس کو جو کہ اس کا بچپن کا وہ دست اور پرانا انیس دہمدم تھا خود اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا حالانکہ غزائی قوس کی لڑائی میں سکندر کی جان اسی قتل طوس نے بچائی تھی۔ مگر یہ نشہ شراب کا ایک وقتی جوش تھا۔ جب نشہ اُترا اور ہوش بجا ہوئے تو اپنے کئے پر بہت پھچکایا۔ اور بے انتہا آہ و زاری کی۔ گھوڑا بچھٹانے سے کیا مل سکتا تھا۔ چند روز تک اسی مدد سے گھر میں بند ہو کے بیٹھ رہا کسی کو پاس نہ آنے دیتا اور ہر گھڑی اپنے ہاتھ کے مقتول اور مظلوم دوست کو بڑی دلی سوزی سے یاد کر کے روتا۔

آخر کار اس کی غمت اور اس کی فتنہ دہی کا غم وہاں تک بڑھا کہ دل میں جم گئی کہ میں جو پٹر دیوتا کا بیٹا ہوں اور یونان والوں کو پیام دیا کہ زندگی ہی میں میرا شمار

دیوتاؤں میں کرلو۔ اس کی اس لغو خواہش پر بعض اہل یونان تو اسے ایک قسم کا اسجاد سمجھ کے گھبرا گئے اور بعض اس پیام کو جنوں کا ایک نمونہ تصور کر کے ہنس پڑے لیکن اپارٹادالوں نے یسُن کے مرت اس قدر کہا ”اگر سکندر دیوتا بننے والا ہے تو اُسے بن لینے دو“

فصل پنجم

ہندوستان کی تہم اور سکندر کی وفات ۳۲۹ ق م سے ۳۲۶ ق م قبل مسیح تک، اس کے بعد چار سال گزرے وہ سکندر کی زندگی میں نہایت جفاکشی کے برس تھے۔ دارا کے قاتلوں کا اُس نے ہاتھ اور صفدیانہ تک تقاب کیا اور اُن سے ٹک سہرا می اور محسن کشی کا پورا انتقام لے لیا پھر خطا کی سرحد تک پہنچ کے وہاں کے کئی کوہستانی قلعوں کو مسمار ویران کر دیا۔ مگر اس کے پونچھے ہی صفدیانہ کی وحشی قوموں میں سخت بغاوت پھیل گئی جس کی وجہ سے اُسے مجبور ہو جانا پڑا۔ حالانکہ اس کی حالت بد اگر علی العموم نظر ڈالی جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ وہ ایک زبردست فاتح تھا۔ لیٹرا نہ تھا۔ کیونکہ جہاں جانا سُنے شہر لہاتا اور کرکشیس کو تاکہ یونان کے علوم و فنون کی تعلیم وہاں کے لوگوں میں بھی جاری ہو جائے۔

۳۲۶ ق م قبل مسیح میں وہ ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ جس نام سے کہ ان دنوں دریائے ٹک کے آس پاس کی زمین یاد کی جاتی تھی۔ یہاں کے لوگ بہادر تھے اور جنگجو اور ایک حصہ ملک کا فرمانروا جو راجہ پورس کہلاتا تھا۔ بہادری سے آگے آئے مقابل صف آرا ہوا۔ مگر سکندر کی زبردست اور آزمودہ کار فوج سے مقابلہ کرنے کی کس میں تاب تھی؟ اُس نے شکست کھائی۔ اور فرڈاگرتار کو کے سکندر کے سامنے لاکھ کھڑا کر دیا گیا۔ سکندر نے صورت دیکھتے ہی کہا ”بتاؤ اب تمہارے ساتھ کیا سلوک

کیا جائے؟“ اُس نے کہا، ”جو سلوک کہ بادشاہوں کے ساتھ کیا جاتا ہو“ اس معقول جواب سے نہایت متاثر ہو کے سکندر بولا، ”یہ تو میں خود ہی کروں گا۔ اور یہ کہہ کے فقط اس کی جان بخشی ہی نہیں کی بلکہ اُسے فتح کر کے کچھ اور ملک بھی دیا۔ اور اس کی قوموں کو اضافہ کر دیا۔“

اب مغربی ہند کی تمام ریاستوں نے خراج اور نذرانہ کے طور پر اس کی خدمت میں ہاتھی لالاکے پیش کئے جن کی یہاں کثرت تھی اور مقدونیہ والوں کے یہاں پہونچ کے پہلے پہل اُن سے جنگ آزمائی میں کام لیا۔ اب سکندر نے چاہا کہ آگے بڑھ کے ہندوستان کے اُن اضلاع و صوبہ جات میں داخل ہو جو کہ اُس وقت تک دیگر اقوام و ممالک میں بالکل ناشعوم اور مجہول احوال تھا لیکن اس کے سپاہی ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ آگے بڑھے تو ہم اپنے وطن سے بہت دور ہو جائیں گے اور ایسے دور و دراز حصہ زمین میں پہونچ جائیں گے جہاں سے واپسی نہایت دشوار ہوگی۔ آخر فوج والوں کو ناراض دیکھ کے اپنی الو انگری سے دستبردار ہونا پڑا۔ اور نہایت ہی ناگوار و شکستہ خاطر ہی کے ساتھ دریائے سیلج کے کنارے تک پہونچ کے پلٹ پڑا۔

واپسی میں چون کہ اس نے ارادہ کیا کہ سمندر تک پہونچ کے مغرب کا رخ کرے اس لئے جنوب کی راہ لی۔ راستہ میں اُسے ایک چھوٹے شہر سے سابقہ پڑا جس کے لوگ نہایت جنگجو تھے۔ جو قوم اس شہر میں آباد تھی وہ ملی کہلاتی تھی اور موزخین کو یقین ہے کہ وہ یہی شہر تھا جو آجکل قتان کہلاتا ہے۔ سکندر نے قتان کا محاصرہ کر لیا اور جب یونانیوں نے شہر پر دھاوا کیا تو سب سے پہلے خود سکندر سیڑھی لگا کے شہر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس کے بعد چار ہی آدمی اور چڑھنے پائے تھے کہ سیڑھی ٹوٹ گئی۔ اور ناگہاں اس نے اپنے آپ کو اس نازک حالت میں پایا کہ یونانی مدد کو پہونچ نہیں سکتے اور میں دیوار کے اوپر دشمنوں کے تیروں کا نشانہ بنا ہوا ہوں۔ شجاعت و

مردانگی نے باہر واپس آنے کی اجازت نہ دی۔ لہذا بے تکلف دھم سے شہر نپاہ کے اندر کود پڑا۔ اور ساتھ ہی اُس کے چاروں رنقا بھی اندر بچا نہ دیے۔ ملتان والوں نے قن تہا دیکھ کے چاروں طرف سے نرنہ کیا اور سکندر ایک انجیر کے درخت سے پیٹھ لگا کے کھڑا ہو گیا اور دشمنوں کے واروں سے بچنے کی کوشش کرے لگا۔ اتنے میں ایک پردار تیر اُس کے سینہ کے اندر چبوست ہو گیا۔ مگر اب بھی تھوڑی دیر تک اپنے آپ کو سنبھالے رہا۔ مگر کب تک؟ آخر بجزت خون نکل جانے کے باعث ناتوانی بڑھی۔ سر ہلکایا اور تیور کے اپنی ڈھال کے اوپر گر پڑا۔ اسے گرتے دیکھ کے چاروں رنقا لپک کے پاس آئے۔ اسے اپنے جھرمٹ میں لے لیا اور دشمنوں سے لڑنے لگے جو ایک متلاطم سمندر کی طرح زور لگا رہے تھے کہ ان سب کو اپنے جہنم میں غرق کر کے فنا کر دیں۔ اب ان چار رفیقوں میں سے بھی دو زخمی ہو کے گرے اور دم توڑ دیا۔ باقی ماندہ دو رفیق سکندر کو اپنی ڈھالوں کی آڑ میں لئے ہوئے تھے کہ بیابان یونانی لشکر کمال جوش و خروش سے یورش کر کے شہر میں گھس پڑا اور سکندر اور اس کے دونوں زندہ رفیقوں کی مدد کو آہو بچا شہر پر تو اب یونانیوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ فوراً سکندر کو ڈھال پر ڈال کے باہر لائے اور لشکر گاہ کے اندر اس کے خیمہ میں لے گئے۔ سکندر کا زخم کاری اور خطرناک تھا مگر زندگی تھی بچ گیا۔ اور دوسرے دن جب یونانیوں نے اس کی صورت دیکھی تو اُن کے جوش و سرور کی کوئی انتہا نہ تھی۔

صحت یاب ہونے کے بعد وہ روانہ ہو کے دریائے سندھ کے دہانے پر پہنچا اور ایک بڑا بیڑا تیار کرایا۔ تاکہ حلیج فارس کے ساحل ہی ساحل جا کے وہ سمندر کی سیما کو رے اور اس کے اُور چھوڑ کا پتہ لگائے۔ اور خود خشکی کے راستہ سے دریائے گھاٹے کنارے مکران ہوتا ہوا مغرب کی طرف واپس چلا۔ اس ریگستانی ملک میں منزلوں

دشت بے گیہ چلا گیا تھا۔ نہ کھانا ملتا تھا نہ پانی۔ اُس کے لشکر کو بھوک پیاس اور گرمی کی حدت سے بے حد تکلیف ہوئی۔ مگر اس مصیبت میں اس نے ایسا بھی نہیں کیا کہ سپاہیوں کی تکلیف سے بے پروا ہو کے اپنی راحت کا سامان فراہم کیا ہو بلکہ ہمیشہ اُن کی مصیبت میں شریک رہا ایک دن سخت تپش تھی۔ اور شدت تشنگی سے حلق میں کانٹے پڑے ہوئے تھے۔ لوگ خدا جانے کہاں سے ڈھونڈھ کے تھوڑا سا پانی لائے جو اس وقت ایک نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ لازوال تھا۔ لیکن چوں کہ وہ پانی سب سپاہیوں کے لئے کافی نہ ہو سکتا تھا اور اس کے دل میں یہ خیال گذرا کہ شاید میرے سپاہی مجھ سے زیادہ پیاسے ہوں اور مجھے پانی پیتے دیکھ کے دل میں بُرا مانیں اُس پانی کو بجائے اس کے حلق ترکرے بالو پڑا دیں۔

آخر خدا کر کے وہ اور اس کا یونانی لشکر اس مصیبت سے جانبر ہو کے کرآن میں پہنچا جہاں سے وہ ایران کے آباد و دولت مند اور زرغین و شاداب صوبہ جاتا میں داخل ہوا وہ شہر سوس (شوش) میں پہنچ کے بڑے کروڑوں ترک و احتشام سے ایک دربار کیا۔ اور شہر یابل کی راہ لی۔ یہاں اس وقت کی مملوہ دنیا کے تمام ملکوں سے اُس کے دربار میں سفارتیں پہنچیں۔ ہالک دور و دراز کے ان سفروں نے آستانِ بوس بارگاہ ہو کے نذریں پیش کیں اور اظہارِ اطاعت کیا اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ ریاستِ ہائے یونان سے بھی یہ پیام پہنچا کہ آپ کا لشکار دیوتاؤں میں کیا گیا۔ اور آئندہ آپ کا دیا ہی احترام کیا جائے گا جیسا کہ دیوتاؤں کا کیا جانا چاہیے۔ یہ ایسی چیز تھی جس کی اُسے بُری ہی نہ تھی۔ اب سکندر و یونانی عزت کے بلند ترین شہ نشین پر تھا اور جہاں تک انسان کا حوصلہ پہنچ سکتا ہے وہ پہنچ گیا تھا۔ گویا خود اس کا حوصلہ ابھی باقی تھا۔ اولاخری میں ذرا بھی فرق نہیں آئے پایا تھا مگر تقدیر کو منظور نہ تھا کہ اس سے آگے قدم بڑھائے لہذا کارکنانِ قدرت نے

نہان حال سے کہا: "مادب! اور بابل کے سے شہر میں جو غرور و نخوت کا قدیم گہوارہ تھا اُس کا ادج مردج ایک چشمِ زدن میں خواب و خیال ہو گیا۔"

دریائے فرات کی ترانی میں جب سے کہ سائرس نے ہمرکاٹ کے اس کی تیار بدل دی تھی ایک نہر ملی ہو چلا کرتی تھی جو انسانی صحت کے حق میں نہایت ہی ضرر تھی۔ سکندر کو بابل میں پونچے چند ہفتے ہی ہوئے تھے کہ اسی ہی ہوا کے اثر سے اسے بخار آ گیا۔ جو ناگہانے خوارمی کی کثرت سے اور زیادہ بڑھ گیا۔ اطباء سے جہاں تک بنا علاج کیا اور بہت کچھ دوا دھوپ کی گئی۔ اور وہ خود روز و رات دوا پر قربانیاں چڑھایا کرتا۔ مگر سب تدبیریں بے سود ہوئیں اور بخار کی شدت روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ لیکن باد جو اس شدت مرض کے اس کی الوالعزیز میں فرق نہیں آنے پایا تھا۔ اس حال میں بھی پڑے پڑے اس نے افسرانِ فوج کو بلا کے حکم دیا کہ "اب جو ہم تجویز ہو چکی ہے اس میں غفلت نہ ہونے پائے۔ تم سب ہی تیار رہو۔" مگر حظ "مادرِ چہ خیالیم و فلک در چہ خیال" بخار آنے کے نویں دن طاقت نے بالکل جواب دے دیا۔ اگرچہ اس دن بھی محول کے موافق اس نے سب کو اپنے سامنے بلوایا مگر ضعف اس قدر بڑھ گیا تھا کہ گنگو نہ کر سکا۔ غالباً اس وقت اس کے دل میں اس پیشین گوئی کا خیال گہرا جو بیت المقدس میں معلوم ہوئی تھی کہ شہنشاہی جے اس نے محنت کر کے بہت بڑے مرتبہ کو پہنچایا ہے منقسم ہو جائے گی۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ اس نے اس وقت یہ بھی کہا کہ "میری تجہیز و تکفین کے وقت بڑے بھگڑے پڑیں گے۔" اپنی جانشینی کے لئے اس نے کسی کو نامزد تو نہیں کیا۔ مگر اپنی ہمر کی انگوٹھی انگلی سے اُتار کے پیرٹک کا اس کی انگلی میں چھادی جو اُس کی فوج کا ایک نامی گرامی سپہ سالار تھا اور اس کا رروائی کے تھوڑی ہی دیر بعد تاج و تخت کو بے وارث و جانشین چھوڑ کے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ سکندر جس وقت مراہے آئی

عمر ۳۲ برس کی تھی۔ اور تخت نشینی کو ابھی صرف بارہ برس ہوئے تھے۔

یہ تھا وہ سکندر جس کی نسبت مسلمانوں میں طرح طرح کے خیالات مشہور ہیں۔ مولانا نظامی اور بعض دیگر مصنفین نے کہہ دیا کہ قرآن پاک میں جس ذوالقرنین کا ذکر آیا ہے اس سے مراد یہی سکندر ہے جس کی بنا پر بہت سے لوگ اسے پیغمبر اور کم از کم ایک بڑا متقی و پرہیزگار خدا پرست خیال کرتے ہیں حالانکہ واقعات صاف بتا رہے ہیں کہ سکندر ایک مبت پرست بادشاہ تھا ہمیشہ دیوتاؤں پر عبیدٹ اور قربانیاں چڑھایا کرتا۔ اور خود دیوتا بننے کا آرزو مند تھا اصل یہ ہے کہ قرآن پاک کا ذوالقرنین تباہ یمن میں کا ایک قدیم باطل و جبروت بادشاہ تھا۔ اُن بادشاہوں کے القاب اکثر لفظ ”ذو“ کے ساتھ ہوا کرتے تھے اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین بھی انہیں میں کا ایک الو المزم تاجدار تھا۔ ذوالقرنین کے حالات عربوں میں زبانی روایتوں کی حیثیت سے مشہور تھے جو سلسلہ روایت نہ موجود ہونے کے باعث قابل اعتبار نہ تھے اور یمن کے قدیم حمد میں کسی مورخ کے موجود نہ ہونے کے باعث اس کے اصل حالات پر وہ اٹھائیں آگئے تھے۔ جن کو قرآن نے مختصراً بیان کر دیا۔

ایرانیوں کی روایتوں میں سکندر یونانی کا سلسلہ نسب تاجداران ایران سے ملا دیا گیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ سکندر کی ماں دارا کے باپ کے محل میں تھی۔ مگر اس میں کوئی عیب دیکھ کے اس نے مقدونیہ میں واپس بھیج دیا۔ وہاں جانے کے بعد کھلا کہ وہ حاملہ ہے اور اس کے بطن سے سکندر پیدا ہوا جو دارا کا بھائی تھا۔ یونان اور یورپ کے مورخین اس روایت کو قابل اعتناء نہیں سمجھتے۔ مگر ایرانیوں میں تاریخ موجود تھی اور فردوسی نے جو کچھ لکھا ہے ایران کی تاریخ قدیم سے لے کے لکھا ہے۔

لہذا ہمارے نزدیک یہ ایسی روایت نہیں ہے کہ اس کا ذرا بھی اعتبار نہ کیا جائے سکندر کے مرتے ہی لوگوں میں آہ و بکا کا شور ہوا اور ساری رات بابل میں ماتم

ربا اور اہل بابل نے گھبرا کے شہر کے پھانک بند کر لیے۔ مقدونیہ و یونان کے سپاہی رات بھر سلج رہے اس لئے کہ اپنے تاجدار کے مرجانے سے اپنے آپ کو بے دالی و وارث اور بے حامی و مددگار پاتے تھے اس خیال نے اُن میں کچھ ایسا جوش و خروش پیدا کر دیا تھا کہ بابل والے اُن کی حالت دیکھ دیکھ کے دہلے جاتے تھے اور گھروں میں بیٹھے ہوئے کانپ رہتے تھے کہ دیکھیے اب کیا ہوتا ہے۔ صبح کو افسرانِ فوج مشورہ کرنے کے لئے ایک بڑے ہال میں جمع ہوئے تو اس وقت سر پر شہزادی کو خالی دیکھ کے محل میں پھر ایک ہنگامہ ماتم بپا ہو گیا جو کسی طرح روکے نہ رکتا تھا۔ جس جگہ تاج شاہی، عصائے شہزادی، اور صلیبت شہنشاہی رکھے ہوئے تھے وہیں سپردِ ملک کا س نے سکندر کی وہ انگوٹھی بھی اپنی انگلی سے اُتار کے رکھ دی۔ اس موقع پر سب سے زیادہ رونے ماتم کرنے اور بین و بکا کی آواز بلند کرنے والی دارا کی ماں بڑھی تھی سہی گم میں تھی جو گویا سکندر کی قیدی تھی اس نے اپنے پہرے پر کالی تابی نقاب ڈال لی۔ اور روپیٹ کے ایک کونے میں خاموش بیٹھ گئی، اور ایسی بیٹھی کہ پھر وہاں سے نہ اُٹھی۔ لوگوں نے ہزار سمجھایا خوشامد درآمد کی۔ مگر اسکے بعد اس کی زبان سے نہ کوئی لفظ نکلا اور نہ کوئی فقرہ اس نے خلق سے اُتارا اور آخر سکندر کے مرنے کے پانچویں دن وہ بھی دُنیا سے خانی سے رخصت ہوئی۔

ایرانیوں نے بھی اپنے فاتح کا ماتم تھوڑا نہیں کیا۔ اس لئے کہ سکندر نے خود اُن کے بادشاہوں سے زیادہ خوبی و عدالت گستری اور نفع رسانی خلق کے ساتھ ملوکت کی تھی اس میں بہت سے عیوب بھی تھے۔ بعض فتحوں کے بعد اُس کے ہاتھ سے ظالم بھی ہو گئے تھے۔ اپنے بعض غیر خواہوں اور دوستوں کے ساتھ اس نے بے رحمی اور نا انصافی کا بھی ہوتا دیا تھا اس کی فحش زیادہ تر بلکہ سب کی سب اپنی الوا العری کا شوق پورا کرنے کے لئے تھیں لیکن باوجود ان تمام نقائص کے وہ ایک عالی

خیال، نیاز، پاکباز اور پاک باطن بادشاہ تھا۔ اس کا فیاضی کا ہاتھ کھلا ہوا تھا اور اکثر وہی کام کرتا جو اُس کے خیال میں انصاف اور حق ہوتا۔ مانا کہ بید عظمت و جبروت، اعلیٰ درجہ کی فتوح اور انتہائی درجہ کی شان و شوکت نے جو اس وقت تک کسی بادشاہ کو دُنیا میں نصیب نہیں ہوئی تھی اس میں ایک قسم کا تجرید اُکرو دیا اُو غرور و نخوت کے جذبات اُس میں بڑھ گئے لیکن سچ یہ ہے کہ ایک ایسا شخص جس کے پاس ایسے ایسے اسباب تکنت پیدا ہو گئے ہوں۔ اور ایسے ذرائع جو اسے کسی کام سے روک سکیں بالکل مفقود ہوں اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتے وقت ہمیں زیادہ سختی سے کام نہ لینا چاہیے۔ دُنیا میں یہ پہلا بادشاہ تھا جو ”عظم“ کے لقب سے یلہ کیا گیا اور اس میں ذرا شک نہیں کہ وہ اس خطاب کا پوری طرح مستحق تھا۔

آٹھواں باب

چار شاخیں (۸۹۲ء قبل محمدؐ سے ۶۲۷ء قبل محمدؐ تک)

فصل اول

سلطنت کی تقسیم ۸۹۲ء قبل محمدؐ سے ۸۳۷ء قبل محمدؐ تک
 قوراہ مقدس کے ایک فقرہ میں سکندر کے بعد کی حالت نہایت خوبی سے دکھائی گئی ہے وہ فقرہ یہ ہے ”جب بکرا خوب موٹا ہو گیا۔ اور جب وہ توانا ہو گیا تو بڑا سینگ ٹوٹ گیا اور اس میں سے چار سینگ نکلے جن کے رُخ جنت کی چاروں ہواؤں کی طرف تھے اسی کے مطابق جب سکندر مرا ہے تو اس کی سلطنت بالکل بے سر تھی اس لئے کہ اُس کے بیٹے نے ابھی تک آنکھ کھول کے دُنیا کو نہیں دیکھا تھا اور ہنوز ماں کے پیٹ ہی میں تھا۔ اور اس کی وفات کے کئی ہفتہ بعد پیدا ہوا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

سکندر کی آنکھ بند ہوتے ہی شہر آبل نہایت پریشانیوں اور مختلف خیالات کا مرکز بن گیا۔ اُس کے سرداران فوج میں سے اکثر ایسے لوگ تھے جنہیں یونانی فلسفہ کی پوری تعلیم ہوئی تھی۔ اور بہت ہندب و شائستہ لوگ تھے۔ لیکن اُن کے حالات پر نظر ڈالنے سے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ تعلیم سے انسان کے دل کے نرم ہونے یا شریفانہ خیالات کے پیدا ہونے میں کس قدر کم کامیابی ہوتی ہے۔ اُن کی دانائی کی قوت نے جو کچھ کیا وہ صرف اسی قدر تھا کہ اپنے علم و فضل کے باعث وہ اور زیادہ خطرناک ثابت ہوئے علاوہ بریں بہیم فتوحات اور جاہ و جلال حاصل ہو جانے کے باعث ارض شرق میں آکے اُن کے دلوں میں دولت شان و شکوہ اور عیش و عشرت کے سامان فراہم کرنے کی ہوس بڑھ گئی جس کے تقاضے نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ بغیر اس کے کہ عزت و انصاف، رحم دلی و خیر امت حُب وطن اور اپنے آقا کی حق شناسی کا ذرا بھی خیال دیکریں جو کچھ ہاتھ آئے اپنے قبضہ میں کر لیں۔

جیسے سردار تھے ویسے ہی سپاہی بھی تھے۔ سب کے سب فتح کے نشہ میں مست آشفتمزدار، بے رحم، سیر و سکار اور لوٹ مار کے حریص اور اپنے افسروں سے ایسے بظن ہو رہے تھے کہ جب کبھی کسی امر میں انہیں اپنے مقاصد کے خلاف پایا بلاتا مل انہیں چھوڑ دیا یا انہیں قتل کر ڈالا وہ برہمی، اضطراب اور شور و شر کا زمانہ جو سکندر کی آنکھیں بند ہونے ہی پیدا ہو گیا تھا۔ یونانیوں میں تو چند ہی روز بعد ختم ہو گیا مگر ایران اور بحریرہ میں مدتوں اور صدیوں تک طوائف الملوکی قائم رہی اور سچ یہ ہے کہ ملک عجم کو سکندر نے اتنا پامال نہیں کیا تھا۔ جتنا کہ اس طوائف الملوکی نے تباہ و برباد کیا۔ لیکن یونانی سرداروں میں سے جو لوگ اس عہد میں حکمرانی و جہانپانی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اُن کا تذکرہ اس موقع پر ضروری ہے تاکہ

ابنہ کا سلسلہ واقعات سمجھ میں آ سکے۔

سکندر کے مصوم بچہ کا والی پٹر وک کا س مقرر ہوا۔ اور اس نے سلطنت مفتوحہ کے چار حصہ کر کے تھریس، مصر، شام اور ایشیائے کوچک کی چار بڑی صوبہ داریاں قرار دیں اور سکندر کے چار سپہ سالاروں کی سی، اپوس، بطلمیوس، آنٹی گونس اور یومی نوس کو حسب ترتیب بیان صوبہ جات مذکور کا گورنر مقرر کیا۔ مگر پٹر وک کا س کی اس قابلیت و دنیایت سے آنٹی پاڑ اور اس کے بیٹے اکس سان ڈر نے اختلاف کیا۔ اول الذکر وہ شخص تھا جسے سکندر وطن چھوڑتے وقت مقدونیہ اور یونان کا والی بنا کے چھوڑ گیا تھا۔ اور کس سان ڈر باپ کی طرف سے نیا جتہ والی یونان تھا اور یونان

پر نہایت جابرانہ حکومت کر رہا تھا حتیٰ کہ اسی کے ہاتھوں وہاں کا مشہور روزگار آتش بیان و جادو بیان ڈرے موس تھے ٹیس جو سنہوز آزادی و استقلال کے ساتھ مقدونیہ کی عظمت و بالادستی سے مخالفت کئے جاتا تھا قتل ہوا۔ بطلمیوس حاکم مصر اور کس سان ڈر میں اتحاد ہو گیا اور یہ دیکھ کے پٹر وک کا س نے دونوں پر چڑھائی کر دی۔ بطلمیوس نے اس کے حلقوں سے بچنے میں بڑی قابلیت دکھائی۔ آخر پٹر وک کا س نے بندوبست کیا کہ راتوں رات دریائے نیل سے پار اتر کے بطلمیوس پر حملہ کرے۔ لیکن فوج کے تھوڑے ہی آدمی اترنے پا ئے تھے کہ دریائے نیل میں طغیانی ہوئی جو لوگ پار اتر گئے تھے ساتھیوں سے الگ گویا شیر کے منہ میں تھے گھبرا کے پلٹے اور واپس آنا چاہا۔ مگر بجائے واپس آنے کے نذر سیلاب ہوئے جو درمیان میں تھے وہ بھی ڈوب مرے اور بہتوں کو مگر مجھ نکل گئے۔ باقی ماندہ فوج جو اس پارہ گئی تھی اور اپنے ساتھیوں کے بے موت مرنے پر کھٹ افسوس کل رہی تھی اور جب اس کا کوئی زور نہ چلا تو خود پٹر وک کا س کی دشمن ہو گئی۔ چنانچہ انھوں نے اسی پر یہ الزام لگا کے کہ وہ نہایت ہی ظالم و شریر النفس ہے اسے قتل کر ڈالا اور خوش آقبال

بطلیوس سے جا ملے۔

اب بطلیوس کو اس بات کا موقع مل تھا کہ نابالغ سکندر کا والی بن جائے لیکن اُسے یہی امر زیادہ مناسب اور بے خطر نظر آیا کہ زرخیز دولت مند صوبہ مصر پر فتاحت کرے اور کسی دوسرے سے قرض نہ کرے۔ بطلیوس کی اس خود عرضی کا یہ نتیجہ ہوا کہ سکندر کا یتیم بچہ کس سان ڈر کے ہاتھ میں پڑ گیا جو تمام اہل مقدونیہ سے زیادہ نالائق اور بد معاش تھا۔ یوے میں جو کسی حد تک ان سب سردارانِ مقدونیہ سے زیادہ اطاعت کیش اور با اصول تھا نابالغ بادشاہ کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے لئے ایشیائے کوچک میں بڑی مستعدی و جہاں بازی سے لڑنا رہا اور آخر ایک حد تک اپنے حقوق کی بنیاد بھی قائم کر لی، لیکن خود اُس کے سپاہیوں نے اس سے بے وفائی کی جنھوں نے اسے دغا دے کے ان ٹی گونڈس سے سازش کر لی۔ اور اپنے سردار کو اس کے حوالے کر دیا۔

ان ٹی گونڈس نے یہ تو پسند نہ کیا کہ اپنے پُرانے رفیق کے خون سے ہاتھ رنگے مگر اس پر قابو پاتے ہی اُسے قید خانے میں ڈال دیا۔ کھانے کی خبر نہ لی اور فاقہ پر نالتے دے کے مار ڈالا۔ یوے میں ہی اکیلا ایک خاندان شاہی کا دوست اور معاون تھا۔ جب اس کا بھی کام تمام ہو گیا تو کس سان ڈیر نے پہلے تو سکندر اعظم کی اہل الم پیاس کو مار ڈالا اور پھر بچے سکندر کو اپنی حراست میں لے کے قیدیوں کی طرح رکھا۔ مگر جب وہ سولہ برس کا ہوا تو اس کے دل میں خیال گزرا کہ شاید بڑا ہر کے میرے حق میں خطرناک ثابت ہو اسے بھی قتل کر کے دنیا سے سکندر اعظم کا نام و نشان مٹادیا۔

اب ان حکمرانِ سردارانِ مقدونیہ میں سب سے زیادہ زبردست ان ٹی گونڈس تھا۔ اگرچہ ایران اور عراق و بابل اس کے قبضہ سے نکل گئے تھے۔ جنھوں نے

سکندر کے عہد کے صوبہ دار سکوتوس کی طرفداری میں بغاوت کر کے آزادی حاصل کر لی تھی۔ اس نے ارض شام اور ایشیائے کوچک پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بیٹے نے بڑے طریقوں سے جو پولی اور تھے طیس (یعنی محاصرہ کرنے والے) کے لقب سے مشہور تھائیونائیوں کی غلامی سے آزاد کرنے کا وعدہ کر کے انھیں اپنا طرفدار بنالیا۔ لیکن جب مطلب مکمل گیا تو سوا اس کے اور کچھ نہ کیا کہ مقدونی لشکر کو شہر پناہ سے نکال کے باہر رکھ دیا۔

اب آزادی کا جوہر ایشیہ میں کس قدر مفقود ہو گیا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب دے بے طریقوں نے شہر نکور میں داخل ہوا تو اہل شہر نے بڑی دھوم دھام سے اُس کا استقبال کیا۔ اس وقت وہاں کے ہر چھوٹے بڑے کو یہی دُھن تھی کہ جو بڑی سے بڑی عزت اُن کے امکان میں ہو، اُسے دے دیں۔ اُنھوں نے صرت اسی قدر نہیں کیا کہ اُسے اور اس کے باپ کو بادشاہ کے لقب دے دے بلکہ چند ہی روز پہلے طینی عرب جس سکندر اعظم کو نہایت مانگواری کے ساتھ دی گئی تھیں۔ وہ سب المضاحف کر کے ان دونوں باپ بیٹوں کو بڑے ذوق و شوق سے دے دی گئیں۔ ایشیہ والوں کی ذلت و دنارت نے اس حد تک ترقی کی کہ اس کے لئے قربانیوں اور میلوں کے دن مقرر کئے۔ پارتھون کے پراسرار مندر میں اسے دیوتاؤں کی حیثیت سے جگہ دی گئی۔ اور اس کی ذلیل عیش پرستیوں کی عزت بڑھانے کے لئے اس کی شان میں تصیدے کئے گئے۔

کس سان ڈیر کی سی ماچوس اور سکوتوس نے بھی ایسے ہی طریقوں سے شاہی القاب حاصل کر لئے تھے۔ اُن کو اُن مٹی گونوس کی قوت اور اس قدر و منزلت پر حسد آیا۔ اور سب نے اتفاق کر کے اس کے خلاف سازش کی اور دونوں حریف

مقابلہ کو روانہ ہوئے۔ ایشیائے کوچک کے شہر انٹوس میں دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ لڑائی بڑی سخت تھی جس میں ان ٹی کوئوس مارا گیا اور دسے طرپوس۔ بے سرد پانی کے ساتھ بھاگ کے یونان پہنچا جہاں پہونج کے اسے سلوم ہوا کہ جو لوگ ایسی ذلیل خوشامدیں کرنے لگے ہوں جیسی کہ اشینہ والوں نے کی تھیں، ان پر کمانک بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ جیسے ہی بدحواس اور بے سرد پادشاہ پہنچا تو آسٹینہ کے پھانک بندلے۔ اہل شہر نے کہا کہ ہم تمہیں اپنی آبادی کے اندر نہ آنے دیں گے۔ اور یہ سلوک اس شخص کے ساتھ کیا گیا جسے دیوتا بنا کے اور جسکی مورت کو وہ اپنے مندروں میں رکھ کے وہ پوج رہے تھے۔ تاہم جس طرح بنا اس نے گھیر گھار کے تھوڑی بہت فوج اپنے ہمراہ رکاب رکھی۔ یہاں تک کہ کس سان ڈیمر گیا اور اُس کی آنکھ بند ہو گئی ہی مقدونیہ کی حکومت دسے طرپوس کے ہاتھ میں آئی مگر مقدونیہ پر قابض ہونے کے بعد بھی اس سے بچلا نہ بیٹھا گیا۔ اور اب اس اُدھیر میں لگا کہ ایشیائے کوچک کو بھی اپنی تلوروں میں شامل کرے جو ملک کہ سلوقوس کے قبضہ تصرف میں تھا اس کے مقابلہ کے لئے فوج لے کے چلا اور بمصدق ط " جو شکار انگن تھے آکر ہو گئے خود شکار

مقابلہ ہونے ہی اپنے حریف کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔ اور اسی اسیری میں جان دے دی۔ اُس کی گرفتاری کی خبر سننے ہی آئی سی مانوس نے جو تھریس کا حکمران تھا۔ مقدونیہ پر قبضہ پاتے ہی اسے بھی ایشیائے کوچک کوئے کا سودا ہوا۔ لشکر جمع کر کے چڑھائی کی شکست کھائی اور مارا گیا۔ اب اس کی باری تھی کہ خود سلوقوس مقدونیہ پر چڑھائی کرے۔ چنانچہ وہ لشکر لے کے تھریس پونٹ آئے باسنوس اس کے پار آرا۔ اور لیٹار کرتا ہوا۔ مقدونیہ میں داخل ہوا، مگر یہاں پہونچا تھا کہ بطلیموس کے ایک بیٹے نے خود اُت سے باہر تھا۔ اُسے قتل کر ڈالا۔ اور آخر کار بہت سے انقلاباً

کے بعد دے سے طرویس کا بیٹا آن ٹی گونوس جو گوناٹاس کے لقب سے مشہور تھا اس مقصد میں کامیاب ہوا کہ مقدونیہ کے تخت پر قدم رکھے اور اپنے خاندان کو مستقل حکمران مقدونیہ بنائے۔

الفرض شہنشاہی مقدونیہ کے تجزیے سے جو چار شاخیں چھوٹیں اور جو چار سلطنتیں قائم ہوئیں یہ تھیں۔ (۱) سلطنت مصر (۲) سلطنت شام (۳) سلطنت مقدونیہ (۴) سلطنت تھرس۔ لیکن آئیے سی ماچوس کے مرے کے بعد یہ سلطنت ٹوٹ کے قلم و مقدونیہ میں شامل ہو گئی اور صرف تین سلطنتیں باقی رہیں۔ مذکور بالا سلطنتوں کے علاوہ سکندر کے بعد اور بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں جنہوں نے تدریجاً غلبہ پایا، آزادی حاصل کی اور سلطنتیں بن گئیں۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں ایشیائے کوچک کی ریاستیں تھیں اور ایک تو پرگاموس کی ریاست جس کے حکمرانوں کے نام ایک دوسرے کے بعد ترتیب وار دیئے گئے اور اطالوس ہوا کرتے تھے۔ دوسری پون طوس کی ریاست تھی جس پر رٹ رمی داطیس۔ خاندان حکمران تھا۔ اس سے زیادہ مشرق کی جانب ہٹ کے آرمینیہ کی ریاست تھی اور اس بھی زیادہ مشرق میں باختر اور پارتھیا کی ریاستیں تھیں۔

فصل دوم

سلطنت مصر (۹۴۰ء قبل محمد سے ۳۰۰ء قبل محمد تک)

ہم بیان کر چکے ہیں کہ سکندر کے بعد مصر کی حکومت بطلمیوس کے ہاتھ میں آئی وہ اپنے باپ کی نسبت سے لاگوس کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس کے خلیفہ کہا جاتا ہے کہ اس نے ہماییت عقیلندی سے حکومت کی اور بغیر اس کے کہ کسی اور طرف کا رخ کرے یا کسی دوسرے سردار سے مقرر ہو اپنی حکومت مصر ہی کی بنیاد

مضبوط کرتا رہا۔ اور اس بے علمی کی برکت تھی کہ مقدونی الاصل سریر آراؤں میں سے اکیلا وہی تھا جو اپنی پوری عمر تک جیا اور بامراد و شاد کام مرا۔ جزیر قبرس اور ارض مقدس یہودا بیت المقدس) بھی اُسی کی قلمرو میں شامل تھے۔ شہر اسکندریہ جو اس کے آٹھ لے ناسخ سکندر اعظم کا آباد کیا ہوا تھا۔ اس کو اپنا دار السلطنت قرار دیا۔ اور اس کی توجہ سے وہ روز بروز ایک بڑا تاجرانہ شہر بن گیا۔ جو تجارت اس وقت تک شہر سے وابستہ رہی تھی تدریجاً ٹوٹ ٹوٹ کے اسکندریہ میں منتقل ہو گئی۔ بطلمیوس کو اس بات کا بھی شوق تھا کہ اپنے دار السلطنت میں علم و ہنر کو ترقی دے اور اسکندریہ کو ایشیہ کا اہم پلہ بنادے۔ فلسفیوں کی ایک مستند جماعت اس نے اپنے دربار میں جمع کر لی۔ ایک عجائب خانہ قائم کیا۔ جس میں تمام ہنروں اور صنعتوں کا ذخیرہ فراہم کر کے احتیاط سے رکھا۔ اسی سلسلہ میں ایک کتب خانہ کی بھی بنیاد ڈالی اور چند ہی روز میں یہ ایسا کتب خانہ بن گیا کہ ساری دنیا کے تمام گزشتہ کتب خانوں سے زیادہ مشہور ہے خود اپنے قلم سے اس نے اپنے آقا کی معرکہ آرائیوں اور فتحیڈوں کی ایک تاریخ لکھی جو انہوں نے محفوظ نہ رہ سکی۔ اور اب دنیا میں اس کا کوئی نسخہ نہیں موجود ہے۔

۱۷۰ قبل محمد میں بطلمیوس لاگوس مر گیا۔ اور اس کی جگہ اس کا بیٹا بطلمیوس فلاؤس ڈس کرڈ فر سے سریر آراؤں سلطنت ہوا۔ یہ ایک امن پسند اور رحم دل شانزادہ تھا لیکن اس خوبی کے ساتھ اس میں عیش پرستی اور آرام طلبی تھی۔ ہوس پرستی اور نفس پروری سی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ بغیر اس کے بدنامی و رنوائی کا ذرا بھی خیال کرے خود اپنی بہن برنیقہ سے شادی کر لی۔ اور یہ ایک ایسی بُری اور ناپاک رسم جاری کر دی کہ اس کے بعد اُس کے تمام جانشینوں نے یہ سنت پوری ضرور پوری کی۔ اور سب کی بہنیں اُن کی بیبیاں بنتی رہیں۔

مگر اپنے باپ کی طرح اسے بھی علم کا بڑا شوق تھا۔ اسکندریہ کے کتب خانہ کو

اس کے عہد میں بڑی ترقی ہوئی۔ خاصۃً اسی ترقی کتب خانہ کے سلسلہ میں اس کا ایک کام نہایت قیمتی تھا۔ وہ یہ کہ توراۃ کا ترجمہ اُس نے عبرانی سے یونانی زبان میں کر لیا اور بت پرستان یونان کو معلوم ہوا کہ ایک خدا کی پرستش اور توحید کسے کہتے ہیں۔ اس اہم خدمت پر اس نے بہت سے علماء معمر کیے اور کہتے ہیں کہ اگرچہ اُن سب نے جدا جدا ترجمہ کیے تھے مگر اس قدر اصل کے مطابق تھے کہ مکمل کے بعد مقابلہ کیا تو سب کی عبادتیں ایک دوسرے ملتی تھیں۔ چونکہ شہر علماء اس کام میں شریک تھے لہذا سفر ہی کے شمار سے منسوب ہونے کے باعث اس ترجمہ کا نام ”سپٹا جنت“ مشہور ہوا۔ چونکہ اب یونانی زبان بڑی تیزی سے ترقی کر رہی تھی۔ اور ان ملکوں کی متداول زبان بنتی جاتی تھی۔ اس لئے یہود نے بھی اس ترجمہ سے بہت فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ حواریین مسیح اسی ترجمہ کا حوالہ دیا کرتے تھے۔ اور اس کا اس قدر اعتبار تھا کہ مشتبہ فہموں کی توضیح کے لئے اس ترجمہ کو نہایت مستند تصور کر کے ہمیشہ اس کی طرف رجوع کیا جاتا۔

۳۳۰ قبل مسیح میں بطلیوس فلاؤس فوس کی جگہ اس کا بیٹا بطلیوس یورگس طیس وارث سرِ سلطنت ہوا۔ یہ اگرچہ علم و فضل میں کم نہ تھا۔ مگر اپنے باپ کے خلاف بڑا نبردار بنا اور جنگجو بادشاہ تھا۔ ایک بار وہ ملک شام میں ایک خطرناک ٹم پر گیا ہوا تھا۔ اس کی ملکہ شاہزادی برنیقہ کو شوہر کے فراق میں جب زیادہ غمراہٹ ہوئی تو منت کے طریقہ سے اپنی دونوں زلفیں کاٹ کے مندر پر چڑھا دیں تاکہ وہ اصل خیر سے گھر آئے۔ چند روز بعد وہ زلفیں مندر سے غائب ہو گئیں اور بعض خوشامدوں نے کہہ دیا کہ انھیں دیر تا آسمان پر اٹھائے گئے چنانچہ تاروں کا ایک عقد (گچھا) اس وقت تک کو مار نیقہ“ (عقد برنیقہ) کھلاتا ہے۔ اور اسی ملکہ کی جانب منسوب ہے۔ بطلیوس کو اس فہم میں بڑی کامیابی ہوئی۔ لیکن کرتا ہوا سرحد ایران تک چلا گیا۔ ملک ایران میں فتح و نصرت کے پھر یہ سے اڑتا ہوا گھس پڑا۔ اور کئی مصری بھوں کو حنیس خسرو دیکم بے سین غلبہ پا کے

اٹھالے گیا تھا۔ واپس لے آیا۔ اسی سفر کے اثنائیں وہ بیت المقدس میں بھی گیا۔
 ہیکل سلیمانی کی ایک قربانی میں ادب کے ساتھ شریک ہوا۔ اور یہودیوں کو اپنا دوست
 اور خیر خواہ تسلیم کیا

اپنے خاندان کا یہی پھیلنا بدست بادشاہ تھا۔ پھر اس کے بعد اس کے وارث
 روز بروز شریکِ ظالم اور اس کے ساتھ کمزور ہوتے گئے۔ وہ عیش پرستیوں میں پڑ گئے
 رنگ رلیاں منانے لگے۔ اور رفتہ رفتہ سلطنت بھی ہاتھ سے کھو دی۔ آخر میں چند روز
 کے لئے تورومیوں کے دامن میں چھپ کے جان بچاتے رہے اور آخر کلیتہً تباہ ہو گئے

فصل سوم

سلطنت شام ۸۳۰ء قبل محمد سے ۶۰۰ء قبل محمد تک

سلوٹوس نے جونی کا تور دفاتح کے لقب سے مشہور ہے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر
 آئے ہیں ان قی کو لوس سے بغاوت کی اور امرا لے عجم سے مدد حاصل کر کے اسی
 ایران اور ایشیائے کوچک کے بڑے حصہ پر قابض ہو گیا۔ لیکن کامیابی کے بعد اسے
 نظر آیا کہ لڑائیوں اور قتل و خون کی وجہ سے میری ساری قلمرو تباہ و برباد ہو گئی ہے۔
 اس نقصان کو دور کرنے کے لئے اس نے بہت سے نئے شہر آباد کئے۔ جن میں سے
 کم از کم اس کے سولہ بیٹے انطقی اوچوس کے نام سے نامزد کئے گئے۔ اور نو شہر خود
 اس کے نام سے انھیں آخر الذکر شہروں میں سے ایک شہر سلوقیہ تھا جو دریائے دجلہ
 کے کنارے بسایا گیا۔ بابل کی سب سے آخری تباہی کا باعث اسی شہر کی آبادی سمجھی
 جاتی ہے۔ اس لئے کہ لوگوں کے غول کے غول اپنے پرائے شہر بابل کو چھوڑ چھوڑ کر
 اس نئے شہر میں بننے کے لئے چلے جاتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بابل کی آب و
 ہوا اتنا در زمانہ سے بالکل حجاب ہو گئی تھی اور شہر کے آس پاس جو تالاب تھے ان کے

مصر سے ہوئے پانی میں سمیت پیدا کر کے وہاں کی صحت ایسی خراب کر دی تھی کہ لوگ بہت کم سندست رہتے تھے اور جو زمانہ گزرنا چاہتا تھا۔ آب دہوا ایسی خراب ہوئی جاتی تھی۔ آخر کار اہل بابل اس قدر اُڑھ گیا کہ سلوقس کے جانشینوں میں سے ایک نے بابل کے اہل کھنڈروں کو اپنی شکار گاہ قرار دیا۔ مختلف ممالک سے طرح طرح کے جانوروں اور درندوں کو لاکے وہاں چھوڑا۔ اور آدمیوں کے حوض اس میں وحشی جانوروں اور خونخوار درندوں کو بایا۔ اس طریقہ سے بابل کی یہ حالت ہو گئی کہ صحرا کے درندے جزائر کے درندوں سے یہاں آکے لے۔ قہروں اور ایوانوں پر بندرناچتے اور اُچکتے پھرتے تھے۔ تیسرا میس کا محل اور وہاں کا عجیب و غریب ہوائی باغ اُتوں کا مسکن تھا۔ ارض شام کا شہر انطاکیہ بھی اسی سلوقس کا بایا ہوا ہے جو وہاں کا دارالسلطنت قرار پایا۔ اور قدیم الایام کے مشہور ترین شہروں میں ہے۔

۱۵۰ ق م قبل محمد میں سلوقس مارڈالا گیا۔ اور اس کے بیٹے ان ٹی ادجوس نے اس کے بعد اقبال مندی و سرہنری سے حکومت کی پھر اس کے بعد اس کا بیٹا ان ٹی ادجوس باپ کا جانشین ہوا جو نہایت ہی لغو اور بیہودہ تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو تسمی اوس بینی دیوتا کے لقب سے مشہور کیا اور دولت مصر سے جو ایک ساہدہ تھا اس کی پابندی میں اُس کے بطلیس فی فاڈلی فوس کی بیٹی برنیقہ سے شادی کی۔ لیکن برنیقہ کے باپ کے مرتے ہی اسے نکال باہر کیا اور اپنی پہلی بی بی لاڈلی تہ کو بلا کے پاس رکھا۔ لاڈلی تہ نے اس خیال سے کھبادا میاں کی طبیعت پھر بدل جائے آتے ہی اُسے اس بات پر آمادہ کیا کہ میرے بیٹے سلوقس کو ولی عہد تسلیم کر دو۔ اور جب ان ٹی ادجوس اس کی یہ آرزو پوری کر چکا تو لاڈلیقہ نے اسے زہر دے کے مار ڈالا۔ اس سنگدل مکہ نے اپنے نفسانی جلتا

میں شوہر کشتی ہی پر قناعت نہیں کی۔ بلکہ اس کے بعد اُس کی دوسری بی بی شانہزادی مصر پر قبضہ اور اس کے بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ اور ساری سلطنت شام پر قابض ہو گئی۔ لاد ذبیقہ کے بیٹے سلوقس کو تھوڑے ہی دنوں حکومت کرنا نصیب ہوا اور اس کے بعد اُس کے بھائی آن ٹی اوگوس نے جو اپنے کارناموں کے باعث اعظم کے لقب سے مشہور تھا۔ تخت و تاج پر قبضہ کر کے کمزور اور بدکار تاجدار مصر بطلیوس کی لوہا طور پر حملہ کر کے ساری ارض فلسطین کو اس کے قبضہ سے نکال لایا۔ یہ ایک ایسا انقلاب تھا جس سے یہودیوں کو بڑی بھاری مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں

بطلیوس نے لوہا طور اس شکست کا صدمہ اٹھانے کے بعد عفوان شباب ہی میں مر گیا اور اس کا بیٹا بطلیوس نے اسے لوہے کی طرح بھجوا کر بچھڑا۔ اس نے انطی اوگوس کے موقع پا کر اپنی الو الغریبوں کا قدم اور آگے بڑھایا اور دل میں یہ منصوبہ بٹھرایا کہ خود مملکت مصر پر بھی قبضہ کر لے۔ لیکن اب رومیوں کی سطوت ترقی پزیر تھی اور وہ ہر ملک کے معاملات میں دخل دہی کرنے کو اپنی عظمت کا ذریعہ تصور کرتے تھے۔ لہذا سلطنت روم درمیان میں پڑ گئی اور انطی اوگوس کو اپنے حملہ آوری کے ارادے سے دست بردار ہونا پڑا۔

فصل چہارم

اے چہادالوں کی لیگ ۳۹۰ء قبل محمد سے ۶۲۷ء قبل محمد تک

وہ فرماں روا خاندان جس کی بنیاد انطی گوٹس سے پڑی تھی اس نے بہت سے ہچکولے برداشت کرنے کے بعد مقدونیہ کا تخت و تاج حاصل کر لیا اور یونان اس کے تابع فرمان تھا۔ اسے مےطریوس پولی اور تھے تیس کا بیٹا آن ٹی گوٹس کو ناطاس پہلا شخص تھا جس نے مستقل فرماں روا کی سلطنت کا کچھ لطف اٹھایا

مگر اُس کے عہد کی تاریخ دنیا کو بہت ہی کم معلوم ہے۔

سکندر کے مرجانے کے بعد جو انقلابات ہوئے اُن میں ریاست ہائے یونان کے لئے کسی نہ کسی قدر موقع ضرور حاصل تھا کہ اپنی بھینی ہوئی آزادی پھر حاصل کر لیں۔ لیکن متنازع جماعتوں کے شکروں کی مجموعی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ کسی ایک شہر میں اُس کا کھنڈا سُتوار تھا۔ اور اس کے ساتھ خرابی یہ تھی کہ باہمی تعصبات اور پارٹی فینک کے جذبات اُن میں روابط و اتحاد نہیں پیدا ہونے دیتے تھے۔ یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ سلطنت مقدونیہ کے ڈٹے اور دسے موس تھے نہیں کے مرنے کے بعد انشی برس تک اُن شہروں میں جہاں کے کارنامے قدیم الایام میں نہایت ہی مشہور و معروف تھے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں پیدا ہوا جو بزرگ مملکت یا سپہ گری و شجاعت کے اعتبار سے ممتاز ہوتا۔ آخر باسی کر می میں اُبال آیا اور علاقہ چیتے لے لے یونان کے جس کے واقعات سے پُرانا جوش کھی حد تک پھر نمایاں ہوا علاقہ اچانیا کے چھوٹے چھوٹے شہر جو اگلے دنوں ایک لیگ کے اندر منسلک و مضبوط تھے۔ یونان کی عام تباہی کے وقت اُن پر بھی یہ آفت آئی کہ اُن میں سے ہر ایک پر ایک مقدونی ظالم و حاکم متصرف تھا اور چونکہ اُن شہروں کی آبادی کم تھی اس لئے ان مقدونی حاکموں کے مظالم اُن میں بہت زیادہ محسوس ہوئے تھے یہاں تک کہ ہوتے ہوئے یہ مظالم ناقابلِ برداشت ہو گئے اور اُن شہروں نے یکے بعد دیگرے جان سے ہاتھ دھوئے بغاوت کی۔ حکومت کا جوا اپنی گردن پر سے اتار کے پھینک دیا۔ اور ایک نئی لیگ اذ سر نو قائم کر لی تاکہ سب شہر جنگ و امن دونوں حالتوں میں ایک دوسرے کے مدد و معاون رہیں۔

سقیون نام ایک بڑا اور دولت مند شہر ساحل پر واقع تھا۔ وہاں کے ایک نو عمر باشندے نے اپنے لوگوں میں بڑی خوش اسلوبی سے جوش پیدا کر کے ناقابل

برداشت حکومت پر حملہ کیا اور ظالم مقدونی حکمران کے پھندے سے نجات پانے کے آزاد
 حاصل کوئی اور اپنے شہر کو لیگ کے حلقہ میں شامل کر دیا۔ بس اس وقت سے یہی نو
 عمر شخص لیگ کا اصلی روح و داں قرار پایا گیا۔ اس کے بعد اسے کورنٹھ کے آزاد
 کرانے میں بھی کامیابی حاصل ہوئی۔ اور بہت سی بے سود کوششوں کے بعد آخر کار
 اس نے شہر آرخوس کو بھی آزادی دلائی۔ اور اگرچہ ایک سپہ سالار کی حیثیت سے
 وہ زیادہ کامیاب و با مراء نہ تھا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ہم وطنوں کو ہمیشہ اس
 سے محبت رہی اور تمام ہم ملکوں کو اس پر بھروسہ تھا۔

اب اسپارٹا میں بھی کس قدر نئی زندگی پیدا ہوئی۔ وہاں قدیم سے دو بادشاہ ہوا
 کرتے تھے۔ ان میں سے ایک نے جس کا نام آغس تھا۔ اور اس کی عمر ۲۰ برس سے
 زیادہ نہ تھی نہایت سختی کے ساتھ کوشش کی کہ آئی کو رگوس کے قوانین کو پھر جاری
 کرے اور اس کی ابتدا خود اپنی ذات سے یوں کی کہ اپنی ساری دولت و ثروت پر
 کمال بے پروائی سے لات مار دی اور اسپارٹا کی پرانی سادی جفاکشی کی زندگی
 بسر کرنے لگا۔ مگر اس کے شریک ریاست یعنی اسپارٹا کے دوسرے بادشاہ نے
 جس کا نام آے ادنی ڈاس تھا۔ اس امر میں اس سے نہایت ہی اختلاف اور اسکی
 کارروائیوں میں مزاحمت کی۔ اس کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنی ساری
 جوانی ایک ایشیا کے صوبہ دار کے محل میں بسر کی تھی جس کی وجہ سے نفس پرورد ہو گیا تھا
 اور اپنی زندگی میں ایسے انقلاب کو کسی طرح گوارا نہ کر سکتا تھا۔ بہادر و عمر آغس
 ایک بے نتیجہ جھگڑے کے بعد دھوکہ کھا کے اپنے دشمنوں کے ہاتھ لگ گیا جنہوں
 نے اس کی نسبت یہ فیصلہ کیا کہ گلا گھونٹ کے مار ڈالا جائے مگر قدیم کے پرائے
 اہل اسپارٹا کی طرح اس نے بڑی جوان مردی و استقلال سے جان دی اور مرتے
 وقت اس کی زبان سے یہ اطمینان بخش کلمات نکلے کہ "میں مرنے میں بھی اپنے

دُشمنوں سے زیادہ مُعزز ہوں۔ اس کے مارے جانے کے چند روز بعد اس کا ننھا بچہ بھی مر گیا۔ اور اسی پر آپا رٹا کے دوشا ہی خاندانوں میں سے ایک کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کی بیوہ آغیا طیس چونکہ ایک بڑی بھاری دولت کی وارث ہوئی تھی۔ اس لئے کئے ادنیٰ ڈاس نے مجبور کر کے اس کی شادی اپنے بیٹے سکے اد سے نیس کے ساتھ کر دی۔ سکے اد سے نیس ابھی نوجوان نوجیز تھا۔ آغیا طیس کی زلف گرہ گھیر میں پھنس کے اُس کے حُسن و جمال پر ایسا خریفیتہ ہو گیا کہ ہر وقت اُسی کا دم بھر اُکوتا۔ اور اس کی زبان سے آغس کے کارنامے سُن سن کے بہت خوش ہوتا۔ اور آخر بی بی ہی کی بیرو دی میں وہ آغس کے نام کی عزت کرنے لگا، اور اس کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اپنے آپ کو بھی آغس ہی کا سا بنا دے۔ پھر جب باپ کے مرنے کے بعد وہ سارے آپا رٹا کا بادشاہ قرار پایا تو کوشش کرنے لگا کہ جہاں تک بنے بُرائے قوانین کو ردِ اِج دے اور جس کام کی بنیاد آغس نے ڈالی تھی اسے تکمیل کو پہنچا دے۔

آراؤس اور اچایا والوں نے چاہا کہ سارے علاقہ پتے لے پون نے سوس کو اس لیگ کے ساتھ وابستہ کر دیں اور جب اہل آپا رٹا نے اس سے انکار کیا تو یہ لوگ حماقت سے مقابلہ کرنے اور لڑنے کو تیار ہو گئے۔ آراؤس نے اس موقع پر ظاہر کر دیا کہ پارٹی فیلنگ کا جوش قوی جوش پر کس طرح غالب آجایا کرتا ہے۔ کیونکہ آپا رٹا والوں کی دشمنی کے جوش میں اُس نے عود اچاٹیا اور سارے یونان کی آرا دی ہاتھ سے کھو دی۔ جس کے حاصل کرنے کی ٹکروں اور تدمیروں میں زندگی بھر لگا رہا۔ چنانچہ محض آپا رٹا والوں کے بنیاد کھانے کے لئے وہ مقدونیہ والوں سے جا ملا۔ ادھر آپا رٹا کے بارشاہ سکے اد سے نیس نے اپنے حریفوں کو زبردست دیکھ کے مصر والوں سے مدد مانگی۔ سلطنتِ مصر نے مدد تو

دی مگر اس ضرورت پر کہ کفالت کے طریقے سے وہ اپنی ماں اور اپنے دولہا بچوں کو اسکندریہ میں بھیج دے (اس سے چند ہی روز پہلے اُس کی پیاری بی بی انجلیس دُنیائے رخصت ہو چکی تھی) ماں نہایت ہی استقلال اور مضبوطی سے عوشی خوشی اس سے رخصت ہو کے اسکندریہ گئی، یہاں پہونچتے ہی اُسے اس مضمون کا خط لکھ بھیجا کہ "تم ایک ناکار دُبر حیا اور بے کس بچوں کی سلامتی کی ذرا بھی فکر نہ کرنا، بلکہ بلا لحاظ اس کے کہ ان باتوں کا خیال بھی تمہارے دل میں آئے اپنے ملک کی بھلائی میں لگے رہو۔"

۳۹۷ قبل مسیح تک اُسے نہیں کو سے لافیا کے میدان میں مقدونیہ، اور اچائیادالوں سے شکست ہوئی۔ اور قیاب لشکر فتح و نصرت کے پھر پرے اڑتا ہوا اپارٹا کی طرف بڑھا۔ ایسے نازک وقت میں اُسے خیال گزرا کہ شاید میری عدم موجودگی میں اہل اپارٹا زیادہ مفید شرائط پر صلح کر سکیں۔ چنانچہ فوراً جہاز پر سوار ہوئے کے خود بھی اسکندریہ کی راہ لی۔ جہاں پہونچتے ہی سلطنت مصر کے قبضہ میں تھا۔ کئی سال تک وہاں پڑا رہا۔ اور بار بار التجا کرتا تھا کہ اب مجھے اپنے وطن جانے کی اجازت دی جائے۔ مگر بطلیموس فی تو با طور کی کسی طرح مرضی نہ ہوتی تھی۔ نازک مزاج اور وحشی پرست اہل اسکندریہ اُس کے پابیان مذاق کو پسند نہ کرتے تھے۔ بلکہ اُسے ایک خطرناک شخص تصور کرتے تھے۔ وہ اکثر یہاں کی صحبتوں میں کہا کرتا تھا کہ "اپارٹا کا ایک جفاکش اور متین دغا مو ش آدمی اپنی خود داری کی وضع اور سچائی کی شان کے ساتھ یہاں دالوں میں دیا ہی ہو جیسے کہ کوئی شیر ببر بیڑیوں سے لگے میں ادھر ادھر ٹہل رہا ہو، یہ خطرہ اہل مصر میں یہاں تک بڑھا کہ بطلیموس ظلم پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ اس نے سکتے اُسے نہیں کو مع اس کے حامی رفتار کو جو اپارٹا سے ہمراہ آئے تھے بے جرم دہے قصور

قتل کر ڈالا۔ حتیٰ کہ اس کی غریب ماں اور معصوم بچوں کی بھی جان نہ بچی۔ یوں ہر علی
نشا و شاہان اپارٹا کے دونوں خانہ دلوں کے چراغ گل ہو گئے۔ اور ہر ایک
کا خاتمہ ایسے ہی بہادر شخص پر ہوا جس کے کارنامے کی کور گوس کے لئے موجب
ننگ نہ ہوئے۔

اپارٹا کے مغلوب کرنے کے بعد آراطوس کو بھی ٹھیک سزا مل گئی۔ جس نے
ذاتی پُرغاش سے قومی آزادی کو خاک میں ملا دیا تھا۔ مقدونیہ کے بادشاہ فلپ
نے پہلے تو اسے اپنا دست اور شیر بنایا۔ لیکن اس سے سب طرح کے فائدے
اٹھا لینے کے بعد جب دیکھا کہ سیری تدمیروں میں حمل انداز ہوتا ہے تو ایک قسم
کے دیر اثر زہر کے ذریعہ سے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

اب اس کے بدلتی ہوئے پے سون نام ایک باشندہ مے گالوپولیس لیگ کا رہنا
بنا۔ اس نے اپنی کارروائیوں سے ایسی شجاعت و دانائی اور استقامت کے
صفات ظاہر کئے کہ اکثر وہ یونانیوں کا پچھلا شخص کہا جاتا ہے۔ ان دنوں آجایا
والے اور نیز اہل مقدونیہ اکثر اوقات اسے تولیادلوں سے لڑتے رہتے
تھے۔ یہ اہل آسے طولیہ دریائی لیٹرے تھے جو اکثر اپنے پڑوسیوں پر ناحق یورپ
کیا کرتے۔ فلپ شاہ مقدونیہ نے ان کی مزاحمت کی۔ اور انھیں دبا لیا۔ ان کا
کوئی اور رد نہ چلا تو انھوں نے رومیوں سے مدد مانگی جن کا ساتھ اب مروج
پر تھا۔ اور جو اپنی ترقی کا راستہ نکالنے کے لئے ایسے ایسے موقعے ڈھونڈ رہا
کرتے تھے۔

نواں باب

رومیوں کی فتح ایتالیامیں (۳۲۰ قبل عہد سے ۲۸۰ قبل عہد تک)

فصل اوّل

رومیوں کا دیو مالا

بحیرہ روم میں جزیرہ نما سے یونان سے آگے بڑھ کے ایک اور جزیرہ نما کو جسے خلیج ایڈریاٹک پہلے جزیرہ نما سے جدا کرتا ہے۔ یہ دوسرا جزیرہ نما ایک بڑی اور لمبی پہلی کی طرح سمندر میں دور تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ اور کوساں آپسے نائن گویا۔ اس کا بڑا کانا یا اس کی بیچ کی ہڈی ہے۔ اسی طرح کے اور کئی اس سے چھوٹے کوساں بھی دونوں پہلوؤں پر سلسلہ بندی کرتے چلے گئے ہیں اہل یونان اس سرزمین کو ہے چے ریائینی شام کے تار سے والی زمین کہتے تھے۔ اس میں متعدد ایسی قومیں آباد تھیں جن کی اصلیت اس کے سوا اور کچھ نہیں معلوم کہ یاقت بن نوح کی نسل سے تھیں۔

انہیں قوموں میں ایک کے نام سے ایتالیا کا نام مانوڑ ہے اور ایک کے نام سے لاطینی زبان کا نام نکلا ہے۔ "توس" کی "یا اٹروس" کا دالے جو اس سرزمین میں آباد تھے جو آجنگ توس کاٹی (اطکائی) کے نام سے مشہور ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے عادات و اطوار کا اثر تمام دوسری قوموں پر پڑا ہوا تھا اطروس کا دالوں کی بنائی ہوئی دیواریں اور ان کی یادگاریں جو آج تک کچھ کچھ باقی ہیں۔ اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے تمدن و تہذیب میں ایک مستند حصہ تک زرقی گولی تھی۔ لیکن اُن کی تاریخ اور اُن کے عہد کے حالات دُنیا سے

مٹ گئے۔ انہیں کسے کھنڈروں پر اُس چوتھی عظیم اٹان سلطنت کی مہارت قائم ہوئی۔ جو سلطنت روم کہلاتی ہے اور جسے حضرت دانیال کے خواب نے پیشتر ہی سے ان الفاظ میں متشکل کر دیا تھا کہ "بڑے اور بڑی درندے جن کے دانت لٹھے اور فولاد کے ہوں گئے۔"

اس جزیرہ نما کے وسط میں کوہسار آسے پی نان کے مغربی پہلو پر دیا سے طلی بیر ایک گھاٹی کے اندر بہتا ہے جو پہاڑیوں کے اندر ہی اندر سلسلہٴ اعظم کوہسار کے دامنوں میں ریگتا ہوا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد ایک سطح حصہ زمین کو طے کر کے سمندر میں جا پہنچتا ہے۔ اس دریا کے دہانے سے تقریباً شریل کی مسافت پر ملین اُس جگہ جہاں سے دیالے آئیو اور دریائے طلی تیر لے اور ایک دھارا بن کے بہے ہیں سات پہاڑیاں واقع ہیں جنہیں چھوٹی چھوٹی گھاٹیاں ایک دوسرے سے مجدا کرتی ہیں۔ بس اسی مقام پر شہر رومہ الکبریٰ واقع ہے جو کبھی سارے عالم کی ملکہ تصور کیا جاتا تھا۔ وہ ساتوں پہاڑیاں تمام وکمال شہرِ پناہ کے اندر لے گئی ہیں۔ اور سب سے بلند ٹیلے پر قصرِ شاہی یا ایوانِ شہرِ باری واقع تھا۔ گرد کی نسام شاہاب و سیر حاصل زمین چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں بٹی ہوئی تھی۔ جس میں شہرِ رومہ یاروم والے کاشت کیا کرتے تھے۔

اگلے زمانے میں اس قوم کی وضع قطع یہ تھی کہ سنجیدہ، متین، مستعد اور سیدھے سادھے لوگ تھے۔ نہایت درجہ جنگ جو اور اس کے ساتھ اُن کے طبائع میں ایک خاص قسم کا روکھا پن تھا اور ہر کام میں گر خوشی ظاہر ہوتی تھی۔ انہیں اپنے شہرِ روم پر فخر و ناز تھا اور اس سے ایسی محبت تھی جو ترقی کر کے وطن کی پرستش کرنے کے درجہ کو پہنچ گئی۔ نہ وہاں یونان کا فلسفہ تھا۔ اور نہ وہاں کی حسن پرستی۔ اور یہاں کی دُنیا میں درشت مزاجی اور جفاکشی تھی۔ انہیں آپ اپنے ادب پر گھنڈ تھا۔ اور

اپنے "ریس پوپ لی کا" (فلاح عامہ) کی عظمت کے دلدادہ تھے۔ اُن لوگوں کا طرز عمل تھا کہ اپنے شہر روم پر اور اپنے خیال مذاق کی بھلائی اور بُر دباری پر اپنی ساری اُمیدوں۔ اپنی زندگی اور اپنی تمام عزیز اور پیاری چیزوں کو قربان کر دیتے اور دوسری قوموں کے ساتھ رحم و انصاف کا پورا پورا اہتمام کرتے۔

اگلے رومیوں کے مذہب کے متعلق ہمیں بہت کم واقفیت ہے۔ مگر بعد کے زمانے میں انھوں نے یونانیوں کے دیوتاؤں اور اُن کے دیوالا کو اختیار کر لیا اور اس بات کی کوشش کی کہ اپنے اصلی دیوتاؤں کو انھیں کے دیوتا ثابت کریں۔ جس کی وجہ سے اُن کے مذہب کے متعلق ایک بڑا الجھاؤ پڑ گیا ہے۔ اس لئے کہ یونانیوں کے دیوتاؤں کو ہم نے رومی ناموں ہی سے پہچانا ہے اور رومی دیوتاؤں کے خصائص یونانی دیوتاؤں میں مل کے غائب ہو گئے ہیں۔ اس طریقہ سے جو بڑے اور جو آسمانوں کے بادشاہ اور ملکہ بنائے گئے۔ حتیٰ کہ اسکول کے لڑکوں کی دیوی ہی رومیوں کی دیوی پلاس بنا دی گئی۔ ڈیانا مینی چاند کی نسبت خیال کیا گیا کہ آرتیسیس ہی کا دوسرا نام ہے۔ اور دیوس (ڈیوس) یعنی زہرو کی جانب وہ تمام کہانیاں منسوب کر دی گئیں جو یونانیوں کی دیوی آفرودی طہ کے لئے مخصوص تھیں۔ فقط جانیوس اور دستاخالص رومی دیوتا اور دیوی ہیں جن کے حالات خاص طور پر محفوظ رکھے گئے ہیں۔

جانیوس دیوتا شہر کے پھاٹکوں کا محافظ مانا جاتا تھا۔ اور اسی خیال سے لڑائی کے زمانے میں اُس کے مندر کے دروازے شب و روز کھلے رکھے جاتے اور صلح و امن کے زمانے میں بند کر دیے جاتے۔ یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ جنگ دیکار کا سلسلہ روم میں صدیوں اس طرح مسلسل قائم رہا کہ ساری تاریخ روم کے عہد میں اس مندر کے دروازے ہمیشہ کھلے ہی رہے اور صرف تین بار اُن کے بند کرنے کا

موقع ملا۔ جانوس کی صورت دھچکروں کی ہوتی۔ انگریزی سال کے پہلے مینے جنوری کا نام اسی دیتا کہ نام سے ماخوذ ہے۔ اس کا اصلی مادہ ”جانی ٹور“ ہے جس کے معنی دربان کے ہیں۔

دس نامقدس آگ کی دیوی تھی۔ جس پر شر آدم کی سلامتی منحصر سمجھی جاتی تھی۔ ایک مدد و شوالہ تھا اُس میں یہ آگ روشن رہا کرتی اور چھ کنواری لڑکیاں اس آگ کی محافظ رہا کرتیں جن کی زندگی پاک دامنی کی نذر کر دی جاتی۔ یعنی مرتے دم تک کنواری اور عقیقہ رہتیں۔ اور دیویوں میں اُن کی بڑی ہی تعظیم و کرم کی جاتی اور انہیں اس بات کا حق حاصل تھا کہ چاہے کیسے ہی اندر کھنٹے ہی بڑے مجرم کو قتل گاہ میں لئے جاتے وہ چاہتیں تو اس کی جان بچا دیتیں۔

دیویوں کا بھی یہ عام خیال تھا کہ ہر شخص کا ایک تبے نیوس (جینی اکنس) یعنی محافظ دیتا ہے اور ہر گھر میں سکالوں کی ڈیڑھ اور چو لھے کی دہیز پر ہر کھائے کے وقت شراب یا شربت یا اور کوئی پینے کی چیز نیا یا قربانی کے طور پر ضرور ڈالی دی جاتی۔ غالباً سارے اہل روم خصوصاً اطرواں کو امید تھی کہ مرنے کے بعد اپنے دینی اعمال کا بدلہ پائیں گے۔ یہ مذہب اپنی اسی اگلی سادی وضع میں جب کہ اس میں سچائی کی بھی اکثر باتیں موجود تھیں ان کے افعال و کردار پر بڑا اثر رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ عروج حاصل کرنے کے بعد انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی عزت اور اپنے اعتبار کو کھودیا۔ اور یونان کے آخر محمد کے پیچیدہ فلسفہ میں اُن کی پریشیاں خالی لغو، بیہودہ اور وحشانہ کہانیوں کے بل جانے سے اُن کے عقائد زیادہ مجھڑ گئے۔ ان کا وہ پُرانا دیانتداری اور راست بازی کا مذہب تشریف لے گیا۔ اور اس انقلاب کے ساتھ اُن میں سیہ کاری اور خونریزی کی جو روک تھام تھی وہ بھی اٹھ گئی

فصل دوم

شہر روم کی بنیاد (۳۲۶ء قبل محمدؐ سے ۱۲۱۳ء قبل محمدؐ تک)

روم کی پُرانی تاریخ کے متعلق سوائے چند باتوں کے جو زبانی روایتوں کے ذریعہ نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی چلی آئی ہیں اور جن کا غالب حصہ بے سرو پا کہا نیول سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور کچھ نہیں معلوم ہو سکتا۔

ان روایات کے مطابق یہ ہے کہ جب شہر ٹراے جلا کے تباہ و برباد کیا گیا اُس وقت وہاں کا ایک شاہزادہ جس کا نام اے بناس تھا۔ وہاں سے بھاگ کے اپنے بوڑھے باپ آن جی سیس کو بیٹھ پر لادے۔ اپنے خاکی دیوتاؤں کو بغل میں دبائے اور اپنے کم سن بچے اُس کا نیوس یا آئو لوس کی اُنھلی پکڑے ہوئے یہاں پہنچا۔ مدتوں مارے مارے پھرنے کے بعد وہے نوٹس (دینس) دیوی نے جو اس کی ماں بتائی جاتی ہے اپنی حمایت میں لے کے اسے صحیح و سالم ایتالیہ میں پہنچایا۔ یہاں آ کے اس نے لاطیوم (لاطینی قوم) کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی اور اس کے بیٹے اُس کا نیوس نے شہر آلبا کو کی بنیاد ڈالی۔

اس کے کئی صدیوں بعد دو توام بھائی رومولوس اور رموس پیدا ہوئے۔ ان کی ماں کا نام ریا سلویا تھا جو آگ کی دیوی وِس تا کی کنواری مہجاریں اور آمولیوس شاہ آلبا کی بھتیجی تھی۔ شاہ آمولیوس نے اُسے نیاس کی نسل سے تھا۔ اور ماس دیوتا یعنی مریخ تارہ ان دونوں توام بھائیوں کا باپ بتایا جاتا تھا چونکہ انکی ماں سے ایک بے وفائی کی حرکت صادر ہو گئی تھی۔ اس لئے آمولوس نے حکم دیا کہ وہ زندہ دفن کر دی جائے اور اس کے یہ دونوں بچے ایک ٹوکری میں رکھ کر دریائے

محضر قدیم

طہیر میں بہا دیے جائیں۔ دیا اُن دنوں طینیانی پر تھا اس لئے ٹوکرمی کنارے کنارے بہتی چلی گئی یہاں تک کہ پانی کا اُترنا شروع ہوا اور ٹوکرمی سے دونوں زندہ بچوں کے کنارے زمین پر رکھی رہ گئی۔ اتفاقاً ایک بھیڑنی کا اُدھر گزر ہوا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ ان کو پھاڑ سکے کھا جائے خدا نے کچھ ایسی محبت اس کے دل میں پیدا کر دی کہ انھیں اپنے بھٹ میں لے گئی۔ دودھ پلایا۔ انکی گھبائی کرنے لگی۔ چند روز بعد ایک جردا ہے کو اس کی خبر لگی وہ انھیں بھیڑیوں کے بھٹ سے اُٹھالایا اور دونوں کو بیابان کے پالا۔ چنانچہ اسی وجہ سے یہ دونوں بچے اور اُن کو دودھ پلانے والی بھیڑنی غفلت روم کے عام پسند شعار اور مار کے بن گئے۔ اور آس یعنی مرتخ اس شہر کا محافظ دیتا قرار پایا۔ جس کے نام پر سال کے تیسرے میلہ (مارچ) کا نام رکھا گیا۔

رومولوس اور رموس جب پل پلانے کے بڑے ہوئے تو انھیں پتہ چل گیا کہ ہم شاہی نسل سے ہیں۔ اور سلطنت حاصل کرنے کی فکر کرنے لگے۔ آخر انھوں نے اپنی ماں کے قاتل شاہ اتولیوس کو سخت دی۔ اور اس کے بعد قصد کیا کہ عین اُسی مقام پر جہاں پہلے پہل وہ ٹوکرمی میں پڑے لے تھے اپنے لئے ایک شہر بنائیں۔ اب یہ سلسلہ پیش آیا کہ یہ نیا شہر دونوں بھائیوں میں سے کس کے نام سے نامزد کیا جائے جس کا تصفیہ کرنے کے لئے ہر بھائی ایک پہاڑی پر جا کے کھڑا ہوا اور انتظار کرنے لگا کہ دیکھوں دیتا کون سا شگون دکھاتے ہیں۔ رومولوس کو غور کرتے کرتے ہارہ گدھ نظر آئے اور رموس کو صرف چھ گدھ، بس اسی ترجیح کی بنا پر رومولوس کے نام پر شہر کا نام رومارکھ دیا گیا۔ اور رومولوس ہی بادشاہ منتخب ہوا۔ اور اس نے اپنی سمارت پالاٹنہ (پلے لے ٹائن) پہاڑی پر تعمیر کرنا شروع کی۔ روموس کا دل اپنی ناکامی کے خیال سے تھوڑا ہو گیا اور ایسا برخاستہ خط

ہوا کہ عمارت کے کام میں شریک نہ ہوا۔ اور آخر کار رومولس کو اپنے مقابل بیچ ثابت کرنے کے لئے اس مٹی کی دیوار کو بچا دیا گیا جسے رومولس اپنے نئے شہر کے گرد شہر پناہ کی حیثیت سے تعمیر کرا رہا تھا۔ اس پر رومولس کو جو غصہ آیا تو ٹھٹھس میں آ کے بھائی کو اسی جگہ قتل کو ڈالا اور جوش و خروش کے ساتھ چلا کے کہا "یوں ہی ہر شخص جو میری دیوار بچا دے گی جو ارات کرے مر جائے گا۔"

روم کی تعمیر کا زمانہ ۷۵۳ قبل مسیح قرار دیا گیا ہے۔ اور یہی تاریخ تھی جسے اہل روم برسوں کا حساب لگایا کرتے تھے جو سہ ہجرت اے۔ یو۔ سی سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ جن سے مراد یہ الفاظ ہیں "آوارہ س کون دی تے" یعنی سال تعمیر شہر۔ اُن دنوں قرب و جوار کی دیگر اقوام کی نظریں رومولس اور اس کے پیرو چور اور ڈاکوؤں سے کچھ یوں ہی سی زیادہ فوجیت رکھتے تھے اور اسی وجہ سے اُن کے نکاح میں کوئی قوم اپنی بیٹیاں نہ دیتی تھی۔ قرب و جوار والوں کی اس بے اعتنائی سے تنگ آ کے روم کے بادشاہ نے ایک دن دعوت کا اعلان کیا۔ اور اس میں اپنی پڑوسی قوم سابی نس کے تمام لوگوں کو خاص طور پر مدعو کیا اور تاکید کر دی کہ اپنے ہال بچوں اور سارے خاندان والوں کو ساتھ لائیں۔ دعوت بڑے دھوم دھام کی تھی۔ اور سب لوگ اکل و شرب میں مصروف تھے کہ یکایک ایک اشارہ کیا گیا جو پہلے سے مقرر کر دیا گیا تھا۔ اور اس اشارے کے ساتھ ہی ہر رومی نے سابی نس قوم کی ایک کنواری لڑکی کو پکڑ لیا۔ اور اسے زبردستی اپنے گھر لے بھاگا۔ لڑکیوں کے ماں باپ جو سمجھتے تھے اس لئے انکا زور نہ چلا۔ اور بہت آسانی سے مغلوب ہو گئے۔ مگر اتنی بڑی شرمناک لوٹ اور ہی اوپر نہ جاسکتی تھی۔ فوراً رومیوں اور سابی نس والوں میں لڑائی چھڑ گئی اس لڑائی کے اتنا میں فرماں روا اے روم کی بیٹی تار پیا کی دغا بازی سے سابی نس

لوگوں کو آدم کی شہرِ نیاہ کے اندر داخل ہونے کا راستہ معلوم ہو گیا۔ باپ اور قوم سے جو دغا بازی کی تھی اُس کے صلہ میں تارِ پیانے سابی نس والوں سے کہا کہ جو زیو تم سب اپنے بائیں بازوؤں پر پہنے ہو مجھے دے دو، اس سے اس کا مقصد تو یہ تھا کہ سونے کے بازو بند جو سابی نس لوگوں کے بائیں ڈنڑوں پر بندھے ہوئے تھے اُسے ہل جائیں۔ لیکن اُن لوگوں نے عمداً غلط فہمی ظاہر کر کے طلائی بازو بندوں کے عوض اپنی ڈھالیں کھینچ کھینچ ماریں۔ اس لئے کہ انھیں بھی بازوؤں پر لگائے رہتے تھے۔ صد ہا ڈھالیں جو آگے گزیں تو تارِ پیانے انھیں کے نیچے دب کے رہ گئی اور کھل کے مر گئی۔ بلندی شہر کا وہ قلعہ جہاں تارِ پیانے لگی آج تک تارِ پین رک کھلتا ہے اور مدتوں رویوں میں مجرموں کے قتل کرنے کا یہی طریقہ مروج رہا کہ اسی چوٹی پر لے جا کے انھیں نیچے پھینک دیا کرتے۔

آخر مدت تک لڑتے رہنے کے بعد خود حوریتیں ہی درمیان میں پڑیں جو باعث نزاع تھیں اور لڑائی ختم ہو گئی۔ کیونکہ سابی نس حوریتیں اپنے آدمی شوہروں سے اب ایسی خوش اور راضی تھیں اور ان کی اس قدر دلدادہ ہو گئی تھیں کہ وہ ہی اپنے عیقے اور سسرال والوں کے ملا دینے کی باعث ہوئیں اور ان دونوں قوموں میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ بادشاہوں کا انتخاب یکے بعد دیگرے دونوں قوموں میں سے ہوا کرے۔ یعنی ایک بادشاہ اس قوم کا ہو۔ دوسرا اس کا تیسرا اُس کا، اور چوتھا اس کا۔

رومولس کا انجام یہ ہوا کہ اپنی فوج کے ایک مجمع میں سے یکا یک غائب ہو گیا اور لوگوں میں مشہور ہوا کہ اس کا باپ مرتخ اسے آسمان پر اٹھالے گیا ہے اس خیال کے پھیلنے ہی کوئی رمی کوس کے نام سے اس کی پرستش ہونے لگی اور یہی نام اُن رسات پہاڑیوں میں سے ایک کا رکھ دیا گیا۔ اُس کے بعد سابی نس لوگوں

میں سے بادشاہ منتخب ہو جس کا نام ”توما پرم پی لی ادس تھا۔ یہ ایک صلح جو شخص تھا جس نے قوانین جاری کیے۔ اور یقین کیا جاتا تھا کہ جنگل کی پر سی آے جے ریا الہام کے ذریعہ سے اس کی مدد کیا کرتی ہے۔

اس کے بعد طوکوس ہوس طی لیوس نام ایک جنگجو رومی بادشاہ منتخب ہوا اس نے تخت نشا ہی پہ قدم رکھتے ہی ابالون کادالوں سے لڑائی چھیڑ دی۔ اٹنا لے جنگ میں یہ تجویز قرار پائی کہ لڑائی کا جھگڑا یوں چکا دیا جائے کہ دونوں جانب کے تین تین بہادر آپس میں لڑے کہ یہ فیصلہ کر لیں۔ رومیوں کی طرف سے ہورا طیوس خاندان کے تین بھائی منتخب ہوئے اور آلبا والوں کی طرف سے کیوریا طیوس خاندان کے تین بھائی۔ مگر یہ دونوں حریف باہم ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ان میں مقابلہ ہوا جو دیر تک لڑے اور غوب لڑے۔ دیر کی نبرد آزمائی کے بعد تینوں کیوریائی طرح جو آلبا کی طرف سے منتخب ہوئے تھے زخمی ہوئے لیکن رومیوں کی طرف سے ہورا طی جوا لوں میں سے دو توجان سے مارے گئے۔ اکیلا ایک پیوپ یوس ہورا طیوس تلوہ سج رہا جس کے کہیں چپٹ بھی نہیں آئی تھی۔ پیوپ یوس نے اپنے تینوں حریفوں کو زخمی دیکھ کے یہ چالاکی کی آہستہ آہستہ ذرا پیچھے ہٹا اور مقابل چچا زاد بھائیوں سے کہا۔ اب مردانگی تو یہ ہے کہ تم ایک ایک کر کے مجھ سے لڑو۔ آلبا کے زخمی پہلوانوں نے یہ درخواست قبول کی کہ ایک ایک کر کے بڑھے اور تینوں مارے گئے اور میدان پیوپ لوس کے ہاتھ رہا جو روم دالوں کی طرف سے تھا۔

کامیاب ہونے کے بعد اس نے اپنے مقتول حریفوں کے کپڑے اور ہتھیار اُتار لئے اور انھیں لے کے روم میں داخل ہوا کہ اسلحہ کو وہاں کے بُتجانے میں دیوتاؤں کی نذر کر دے۔ راستہ میں اتفاقاً اس کی بہن ملی جس کی نسبت اُن مقتول پہلوانوں میں سے ایک کے ساتھ ٹھہر چکی تھی۔ اس نے اپنے عاشق کے کپڑے دیکھتے ہی پہچان لیے

جنہیں اس نے بڑی محنت سے خود اپنے ہاتھ سے تیار کیا تھا۔ اُن کپڑوں پر نظر پڑے ہی اس نے ایک چیخ ماری اور چلا چلا کے رونے لگی۔ بہن کو آہ و زاری کرتے دیکھ کے پرجوش بھائی بنایت برہم ہوا۔ اور ایسا طیش آیا کہ جھپٹ کے اس غریب کا بھی کام تمام کر دیا۔ اور چلا کے کہا: ”یہ بے دقت کا اندوہ غم اُدھر ہی! نہ اپنے مُردہ بھائیوں کا غم! نہ زندہ بھائی کا خیال! اور نہ اپنے ملک سے تعلق! بس یوں ہی ہر وہ رومی عورت ہلاک ہو جو اپنے دشمن کی موت پر کھڑی ہو کے بین کرے۔“ لیکن بہن کے قتل کا جرم خالی نہ گیا۔ پیوپ لوس کو عدالت نے قتل کی سزا دی۔ مگر اس کی خدمات کا لحاظ کر کے اور نیز اس خیال سے کہ اپنے ان باپ کی اولاد میں اکیلا وہی ایک زندہ بچا ہے۔ اس کی جان بخشی کی گئی۔ تاہم سزا کے طریقہ سے وہ اس بات پر مجبور کیا گیا کہ ایک ایسے جوے کے نیچے سے گزرے جو تین بیڑوں کو جوڑ کے ایک محراب کی قطع کا بنا دیا گیا تھا۔ یہ محراب اس کے بدلتوں قائم رہی اور اسی کے نام سے مشہور تھی۔ اس کا ردوائی کے بد رویوں نے شہر الہا پر قبضہ کر کے اسے سمار و تباہ کر دیا۔

فصل سوم

تار کوئیں لوگ (۱۲۱۳) قبل محمدؐ سے قبل محمدؐ تک،

ردم کا چوتھا بادشاہ اُن قوس مارطینوس تھا۔ پھر اس کے بدلتو قوس تار کوئی نیوس کی حکومت شروع ہوئی جو عموماً پوس قوس یعنی اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اطردس کا دلوں کی نسل سے تھا۔ اس نے روتہ البحرئی کی شہر پناہ کو جو اس ہمدنک کچھ دیواروں کی تھی پتھر کی بڑی بڑی ریلوں سے از سر نو تعمیر کرایا اور پہاڑیوں کے درمیان میں جو گھاٹیاں واقع ہوئی تھیں اور بارش میں پانی سے لمبریز

ہو جاتی تھیں اُن کے پانی کو اُس نے ٹہریاں بنوا کئے شہر سے باہر نکالا۔ ٹہریاں اسی مضبوط بنائی گئی تھیں کہ آج تک موجود ہیں۔ اور لوگ انھیں دیکھ کے حیرت کرتے ہیں جو گھاٹی پالا طینہ اور اس کوئی کی پیٹریوں کے درمیان تھی فورم یعنی چوک، کہلاتی تھی۔ یہاں اس بادشاہ نے لوگوں کے بیٹھنے کے لئے نشست گا ہی بنوائیں اور علیٰ القیاس اس نے دار القضا اور ٹون ہال تعمیر کرائے۔

تار کوئی نیوس نے مرنے کے بعد اگرچہ دو بیٹے مچھوڑے تھے لیکن تخت شاہی کا وارث سردیس طیبو لیوس ہوا جو اس کے گھر کا ایک نوکر تھا۔ اس نے اپنی دو بہنیں جو غاندانی نام کی مناسبت سے دونوں طو لیا کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔ تار کوئی نیوس کے دونوں نو عمر بیٹوں کو نکاح میں دے دی تھیں۔ اس فرمانروا سردیس کو اس کے بڑے بھائی میں لوقیوس تار کوئی نے نہایت ہی بے رحمی کے ساتھ مار ڈالا اس کی لاش بجائے دفن کرنے کے بیچ سڑک پر پڑی ہوئی تھی اور اس کی نا اہل بیٹی نے جو اب ملکہ بنی تھی کمال سنگہ لی سے اپنے غلام کو حکم دیا کہ میری رتھ کو باپ کی لاش کو روندتے ہوئے زور سے ہٹالے جاؤ۔ چنانچہ رتھ لاش کو کھینچتی ہوئی گزری۔ اور باپ کے خون کی چھینٹیں بے درد بیٹی کے کپڑوں پر پڑیں

لوقیوس تار کوئی نیوس مغرور کے لقب سے مشہور تھا۔ وہ نہایت ہی شریر النفس تھا اور لوگوں کو اس سے سخت نفرت تھی اور جیسا تک مزاح اور ظالم تھا۔ دیسے ہی اس کے بیٹے بھی تھے۔ خصوصاً بڑا بھائی سکس طوس سب سے بدتر تھا۔ اسے اس کا بچا زاد بھائی کو لاتی نوس ایک بار اپنے دیہات کے مکان کو لایا۔ میں لے گیا، جہاں اس کی حسین دہری جمال بی بی لٹی رے تیرہ اپنی سہیلیوں کے ٹھہر سٹ میں بیٹھی ہوئی تھی رات زیادہ آچکی تھی۔ اور لٹی رے تیرہ آدم کے مذاق کے موافق بیٹھی اون کا تھی اور بٹ رہی تھی۔ سکس طوس اُس کی صورت دیکھتے ہی خریفہ ہو گیا۔ اپنے جذبات دلی کو اس نے

اس وقت تو سینہ کے اندر مخفی رکھا۔ لیکن دوسرے وقت تنہا مکان میں گھس گیا۔ بے تکلف قہرے تیرے پر چھپا اور اس کی آبرو لے ڈالی۔ بے آبرو ہونے کے بعد تیرے تیرے چلاتی اور روتی پیتی ہوئی اپنے شوہر اور باپ کے پاس گئی۔ بھین اس واقعہ سے آگاہ کر کے بدلہ لینے کی تاکید کی اور فوراً خود کشی کر لی۔ اب اس کے شوہر اور باپ بدلہ لینے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ لوقیوس جو نیوس بروطوس جو کہ تار کوئی کا سکا بھتیجا تھا ان دونوں سے آگلا۔ اور اہل روم میں اس نے بادشاہ کے خلاف ایسا جوش پیدا کر دیا کہ تار کوئی اور اُس کے سارے خاندان سے بدابھاگ کھڑے ہونے کے اور کوئی تدبیر نہ بنی۔ الغرض اس طریقہ سے سنہ ۶۳ قبل محمد میں روم کے پرانے شاہی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اسی سال اُدھر یونان میں بہ واقعہ پیش آیا کہ جی سطرطوس کی اولاد شہر ایشینیہ سے جلا وطن کی گئی۔

تار کوئی لوگوں نے اس کے بعد پھر تخت و تاج حاصل کرنے کی بار بار کوششیں کیں۔ اور ایک بار روم کے اُمراء کے ساتھ خفیہ سازش بھی کی جن میں بروطوس کے دو بیٹے بھی شریک تھے۔ مگر وہ سازش کھل گئی اور مستقل مزاج برادران نے اپنے اُن دونوں نوجوان بیٹوں کو قومی جرم میں قتل کی سزا دی۔ اُس کے استقلال کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس کی آنکھوں کے سامنے دونوں بیٹوں کو پہلے کوڑے مارے گئے۔ پھر اُن کے سر کاٹے گئے مگر اُس نے اُن نہ کی اور نہ اس کے پھرے سے کسی قسم کے خزن و ملال کے آثار ظاہر ہوئے صرف اتنا ہوا کہ اُن کے قتل ہوتے وقت بروطوس جس کڑی پر بیٹھا تھا اس کے دونوں ہتھوں کو اس نے اس طرح پھینچ کے پکڑ لیا کہ دل بیتابی کا راز کسی قدر فاش ہو جاتا تھا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد بروطوس اور اس کا چچا زاد بھائی آرتس جو تار کوئی کا بیٹا تھا۔ باہم دست بدست لڑے اور ایسے جان پر کھیل کے لڑے کہ دونوں نے ایک دوسرے کو مار ڈالا۔

اب اطروس کا کہ ایک شاہزادے لارس پورستانے تارکو میں خاندان کی طرف اسی شروع کی۔ کوچ کو کہے اچانک رومہ انجری پر آپہنچا اور شہر کے اُس پھانک پرتا بن ہو گیا جو اب جانے کو لم کے نام سے مشہور تھا۔ یہی ایک پھانک تھا جو دریائے طیبر کے انتہائی پہلو پر واقع تھا۔ دریا پر یہاں ایک لکڑی کا پل بندھا ہوا تھا۔ اور ہوراٹیس کوک اس پر سے پر تھا۔ ناگہاں ہدیت زدہ اہل شہر کا ایک غول آیا کہ جلدی سے شہر کے اندر بھاگ جائیں۔ ہوراٹیس نے انھیں روک کے کہا: ”روم کے بچانے کی اب یہی ایک تدبیر ہے کہ یہ پل توڑ دیا جائے۔ میں اکیلا اُس پار جا کے دشمنوں کو روکتا ہوں اور تم پل کو توڑنا شروع کرو۔ جتنی دیر میں تم اس پل کو توڑ دینے دشمنوں کو لڑائی میں اُلجھائے رکھو گے“ اس کے یہ کلمات سن کے اُن لوگوں میں سے دو کو ایسا جوش آیا کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہو لیے اور پل کے پار جا کے دشمنوں سے لڑنے لگے۔ ادھر باقی ماندہ لوگوں نے پل توڑنا شروع کیا۔ اب یہ تین بہادر جانناز پل کے قریب قدم جمائے اطروس کا دالوں کے سارے لشکر کو روکے ہوئے تھے اور کسی کو پل کی طرف قدم بڑھانے نہ دیتے تھے کہ رومیوں نے جلا جلا کے اور توڑ توڑ کے پل کی بنیاد قریب الاہندام کر دی اور اُن تینوں بہادروں کو آواز دی کہ ”اب تم واپس چلے آؤ۔ پل میں بس اتنا ہی دم رہ گیا ہے کہ اکیلے تم ہی تین آدمی نکل آ سکتے ہو۔“ یہ سن کے وہ تینوں پلے۔ جن آدمیوں نے ہوراٹیس کی وفات کی تھی وہ تو سبقت کر کے نکل آئے اور خود ہوراٹیس ان کے بچانے کے خیال سے ابھی دشمنوں ہی میں مسرور تھا کہ پچھلا شہتیر جو باقی رہ گیا تھا وہ بھی گر ا۔ اور ساتھ ہی پل دھم دھماکے نیچے جا رہا۔ اب ہوراٹیس کے سامنے دشمن تھے اور پیچھے دریا تھا۔ یہ حالت دیکھ کے دشمن ایک لحظہ کے لئے لڑائی سے رُک گئے اور ہوراٹیس کو موقع ملی گیا۔

جب جان بچانے کی اور کوئی تدبیر نہ بنی تو اس نے دریائے طلی بیر کی طرف مخاطب ہو کر یہ الفاظ زبان سے نکالے۔ ”بادا طلی بیر مجھے لے! تیرا سپاہی تیرے رحم دل دھارے میں آتا ہے۔“ اور بلاتامل دریا میں پھاند پڑا۔ دونوں طرف کے سپاہی اُس کے ہاتھ پاؤں مارنے کو مختلف نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن وہ ایسا ہمت والا تھا کہ دوسرے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا۔ مگر ڈوبتا اور ابھرتا ہوا صحیح و سالم اُس پار نکل ہی آیا۔ جس کے پونپتے ہی اُن تمام ہم دطنوں نے جنھیں اس نے بچایا تھا جوش و خروش سے نعرہ مسرت بلند کیا۔ اور سب لوگ بُری دیر تک خوشی کے نعرے مارتے رہے۔

اب پورسانے شہر کا محاصرہ کر لیا اور فیوس بوطوس نام ایک فوجی عروسی نے ارادہ کیا کہ اپنے شہر کو معیبت سے نجات دلائے۔ کسی نہ کسی تدبیر سے وہ پورسانا کے خیمہ کے اندر پہنچ گیا لیکن چونکہ اسے پہچاننا تھا اس لئے دھوکے میں دھاں اس کے ایک نوکر کے دل میں پھری بھونک دی۔ لوگوں نے گھیر کے اُسے پکڑ لیا اور ہتھیار چھین لیے۔ مگر اس نے بھی آزادی سے صاف صاف کہہ دیا کہ ”میں تو یہ ارادہ کر کے آیا تھا کہ پورسانا کو مار ڈالوں مگر اس کی زندگی تھی بچ گیا۔ پورسانا کو خیال گزرا کہ اس شخص سے دشمنوں کی اور بہت سی تجویزیں معلوم ہو جائیں گی، اس لئے مکمل دیا کہ اُسے طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دی جائیں تاکہ اُسے ردیوں کے جو کچھ حالات اور منصوبے معلوم ہوں تا دے۔ یہ دیکھ کے تیوپیوس نے اپنا دامن ہاتھ آگ میں ڈال دیا جو سامنے قربان گاہ میں جل رہی تھی اور بغیر اس کے کہ چہرے سے کسی قسم کی تکلیف کے آنا زرا بھی ظاہر ہوں ویر تک ہاتھ کو شعلوں کے اندر ڈالے رہا اور اسی حالت میں اُس نے پورسانا کی طرف دیکھ کے کہا ”خوب جان لو کہ جو لوگ سچی عظمت کے خواستگار ہیں وہ اپنے جسم کی ذرا بھی پرہیز نہیں کرتے۔“

اُس کا یہ ضبط و تحمل دیکھ کے پارسا کے حواس جاتے رہے اور اس سے بلا تامل چھوڑ دیا۔ آزادی کے بددیوتوں بولا: اب تم نے یہ فیاضی کی ہے تو لکھتیں میں بھی وہ بات بتائے دیتا ہوں جو میرے اذیت دینے سے ہرگز نہ معلوم ہوتی۔ سنو ہم تین سو جوان ہیں اور سب نے فتیں کھالی ہیں کہ جس طرح بنے گا پارسا کو مار ڈالیں گے چونکہ قمر پہلے میرے ہی نام پڑا اس لئے پہلے میں آیا۔ یہ خبر سنتے ہی آطرس کا کہ اس حملہ آور بادشاہ نے فوراً دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب رومیوں سے صلح ہی کر لینی چاہیے اور جس قدر جلد ممکن ہو مجھے اپنی فوج لے کے گھر واپس جانا چاہیے۔ قیوطیوس کے اس ضبط کی رومیوں میں بڑی تعریف ہوئی اور چونکہ آگ میں جل جانے سے اُس کا دایہا ہتھ بیکار ہو گیا تھا اس وجہ سے اس کا لقب آس گے دولا دباؤں ہاتھ والا پڑ گیا جو کہ اس کے واسطے ایک نہایت ہی مغرور و متاثر خطاب تھا۔

۱۰۶۸ء قبل محمدؐ میں تارکونین نے پھر حکومت حاصل کرنے کی کوشش کی جو کہ آخری کوشش تھی۔ اس موقع پر اُسے گو نہ قوت حاصل ہو گئی۔ کیوں کہ لاطینی لوگوں کی ایک جماعت اس سے آملی تھی۔ اور آریے جل نوس نام بھیل کے کنارے ایک بھاری لڑائی ہوئی جس میں تارکونین کی ساری اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔ اب اس نے سلطنت حاصل کرنے کا خیال ہی بالکل چھوڑ دیا اور اپنے بڑے باپے کی زندگی شہر کو باہر میں بیٹھ کے صرف کو دی۔

فصل چہارم

جمہوریت

اب اس کے بعد روم میں جو نیا طرز حکمرانی جاری ہوا۔ وہ اگر حقیقت میں نہیں

تو برائے نام ہی کسی چار سو برس تک جاری رہا۔ اس حکومت میں سارے اقتدار آدمی مجلس حکام اور لوگوں کے ہاتھ میں تھے۔ یہ نظام حکومت چار حرفوں کے انشادوں سے ظاہر کیا جاتا تھا وہ حرف اس اپنی، کیو، آر تھے۔ یہ حرف مائیک کے طور پر ان کی تمام چیزوں اور کل پبلک عمارتوں پر بنے رہا کرتے تھے۔

رومی لوگوں کے دو طبقہ تھے ایک پاتریقی (بطارتہ) یعنی شہنشاہ اور یہی لوگی سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر مقرر ہونے کے مستحق تھے۔ دوسرے پلے بی یعنی وہ لوگی جو اگرچہ آزاد و خود مختار تھے اور محضر ٹیوں کے انتخاب میں ایک ووٹ دینے کا حق بھی رکھتے تھے۔ مگر اس قدیم عہد میں وہ کسی اعلیٰ عہدے پر مقرر نہ ہو سکتے تھے۔ ان دونوں گروہوں کا امتیاز بہ لحاظ نسل و خاندان کے تھا۔ نہ اعتبار دولت و قابلیت کے ایک بطریق چاہے کیا ہی مفلس ہو اس کا رتبہ وہی قائم رہتا تھا اور اس کے مقابل پلے بی چاہے کیا ہی دولت مند ہو بطریق کا رتبہ ہرگز نہ حاصل کر سکتا تھا۔

مگر باوجود اس تفریق کے پلے بی لوگوں میں ایک خاص گروہ تھا جو لوگ میدان جنگ میں گھوڑوں پر سوار ہو کر نبرد آزما کرتے اور اسی وجہ سے آئے کوٹ یعنی سوار کہلاتے اور اسی لفظ کا ترجمہ انگریزی میں بعض اوقات "نائٹ" کے لفظ سے کیا جاتا ہے۔ ان کو بعض حقوق اسی قسم کے حاصل تھے جیسے کہ بطارتہ کے لئے مخصوص تھے۔ روم میں لوگوں کا ایک اور طبقہ بھی تھا جو اگرچہ بالذات آزاد تھے۔ مگر انکو ووٹ دینے کا حق حاصل تھا اور نہ کوئی پولیٹیکل قوت رکھتے تھے۔ یہ لوگی بطریقوں کے ماتحت تھے اور اس بات پر مجبور تھے کہ جس بطریق کی خدمت میں ہوں اسکی مدد و اعانت کریں۔ اس کے مقابل بطریقوں کا بھی فرض تھا کہ ان کی کفالت کوں اور انھیں دوسروں کے جو درد شدہ دیا دست و برد سے بچائیں، ان سب

طبقوں کے علاوہ وہاں غلام تھے جن کے کوئی حقوق نہ تھے اور جن کی زندگی اُن کے مالکوں کی مرضی سے وابستہ تھی۔ کبھی وہ آزاد بھی کر دیے جاتے تھے۔ آزاد ہونے کے بعد یہ لوگ فریڈمین (آزاد شدہ) کہلاتے اور بطریقوں کی اطاعت کرنے والوں کی طرح یہ بھی اپنے مالکوں کی خدمت کیا کرتے۔

رومیوں کی سینٹ (مجلس حکام) ایک کونسل تھی جن کے لئے ارکان پہلے تو صرت بطریقوں اور اسے کوٹ لوگوں میں سے منتخب کئے جاتے تھے لیکن زمانہ مابعد میں دیگر طبقات کے لوگ بھی اُس کے رکن منتخب ہونے لگے۔ اس مجلس کی منظوری کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جاتا۔ اور نہ سلطنت میں اور کسی کو اُس سے زیادہ وقعت حاصل تھی۔

اعلیٰ حکام فوجداری دو کونسل ہوا کرتے تھے جو ہر سال لوگوں میں سے منتخب کر لیے جاتے اور پہلی جنوری کو اُن کے اجلاس کا پہلا دن ہوتا۔ ان کا لباس وہی ہوتا جو بادشاہ کا ہوتا۔ بجز اس کے کہ سروں پر تاج نہ ہوتا تھا۔ ایک تخت پر بیٹھ کے اجلاس کرتے جو ان کی زبان میں "کیوریل چیر" کہلاتا، اس اجلاس کے وقت اُن کے ہاتھوں میں ہاتھی دانت کے عصے ہوا کرتے جن کے اوپر کے سرے پر سنہرے عقاب بنے ہوئے تھے۔ ملک تو رومینی جلا د ہمیشہ ان کے ساتھ رہا کرتے جو قتل کرنے کے آلات یعنی ایک کھٹاوی اور کلڑیوں کا ایک سٹھا ہر وقت اپنے پاس رکھتے۔

سب سے پہلے کونسل (حاکم فوجداری) (تقیوس، جوتیوس، بردطوس اور لوتیوس) کا، کوئی نیوس کو لائی نیوس تھے۔ اور اس کے بعد سے مول ہو گیا تھا کہ رومی ہر برس کو اُن دونوں کونسلوں کے نام سے یاد کیا کرتے جو اس سال مقرر ہوئے تھے۔ روم کے قاضی پرے طور کہلاتے تھے۔ اور انھیں بھی کیوریل چیر پر بیٹھ کے اجلاس

کرنے کا حق حاصل تھا۔ ان کے علاوہ قن سور سنسرا لوگی تھے جن کا یہ کام تھا کہ فاضل مالگذاری کو مشخص کریں اور ہر باشندہ شہر کے مرتبہ اس کے پوٹیکل حقوق کو معین کریں۔ ایک عام دکیل سرکار ہوتا جو کس طور کہلاتا۔ ان تمام محدود پریکٹری لوگ مامود کیے جاتے۔ سخت جھگڑوں اور نزاعوں کے بعد پلے بی لوگوں کو بشکل اتنی کامیابی حاصل ہوئی کہ اپنے گروہ میں سے دس حاکم فوجداری اپنے انتخاب سے مقرر کرائے، یہ لوگ ڈری بیون کہلاتے تھے اور ان کو اقتدار حاصل تھا کہ مجلس حکام کی جس کا ردوائی کو چاہیں مخالفت کر کے روک دیں۔

جس زمانے میں جمہوریت کے لئے کوئی بڑا خطرہ نظر نہ آتا اور بہادری اور جوش و خروش کی ضرورت پیش آجاتی فوراً ایک ڈکٹیٹر منتخب کر لیا جاتا جسے شہر میں بھی اور لشکر گاہ میں بھی کل حکام اور عمدہ داروں سے زیادہ اختیارات حاصل ہوتے، لیکن خطرے کے دور ہونے ہی وہ معزول کر دیا جاتا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ انگریزی زبان میں لفظ سٹی زن کے معنی باشندہ شہر کے ہیں لیکن رومیوں میں اُن دونوں یہ لفظ ان معنوں میں نہیں استعمال کیا جاتا تھا بلکہ وہاں سٹی زن سے ایک ایسا آزاد شخص مراد لیا جاتا جو معمولی طور پر خوشحال ہوتا۔ یہ لگے زمانے کے رومی سٹی زن اُس علاقہ میں آباد تھے جونی احوال "کانیادیوسی روما" (حوالی روم) کہلاتا ہے جب جنگ دیکار کے ملکی خدمات بجالانے کی ضرورت نہ ہوتی اُس وقت یہ لوگ اپنی زندگی اپنے چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں کاشت کرنے میں بسر کرتے۔

رومی لی جین (پلٹن) کا لفظ "لے گو" سے ماخوذ ہے جس کے معنی انتخاب کے ہیں۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ ان پلٹنوں کے لئے سپاہیوں کو کونسل اور دیگر عمدہ داران سلطنت منتخب کیا کرتے تھے اس پلٹن میں چھ ہزار جوان ہوتے اور

سب کے سب پہلے بی ہوتے ان کے قبضہ میں کوئی خاص قطعہ زمین ہوتا جو ان کا ذریعہ معیشت تھا۔ یہ سب پایادہ لڑتے اور بطریق اور آسے کوٹ لوگ میدان میں گھوڑوں کی بیٹھ پر آتے۔ ساری لہجین کا بھندا مشہور رومی عقاب ہوتا۔ جو یا تو چاندی کا ہوتا یا تیل کا اور ایک نیزہ کے اوپر نصب ہوتا۔ ان کے اندرونی فریق اپنی جدا جدا علاقہ میں رکھتے اور ہر یکڑہ یعنی تنوادیوں کی کمپنی پر جو افسر حکومت کرتا وہ سن طوین (دیکھیں) کہلاتا اس کا خود ماتحتوں کے غوردوں سے زیادہ اونچا ہوتا اور اس کے افسری کے امتیاز کے لئے اس کے لباس میں چند تیلے لگے ہوتے جن کو دیکھ کے ہر شخص پہچان جاتا کہ فوج میں اس کا کیا مرتبہ ہے۔ رومیوں کا فوجی انتظام نہایت عمدہ تھا اور رومی سپاہی اپنے شہر کے اندر چاہے کیسے ہی سرکش ہوں مگر میدان جنگ میں اپنے افسروں کی پوری اطاعت کرتے۔

جو سردار فتح و نصرت کے پھر پرے اڑا سکے واپس آتا ہے اسے آم پر بطور کا خطاب ملتا جس کے معنی حکمران فوج کے ہیں اور جب وہ غائم و سالم واپس آتا تو ایک تھ میں بیٹھ کے شہر میں داخل ہوتا۔ بھولوں کا تاج اس کے سر پر ہوتا۔ اور اس کی فوج جلوس کے طریقہ سے ہمراہ رکاب ہوتی۔ مال غنیمت بھی نمایاں طور پر جلوس کے ساتھ نکالا جاتا۔ قیدی اور مفتوح ملکوں کے اسیر طوق و سلاسل میں جکڑے ہوئے اس کے ہمراہ نکالے جاتے۔ جس وقت یہ جلوس شہر میں داخل ہوتا مندروں کے دروازے کھولی دیے جاتے۔ سڑکوں پر برابر سلسلہ دار ہار اور بندھن دار لٹکتے ہوئے۔ عام لوگ عید مناتے اور ارکان مجلس و حکام نقیاب افسر کو جو بیڑ کے مندر میں لے جاتے، جہاں جاتے ہی ایک سفید بیل بھینٹ چڑھا یا جاتا تھا۔ اس قسم کا باستان و شکوہ داخلہ رومیوں میں ڈرامٹک کے لفظ سے تفسیر کیا جاتا اور انسان کے لئے سب سے بڑی عزت تصور کیا جاتا، لیکن اکثر اوقات اس کا

خاتمہ اس پر ہوتا کہ چونکہ خاد و بد نصیب قیدی لائے جاتے۔ دار السلطنت رومہ الکبریٰ میں آپ اپنی بد نصیبی کا نشانہ بننے کے بعد قتل کر ڈالے جاتے اور یہ ایک ایسی توہین تھی کہ اکثر شاہی خاندان کے اسیروں نے جوش اس کے کہ اس جلوس میں نکلیں، اور رومی ٹرائفٹ کی اس ذلت کو برداشت کریں۔ جان دے دینا گوارا کر لیا اور خود کشی کر دیوں کا وہ خاص لباس جسے سواشرناؤ شہر کے اور کوئی نہ پہن سکتا۔ یہ تھا کہ ایک لمبی ڈھیلی ڈھالی اور چنٹ دار گون جو طوغہ کہلاتی۔ یہ عموماً سفید رنگ کی ہوتی مگر اس پر ارغوانی رنگ کی گوٹ لگی رہتی۔ نو عمر لڑکے ایک لمبا ڈھیلہ کوٹ پہنتے اور ایک سنہرا لٹو جو بل لا کہلاتا اُن کی گردن میں لٹکتا ہوتا۔ جب وہ اپنی عمر کے سترھویں برس کو پہنچتے تو ایک خاص تقریب کی جاتی جس میں اُن کی گردن سے وہ بل لا دور کیا جاتا اور انھیں بڑوں کا لباس یعنی طوغہ پہنایا جاتا۔ اس تقریب میں بڑی دھوم دھام کی جاتی تھی۔ جن لوگوں کی خواہش ہوتی کہ کسی عہدے کے لئے منتخب ہوں اپنے طوغہ پر کھریا مل لیتے اور اس وضع سے عام لوگوں کے مجمعوں میں جا کے ان کے دوٹ طلب کرتے اور اسی کھریا ملنے کی وجہ سے وہ لوگ کان دی ڈالٹ (کینڈی ڈیٹ) کہلاتے جو لفظ کان دی ڈوس سے نکلا ہے۔ جس کے معنی سفید کتے ہیں۔ مجلس حکام کے ممبروں میں طوغہ میں ایک ارغوانی رنگ کی چوڑی دھاری ہوتی۔ اور وہ طوغہ جسے کانسل لوگ بڑے اہتم بالشان موتوں پر پہنتے وہ بالکل ارغوانی رنگ کا ہوتا اور اُس پر پُرسن کا چوٹی کا کام بنا ہوتا۔

ہر رومی شخص کے دو نام ہوا کرتے۔ پہلا اُس کا ذاتی و شخصی نام اور دوسرا سرنیم یعنی وہ نام جس سے اُس کا خاندان اور گھرانہ مراد ہوتا۔ اور اس نام سے تمام زن و مرد بیٹیاں بیٹے یاد کیے جاتے، لیکن حورتوں کے لئے اُس نام میں علامت تانیث لگا دی جاتی۔ جیسے کارنی لیوس مراد نہ نام ہے اور کار نے لیا، زمانہ نام۔

بعض خاندانوں میں اسی قسم کا ایک تیسرا نام ہوتا جو کسی ایک صورت کے نام سے مانگوں ہوتا

فصل پنجم

۸۱۔ قبل محمدؐ سے ۲۰ قبل محمدؐ تک،

بطریقوں، اور اپنے بی لوگوں میں جو جھگڑے پیش آئے اور روم اور ایطانیہ کی دوسری ریاستوں کے فی مابین جو لڑائیاں ہوئیں ان کا تفصیلی بیان دشوار ہے۔ لہذا اس موقع پر صرف چند کہانیوں کا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو ردیوں میں نہایت مشہور تھیں اور اسی کے ساتھ ان چند ناموں کو بھی ہم بتائے دیتے ہیں جو شرنائے روم میں دلی یا شعار کا کام دیتے تھے۔

رومیوں کی سب سے بڑی دشمنی ان کی پڑوس کی دو قومیں تھیں۔ ایک دوس
تی اور دوسری دے بن طس۔ ہر سال گرمیوں کے موسم میں یا تو وہی قومیں رومیوں
کی قلمرو پر چڑھائی کر دیتیں اور یارومی لشکر اُن کے علاقہ پر چڑھ جاتا۔ اور جس
زمانہ میں یہ لڑائی پھڑی ہوتی کسان لوگ جان بچانے کے لئے اپنے مویشیوں
کو پہاڑوں پر ہنکا لے جاتے۔ دونوں کے لشکر مرتب ہوتے اور لڑائی چھڑ جاتی۔
حملہ کرنے والوں کو اگر شکست ہو جاتی تو ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر کا راستہ لیتے
اور اگر فتیاب ہوتے تو حریف کے دار السلطنت کا محاصرہ کر لیتے اور چونکہ قلعہ سختی
کے آلات و اسلحہ کی کمی کے پاس نہ تھے اس لئے موسم سرما شروع ہوتے ہی محاصرہ
اُٹھایا جاتا۔ اور لوگ اپنے شہر میں واپس چلے آتے۔

ایک لڑائی میں جو دہشت گردوں سے ہوئی تھی۔ وہیوں نے اُن کے شہر کو ریلوے پر قبضہ کر لیا اور یہ کامیابی ایک بہادر نوجوان بھارتی کی شجاعت کا نتیجہ تھی۔ جس کا نام قایموس ماریوس تھا اس بہادری کے صلہ میں اُسے کوریولانوس یعنی

”بہادر کوریلی“ کا خطاب دیا گیا۔ یہ افتخار حاصل ہوتے ہی مارے غرور کے اس کا دماغ ایسا اٹھ گیا کہ چند ہی روز بعد اُس سے اور مجبڑیوں سے جھگڑا ہوا۔ جھجھون نے اپنے اقتدارات سے کام لے کے اُسے جلا وطن کر دیا۔ اس کے حق میں روم والوں نے نا انصافی کی تو اسے ایسا طیش آیا کہ وطن و قوم کو خیر باد کہہ کے دوسری لوگوں سے مل گیا۔ اور ان کا سپہ سالار بن کے رومیوں پر چڑھ آیا۔ رومنہ البحر میں اس کی اس قدر ہیبت چھا گئی کہ رومیوں کو جب سب طرف سے مایوسی ہوئی تو قایوس کی مال اور جو روکے سامنے جا کے التجا کی بعضیں قایوس فلاکت و بخت اور نہایت کس پرسی کے حالت میں چھوڑ گیا تھا۔ وہ دونوں عورتیں رومیوں کی التجا سے متاثر ہو کے لشکر گاہ میں آئیں اور ماں نے جس کا نام دُور یہ تھا بیٹے کے سامنے ایسے پُرجوش دُپر زور الفاظ میں گفتگو کی کہ بیٹے نے ماں کا کمان لیا۔ اپنا انتقام لینے کے ارادے سے باز آ گیا اور دوسری لوگوں کو چھوڑ کے چلا گیا۔ پھر اُس کے بعد اس کی نسبت نہیں معلوم کہ کیا ہوا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ دوسری لوگوں ہی نے اُسے مار ڈالا۔ کیونکہ انھیں بیچ ادھر میں چھوڑ کے چلا گیا تھا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اُس نے باقی ماندہ زندگی جلا وطنی اور غموشی میں بسر کی۔

دوسری دشمن قوم دے مین طیس لوگوں کی دست برد سے بچنے کے لئے رومیوں نے اپنی سرحد پر کمرے سے راتلہ تعمیر کیا تھا۔ اور تھے سو فیلیوس جو ایک خاندان بطارتہ کا سرغنہ تھا۔ اپنے کونسل ہونے کا زمانہ پورا کر کے وہاں کا قلعہ دار مقرر ہوا۔ اور پد کونسل کا اسے خطاب دیا گیا۔ اس کے سارے جتنے والوں نے اس کی پوری مدد کی اور اپنی خدمت کو وہ بڑی بہادری و نام دہی سے بجالایا۔ لیکن ششہ قتل محمد میں دشمنوں نے اس طرح اچانک اس پر یورش کہ اس کا کچھ زور نہ چل سکا۔ اور تمام فابجی خاندان دانوں کے ساتھ جن کی تعداد ۳۰۶ آدمیوں کی تھی۔

قتل کر ڈالا گیا۔ اس ہنگامہ میں فابیئ نسل کا بائکل خانہ ہو گیا تھا۔ صرف ایک تنہا بچہ اتفاقاً بچ گیا۔ اس لیے کہ وہ ان دلوں روم میں تھا۔ اور اکیلا وہی تھا جو فابیوس نام کا وارث ہوا۔

پتے بی بی لوگ پولیسیک قوت حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ جھگڑے پیدا کیا کرتے تھے اور بطریق ہمیشہ اس کو شش میں لگے رہتے تھے کہ انھیں دبا میں اور ابھرنے نہ دیں۔ اتفاقاً ایک عمر دس رسیدہ بطریق یوٹوس کے بڑے بیٹے تے سونے کسی پتے بی بی شخص کو مار ڈالا۔ اور اپنی جان لے کے ملک سے بھاگ گیا۔ اس جرم کی پاداش میں اس کے خاندان پر جرمانہ کیا گیا۔ جس کی مقدار اس قدر زیادہ تھی کہ اس کے ادا کرنے کے بعد اس عمر بطریق کے پاس سو چار ایٹر زمین کے ایک کھیت کے کچھ باقی نہ رہا۔ انھیں دنوں آٹروں کا دالوں نے ردیوں پر حملہ کر کے ان کی حالت ایسی نازک کر دی تھی کہ انھیں مجبوراً ایک ڈیکٹسٹر مقرر کرنا پڑا۔ اور اس خدمت پر وہی بوڑھا بطریق مامور ہوا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے بھی وہ ایک بار اس خدمت کو بڑی قابلیت کے ساتھ انجام دے چکا تھا۔ سرکاری لوگ جو اس تفرز کی خبر دینے کے لئے بھیجے گئے تھے جب اس کے سامنے پہنچے ہیں تو اسے اس حال میں پایا کہ اپنے کھیت میں ہل چلا رہا تھا۔ اپنے تفرز کی خبر سننے ہی بی بی سے چلائے کہا ”میرا طوطہ تولانا“ پھر ہاتھوں سے مٹی دھوئی۔ اور طوطہ بہن کے سرکاری آدمیوں کے ہمراہ شہر رومہ البحر کی راہ لی جہاں مجلس حکام سرکاری طور پر اس کا استقبال کرنے کے لئے تیار تھی۔ اور ۴۴ لک ٹور (سزا دینے والے) اس کی فرمانبرداری کے لئے ادب سے کھڑے ہوئے تھے۔ آئندہ اس یوں پہنچتے ہی فوج کا سردار بن گیا اور آل غی داس کی پہاڑی پر دشمنوں سے مقابلہ کر کے انھیں پوری شکست دے دی۔ ۱۶ دن تک ڈیکٹسٹر سکی خدمت بجالانے کے بعد اس نے اس مغز ہمد

سے استفادے دیا اور اپنے غریباً سوجھ بڑے میں واپس جاسکے پھر اسی طرح ہل جتے لگا اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد اس کے بیٹے نے چند سرکش نو عمروں کو ملا کے روم پر حملہ کیا، لیکن گرفتار ہو گیا اور بغاوت کے جرم میں اس کو پٹیا گیا کہ پیٹتے پیٹتے مر گیا۔ مگر لو قیوس نے پلے بی لوگوں کی یہ زیادتی ہرگز نہ معاف کی۔ کیونکہ اس کا بیٹا انھیں لوگوں کی وجہ سے جلا وطن ہوا تھا۔ اور اس کے بعد جب تیسری بار ڈکٹیٹر مقرر ہوا تو لوگ کہتے ہیں کہ اپنی حکومت سے اس نے یہ ناجائز فائدہ اٹھایا کہ تھے سو کے دشمنوں کو سزا دینے کا حکم دیا۔

بعلیقون اور پلے بی لوگوں کا جھگڑا بڑھتے بڑھتے یہاں تک ترقی کر گیا کہ آخر تمام لوگوں کو مجبوراً اس بات پر اتفاق کرنا پڑا کہ قانون مروءہ میں کچھ رد و بدل کیا جائے۔ چنانچہ دقم در نام ایک نیا عہدہ قائم کیا گیا۔ اور اس عہدہ کے دس آدمی شہر میں امور ہوئے جن کے ہاتھوں میں سلطنت کے بہت وسیع اختارات دے دیے گئے۔ لیکن تھوڑے زمانہ کے بعد آپوس قلا دیوس نام ایک دقم دیر کی شریر النفسی اس عہدے کے توڑ دے جانے کے باعث ہوئی۔

یہ شخص ایک دن قورم (چوک) کے اجلاس میں بیٹھا مقدمات فیصلہ کر رہا تھا کہ سامنے سے ایک ہماریت حسین و پری جمالی، نازک اندام و گلابی لڑکی گزری جس کا بن پندہ برس کا تھا اور جی بیا کے نام سے مشہور تھی۔ قورم کے پہلو ہی میں ایک معمولی حیثیت کا مکان تھا جو مدرسہ کا کام دیتا تھا۔ اسی میں کھنے پڑھنے کی تعلیم پانے کے لئے یہ لڑکی روز جاتی اور دسم دیرون کے اجلاس کے سامنے سے گزرا کرتی تھی۔ آپوس اس لڑکی کی صورت دیکھتے ہی فریفت ہو گیا، اور اس پر قابو پانے کے لئے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے ایک ماتحت سے دعویٰ کرادیا کہ وہ جلیا سیری لوڈی کی بیٹی ہے اور بچپن میں پانے کے لئے درجی یوس (درجی نیا کے

باپ، کی بی بی کے حوالہ کر دی گئی تھی۔ اس بدعاشی کے دعوے کی بنا پر غریب
 ورجی نیا مدرسہ کو جاری تھی کہ راستہ میں پھوٹی گئی۔ بکیں لڑکی نے گرفتار
 ہوتے ہی رونا پینا شروع کر دیا۔ اتفاقاً اس کی جیجیوں کی آواز اس کے
 منگیترا فیلوس اور اس کے چچا نیو میٹر پوس کے کانوں تک پہنچی جو اس کی مدد
 کو دوڑے آئے۔ اسے خاصوں کے ہاتھ سے چھین لیا اور اس کے باپ
 ورجی نیوس کو خبر کی جو سنوڑیں یعنی ایک سو پاپیوں کا انفر تھا۔ اور شہر سے باہر
 لشکر گاہ میں رہتا تھا اس مقدمہ کی پیشی کے لئے ایک دن مقرر ہوا اور اس
 تاریخ اگرچہ اس بات کی بہت ہی صاف اور کافی شہادت گزری کہ ورجی نیا
 ورجی نیوس ہی کی بیٹی ہے لیکن آجیوس اور اس کے ساتھی ایک دوسرے دہمویہ
 نے یہی فیصلہ کیا کہ یہ لڑکی اس بھوٹے مدعی کی ہی ملکیت ہے۔ ورجی نیوس جب
 بالکل مایوس ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ اب میری پیاری بیٹی مجھ سے چھینی ہی
 جاتی ہے تو عدالت سے التجا کی کہ ”اچھا مجھے اتنی اجازت دی جائے کہ جدا
 ہوتے وقت اپنی نور نظر کو ایک بار گلے سے لگا لوں۔ یوں اجازت حاصل
 کر کے بیٹی کے گلے میں پیار سے باہیں ڈال دیں اور گلے لگائے ہی لگائے اسے
 ایک طرف بڑھالے گیا جاں ایک قصائی کی دکان تھی۔ یہاں پہونچ کے اس نے
 ورجی نیا کی اسکار آنکھیں پونچھیں پھر اس کا ایک بوسہ لیا اور کہا ”میری پیاری
 بچی اب تجھے کوئی تدبیر بے عزتی سے نہیں بچا سکتی۔ بس اب یہی رہ گیا ہے کہ “
 اتنا کہتے ہی چھپٹ کے دکان سے پھری اٹھالی اور ایک چشمہ زدن میں اس کے
 نازک سینہ میں بھونک دی۔ ورجی نیا تو یہ کاری زخم کھا کے اسی جگہ ڈھیر ہو گئی
 مگر اس کے دم توڑتے ہی ہنگامہ اور بلوہ ہو گیا اور عوام کی برہمی دہرا فر دھلک
 یہاں تک بڑھی کہ آجیوس نے بڑی مشکل سے بھاگ کے اپنی جان بچائی اور

سیلنٹ یعنی مجلس حکومت نے مجبور ہو کر ڈسمویروں کے تقرر کا سلسلہ ہی موقوف کر دیا۔ پرانا نظام سلطنت پھر جاری ہوا۔ جس میں پتلے بی لوگوں کو زیادہ حقوق دے گئے۔ یہ واقعہ سلسلہ قبل محمد کا ہے۔

فصل ششم

گالیادالے ایٹالیہ میں ۲۲۰ سلسلہ قبل محمد سے ۹۰۰ قبل محمد تک

ایٹالیہ کے شمال جانب سلسلہ کوہ الپائن کے حوالی میں جو سرزمین واقع ہے، اس میں قدیم الایام میں کل تک قوم آباد تھی۔ مگر یون قوم اُس سے بھی زیادہ زبردست ثابت ہوئی، کیونکہ یون لوگوں کے دبانے سے کلٹ لوگ رفتہ رفتہ پیچھے ہٹتے اور بحر خزر کے اطراف کو چھوڑ چھوڑ کر مغربی یورپ کی جانب بھاگتے جاتے تھے۔

ان کلٹ لوگوں کے خط و خال ایک ہی طرح کے تھے۔ سب ایک ہی زبان بولتے تھے۔ ایک ہی قسم کے اسلحہ استعمال کرتے تھے اور ایک ہی وضع کے کپڑے پہنتے تھے اور بحر اٹلانٹک کے پہاڑوں اور اس کی دلدلوں میں آج بھی ان کی نسل اپنی بہت سی پُرانی باتوں پر قائم ہے۔ گائل ہون یا گالک گیلے شین ہون یا گوش لیمبی ہوں یا سمیری۔ سمآرین ہون یا کیرین اور سربرٹن (برطانی) سب وہی کلٹ لوگ ہیں، جنہوں نے مختلف مقامات میں رہ کر مختلف نام حاصل کر لئے ہیں۔ یہ سب ایک ہی جڑ کی شاخیں ہیں اور ایک ہی سرچشمہ سے نکلے ہیں۔ کالی آنکھیں، سیاہ یا سُرخ بال، بے باک اور جلد باز، مزاج کے جنگجو، طبیعت پر قابو رکھنے میں بیتاب دبلے صبر، اور صلح جوئی کے معاملات کے لئے ناموزوں ان کے عام خصائص ہیں۔ اور یہ ایسی باتیں ہیں جن میں یہ لوگ ابتداء ہی سے متماثر چلے آتے ہیں۔ ان دلوں وہ

دانش یا کالی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ مختلف رنگوں میں بنی ہوئی گدڑی جو جبہ کی وضع کی ہوتی اُن کا قومی لباس تھی اور وحشیانہ قطع کی دودھاری تلوار ان کا ہتھیار تھی۔ ایک مہول اکمنہ خدا پران کا ایمان تھا جس کی پرستش کے لئے وہ بُت خانے بناتے اور اُن میں بڑے بڑے پتھروں کو عجیب پُر اسرار طریقوں سے مرتب کر کے رکھتے۔ اُس کی مرضی انھیں اس طریقہ سے معلوم ہوتی کہ اُن کے مقتداؤں کو جو دُرُود کھلاتے تھے الہام ہوا کرتا۔

یہ گال لوگ جنھیں اس لقب سے پہلے پہل رویوں نے یاد کرنا شروع کیا کہستان آپس سے نکل کے آئے۔ علاقہ آرسک پر یورشیں کرنے لگے۔ اور وہاں کی قوموں سے لڑائی مٹان دی۔ انھیں کے کمزور کرنے سے آرسکہ والے اس قدر کمزور ہو گئے کہ دوسری طرف سے اُن پر رویوں نے یورش کی۔ اور انھیں دبا کے اتنی بڑی نمایاں فتح حاصل کر لی کہ دُسی فتح اس سے پہلے رویوں کو کبھی نہیں حاصل ہوئی تھی، چنانچہ ۹۶۸ء قبل محمد میں رویوں کے قابل سپہ سالار لوقیوس فیوریوس کامل لوس نے حملہ کر کے شہر وائی پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد لوقیوس کا داخلہ روم میں نہایت ہی شان و شوکت اور دھوم دھام سے ہوا۔ اس کی فتح کو فخری گھوڑے بٹھنج رہے تھے۔ اور سرخ رونی کے اطوار کے لئے اس کے منہ پر ارغوانی رنگ پھیر دیا گیا تھا۔ کیونکہ دیوتاؤں کا جلوس نکالتے وقت دیوتاؤں کے چہرے بھی ارغوانی ہوا کرتے تھے۔ اُس کے اس ٹرائفٹ داخلہ روم کے وقت تو سب لوگوں نے خوشیاں منائیں مگر وہ بذات خود نہایت ہی آشفقہ مزاج انسان تھا۔ چنانچہ چند ہی روز میں اس نے پلے بی لوگوں کو تانا شروع کر دیا۔ عوام روم نے بہم ہو کے اُس سے وائی کی ہم اور فتح کا حساب طلب کیا۔ اور مُلزم ٹھہرا کے اُسے جلا وطنی کی سزا دلا دی۔ وطن چھوڑنے وقت اس نے رقت قلب

سے دعا کی کہ "خدا یا میرے ناشکر گوارا ہم وطنوں کو میری قدر بہت جلد معلوم ہو جائے"
اور واقعی اس کی یہ آرزو بہت جلد پوری ہوئی۔

۹۶۲ء قبل محمدؐ میں گھال لوگوں نے اپنے سردار برن نوس کے زیر علم مملکت
ایطالیہ پر چڑھائی کر دی۔ برن نوس نامی رومیوں کا رکھا ہوا ہے۔ کلک زبان میں
"بران" بادشاہ کو کہتے تھے اور چونکہ یہ سردار رومیوں کے نزدیک ان کا بادشاہ
تھا۔ اس لئے انھیں کی زبان کے لفظ بران میں قصرت کر کے اسے برن نوس کہنے
لگے۔ ایطالیہ پر چڑھائی کرتے ہی گھال لوگ سارے علاقہ آندریہ میں پھیل گئے۔
رومی اپنا لشکر مرتب کر کے اُن کے مقابلہ کو روانہ ہوئے مگر دریائے آکیہ کے کنارے
ایسی سخت شکست کھائی کہ فقط چند گنتی کے رومی زندہ بچ کے گھر آئے اور شکست
کی خبر ہونٹوں کو پہنچائی۔ لیکن دشمن بھی بڑی تیزی سے ان کا قاتل کرنے چلے آتے
تھے۔ اپنے شہر کی پوری شہرینہ کی حفاظت کرنا رومیوں کو غیر ممکن نظر آیا اور سوا
اس کے کچھ نہ ہو سکا کہ جو لوگ توانا و تندہ راست اور دل کے مضبوط تھے وہ کٹیل
یعنی روم کے قلعہ میں پھانک بند کر کے بیٹھ رہے اور جلدی میں جو کچھ رسد فراہم ہو سکی
جمع کر لی۔ ان لوگوں کے سوا جتنے رومی شہر میں رہ گئے تھے وہ یا تو جان بچانے کے
لئے بھاگ کھڑے ہوئے یا زندگی سے ہاتھ دھو کے گھروں میں بیٹھ رہے اور موت
کا انتظار کرنے لگے۔

ان انتظامات کے لئے انھیں تھوڑا ہی موقع ملنے پایا تھا کہ دوسرے دن دشمن
آپہونچے۔ بے روک شہروں میں گھسے، گلی کوچوں میں پھیل گئے اور ہر طرف لوٹ
مار شروع کر دی، لوٹنے مارتے ہوئے جب وہ فورم میں پہنچے جہاں رومیوں کے
سینٹ کا اجلاس ہوا کرتا تھا اور جہاں حکام مقدمات فیصل کیا کرتے تھے تو انھیں
عدالت کے مکان میں یہ تماشا نظر آیا کہ اتنی بڑے (ارکان سینٹ) اپنی حکمرانی کی

کریلوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ سفید اور ارغوانی کپڑے ان کے بدن میں ہیں۔ لمبی ڈاڑھیاں ناف تک ٹلک رہی ہیں اور ہاتھی دانت کے حصائے حکمرانی سب کے ہاتھوں میں ہیں۔ وحشی گال انھیں دیکھ کے سکتے ہیں آگئے۔ ایک لمبوتر شاخ موش کھڑے ہوئے حیرت کے ساتھ ان کا تماشا دیکھتے رہے۔ ان بوڑھے لوگوں کا وقار و رعب اور ان کی وضع قطع دیکھ کے دم بخور رہ گئے۔ اور آخر ان میں سے ایک نے قدم بڑھا کے اپنے قریب والے بڑھے (رکن سینٹ) کی داڑھی کو ہاتھ لگایا گویا اس امر کو معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ زندہ آدمی ہے یا بے جان مورت۔ اس وحشی گال کی یہ گستاخی دیکھتے ہی اس بڑھے نے اپنی حصائے سلطنت سے اسے مارا جس کے حرکت کرتے ہی گویا ایک طلسم ٹوٹ گیا اور گال کے وحشیوں نے چاروں طرف سے زندہ کر کے قتل کرنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر میں یہ سب بڑھے مار ڈالے گئے۔

اب روم بالکل لوٹ لیا گیا۔ مکانات اور شوالوں میں آگ لگا دی گئی۔ وہی کھنڈرجن سے دھواں اٹھ رہا تھا اُن کے درمیان میں گال لوگوں نے اپنا کیمپ قائم کیا۔ اور انھیں کھنڈروں کے دھوئیں سے وہ راستہ پہچاننے کا کام لیتے تھے۔ لیکن ابھی تک وہ پھونٹا رومی لشکر جو قلعہ بند ہو کے بیٹھ رہا تھا اپنی جگہ پر استقلال سے قائم تھا۔ بحر مقابلہ کرنے یا باہر نکلنے کی ان کو بھی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ اب قحط و فاقہ زدگی نے اُن کے حوصلے بہت کر دیے تھے۔ اور کوئی صورت نلاج نہ نظر آتی تھی کہ کلیتہً ناامید ہو جانے کے بعد انھیں ایک صورت اُمید نظر آئی۔

ایک رات کو یکایک اُن کے پاس ایک نو عمر رومی آیا جس کا نام پان طیسو کوی نوس تھا۔ یہ دویائے طی بیکر کو پیر کے گالیا والوں کے لشکر گاہ میں سے گزرنے کے

اور تارتیریہ کی پہاڑی پر چڑھ کے (جو امر کہ اس وقت غیر ممکن تصور کیا جاتا تھا) تلخہ والوں کے پاس پہنچا تھا اور یہ خبر لایا تھا کہ کامل لوس جو جلا وطن کیا گیا تھا۔ اس بات کا منتظر ہے کہ روم کی سینٹ اسے فرار شدہ رومیوں کا سردار تسلیم کرے۔ اگر اس کے ساتھ اتنی رعایت کی گئی تو وہ اُن سب لوگوں کو ساتھ لے کے آپ کے بچانے کی تدبیر کرے گا۔ یہ فردہ سنتے ہی بقیعہ السیف ارکان سینٹ نے جھٹ پٹ جمع ہو کر کامل لوس کی شہریت کے حقوق پھر عطا کئے یعنی اُس کی جلا وطنی کا حکم منسوخ کیا اور اسے ڈکٹیٹر کی خدمت پر مامور کر دیا۔ یہ فیصلہ کرا کے پان طیوس نے شہر دانی میں جا کے کامل لوس کو خوش خبری سنائی اور وہ حمایت وطن کی تدبیروں میں مشغول رہا۔

اس محب وطن قاصد کے واپس جانے کے بعد گالیا والیوں نے دیکھا کہ قلعہ کوہ تاربین کی جھاڑیاں جا بجا سے بھٹی ہوئی ہیں گھانسن روندی ہوئی ہے جس سے پتہ چلتا تھا کہ ادھر سے چڑھ کے کوئی اوپر گیا ہے اور انھیں خیال ہوا کہ اس طرف سے چڑھ کے قلعہ پر قبضہ کیا جاسکتا ہے اور برن لوس نے کوہ آکس کے پہاڑی لوگوں کی ایک زبردست جماعت کو اس کام پر مامور کیا کہ رات کے اندھیرے میں اوپر چڑھ جائیں اور روم کے قلعہ پر اچانک جا پڑیں۔ یہ لوگ بڑی مشکلوں سے چڑھ کے اوپر پہنچ گئے اور قلعہ کوہ کے قریب تھے کہ قازوں اور بطخوں نے جو رومیوں کی دیوی تونو کے مندر پر چڑھی ہوئی تھیں بھڑک کے شور کرنا شروع کیا اور اُن کے غل بچانے سے مرقس میں یوس جو ایک سال پہلے کانسل کی خدمت پر مامور تھا جاگ پڑا۔ رومی ان قازوں کو کھا کے کب کے فراغت کر چکے ہوتے۔ مگر ایک دیوی کی نذر ہونے کے باعث یہ بچ رہی تھیں۔ مرقس فوراً لپک کے اس تمام پر آیا اور عین وقت پر پہنچ گیا۔ کیونکہ ایک لگایا والا خطرناک چڑھائی ختم کر کے اوپر آ پہنچا تھا جس نے اُسے اُلٹا ڈھکیل دیا۔ اب قلعہ کے اور سپاہی بھی اس کی

مدد کو آگئے اور قلعہ گائیاد والوں کی دست برد سے بچ گیا۔

اب گائیاد والے محاصرہ میں پڑے پڑے اُمتا گئے اور آخر کار انھیں گوارا کرنا پڑا کہ رومی لوگ تادان کی رقم ادا کر کے اپنے شہر پر قابض رہیں۔ مطلوبہ رقم تادان تو لی جا رہی تھی کہ کسی رومی نے یہ شکایت کی کہ گائیاد والوں نے ہم پر نا انصافی سے یہ بوجھ ڈال دیا ہے۔ یہ سنتے ہی گھاگ لگوں کے سردار برن نوس نے طیش میں آ کر اپنی تلوار جو بہت وزنی تھی ترازو کے پلڑے میں ڈال دی اور کہا ”کم بخت بد نصیب ہے وہ جو منسوب و پامال ہو گیا ہو!“ مگر اس کے غرور کا بہت جلد خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ اب کامل نوس اپنے شکروں کو جمع کر کے آپہنچا تھا۔ اس نے آتے ہی دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اور انھیں ایسی پوری شکست دے دی اور وہ رقم بھی چھین لی جو تادان میں دی گئی تھی۔ اور برن نوس ناکام و نامراد اپنی پہاڑیوں میں واپس چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد اہل شہر نے اپنی پوری لیاقت و قابلیت صرف کر کے شہر روم کو از سر نو تعمیر کیا۔ لیکن اُس کے گرد کی سنگی شہر پناہ اس کے بہت دنوں بعد قائم کی جاسکی۔ اب اس نئی تعمیر کے وقت سڑکیں پہلی سڑکوں سے تنگ، بے قاعدہ اور تکلیف دہ رکھی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے دریا کے گھاٹوں اور پانی کے فراہم کرنے کے مقاموں کا بھی لحاظ نہیں رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر روم کی صحت و معاشقہ سابق کے بگڑ گئی۔

اب ایک بڑی بھاری رنابت و عداوت کا کل نوس اور قرس میں آتی نوس کے درمیان میں پیدا ہو گئی۔ کامل نوس کو تو یہ دعویٰ تھا کہ اُسی نے گائیاد والوں کو شکست دی تھی۔ اور میں آتی نوس کو یہ زغم تھا کہ اُس نے قلعہ روم کو بچایا تھا اور اس بہادری و خدمت کے صلہ میں کیسی ڈالینوس کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ دونوں اپنے آپ کو اعلیٰ درجہ کا معزز تصور کرتے تھے۔ اور دونوں میں سے ہر ایک سمجھتا تھا کہ

گھائی والوں سے روم کو ہم نے ہی بچایا ہے۔ اور اس کا روادار نہ تھا کہ یہ نام وری
 اس کے حریف کی جانب منسوب کی جائے۔ کمالی لوس ہمیشہ سے سارے بطارتیں
 زیادہ مفرد و متکبر سمجھا جاتا تھا اور امارت کا حامی تھا۔ اس کے غلات بین لی لوس
 نے اپنے تعلقات پلے لی لوگوں سے بڑھائے اس کی ابتدا اس نے احمد لی و عام
 ہمدادی کے طریقہ سے کی۔ لیکن چند ہی روز میں جوش رقابت سے اپنے اغراض
 حاصل کرنے کے لئے وہ پھوٹ ڈالنے پر آمادہ ہو گیا۔ بلکہ اپنے مقصد سے بھی کسی
 قدر آگے بڑھ گیا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر سارا گردہ بطارتہ اس سے نفرت
 کرنے لگا۔ کیونکہ وہ سمجھے کہ بین لی لوس اب ہمارے گردہ سے نکل گیا ہے۔ بطارتہ
 کے دشمن ہو جانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ بین لی لوس یعنی وہی شخص جس نے تلحہ روم کو
 زبردست دشمنوں سے بچایا تھا۔ جس نے آٹھ مرتبہ اہل شہر کو موت کے چنگل سے
 رہائی دلائی تھی۔ دوبار ایک محصور شہر کی دیواروں پر سب سے پہلی سیڑھی لگائے
 پڑھ گیا تھا اور جس کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ چار سو قرضداروں کو اپنے پاس سے دس
 دے کے قرض خواہوں کی غلامی سے آزادی دلائی تھی۔ اسی شخص کی یہ نسبت حکم
 جاری کیا گیا کہ وہ تاریخین کی چوٹی پر لے جا کے وہاں سے نیچے پھینک دیا جائے اور
 اسی شہر میں جہاں کبھی اسے سب سے زیادہ عزت و عظمت حاصل تھی اس کا نام اس قدر
 حقارت کے ساتھ یاد کیا جانے لگا کہ حکم تھا خاندان بین لی لوس کے کسی لڑکے کا
 نام مرفس نہ رکھا جائے۔

روم میں معمول تھا کہ ایک گردہ کو جب کوئی نمایاں فتح حاصل ہوتی تو فوراً دیسی
 ہی ایک فتح دوسرے گردہ کو بھی حاصل ہو جاتی۔ ۹۳۸ء قبل محمد میں تیوس لی تی
 یوس نے جو کہ بربر حکومت تھا اہل روم میں خاص قوانین جاری کئے جن کے بعد کے
 سلسلہ واقعات پر بڑا اثر پڑا یہ قوانین جولی تی لی ان قوانین کہلاتے تھے ان میں

ایک خاص بات یہ تھی کہ ان کی رو سے روم کے دو کانسٹنٹینوں میں سے ایک کے لئے جائز تھا کہ پلے بی لوگوں میں سے منتخب کیا جائے اور دوسرا یہ قانون تھا کہ کسی رومی کے لئے چاہے کوئی ہو یہ ناجائز تھا کہ پانچ سو ایک سو سے زیادہ زمین اپنے قبضہ میں رکھے۔ تاکہ کسی شخص کی قوتِ اعتدال سے زیادہ نہ بڑھنے پائے۔

فصل ہفتم

پرموس کی پڑھائی (۸۹۸ء قبل محمدؐ سے ۸۴۲ء قبل محمدؐ تک)

گلیا دالوں کے حملوں نے اُس کا دالوں کو اس قدر حقیر و پامال کر دیا تھا کہ رومیوں نے بڑی آسانی کے ساتھ انھیں مغلوب و مقہور کر کے اپنا مطیع فرمان بنالیا۔ لیکن اُن کے جنوب کی طرف جنگجو اور بہادر قومیں آباد تھیں جن میں سانسی لوگوں کو سب پر فوقیت حاصل تھی ان سے رومیوں سے مدت دراز تک لڑائیاں ہوتی رہیں، جن میں بڑے بڑے سخت سر کے پیش آئے۔

ایک بار اُن کے ہاتھ سے رومیوں نے بڑی بھاری زک اٹھائی، خود ہی چڑھ کے گئے تھے مگر وہاں دشمنوں کے زرعے میں پھنس گئے۔ کوما اپی نائن میں ایک تنگ گھاٹی تھی جو کہ ”کوڈن فورکس“ کہلاتی تھی اور اس کی کچھ ایسی حالت تھی کہ وہاں سے نہ آگے بڑھنا ممکن تھا اور نہ پیچھے ہٹنا اس گھاٹی کے جال میں رومی پھنس گئے اور کوئی تدبیر بنائے نہ بنی، الغرض انھیں مجبور ہونا پڑا کہ سامنی لوگ جو شرطیں پیش کریں انھیں چار و ناچار قبول کریں۔ انھیں مجبور و بے دست و پا دیکھ کے سامنی لوگوں نے بوڑھے عقلمند سپہ سالار پانٹیوس۔ برن نیوس سے پوچھ بھیجا کہ اب کیا شرط پیش کئے جائیں؟ اس نے پہلے تو یہ صلاح دی کہ سائے رومیوں کو چھوڑ دو۔ تاکہ آزادی سے اپنے گھر چلے جائیں۔ سامنی لوگوں نے اس مشورہ

کے قبول کرنے میں غدر کیا۔ اور پھر اُس کی رائے پوچھی تو اس نے کھلا سمجھا۔ اگر میری پہلی رائے تمہیں پسند نہیں ہے تو پھر سب کو قتل کر ڈالو۔ اور خیال رکھو کہ ایک بھی بچ کے گھر نہ جانے پائے! ان دو متضاد راؤں پر سامنی لوگوں کو حیرت ہو گئی اور انہوں نے اس سے اختلاف رائے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا ”میری پہلی رائے اس بنا پر تھی کہ بغیر کوئی تادان یا نذرانہ لئے ہوئے تم اُن کو چھوڑ دو گے تو ان کو اپنا احسان مند بنا لو گے۔ ایک زبردست قوم تمہاری دوست ہو جائے گی۔ اور ہمیشہ کے لئے تم میں اس میں رابطہ اتحاد قائم ہو جائے گا لیکن جب تم نے اس رائے کو نہیں قبول کیا اُن سے نفرت ہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو اور لڑائی پر آمادہ ہو تو پھر تمہارے مقاصد کے لئے یہی مناسب ہے کہ دشمنوں کی جو بڑی اور زبردست جماعت تمہارے بس میں آگئی ہے اس میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ کیونکہ ان میں ان کے بڑے بڑے بہادر ہیں جو موقع ملنے پر تمہاری دشمنی میں کوئی بات اٹھانہ رکھیں گے۔“ پہلے وقت سامنی لوگوں نے ان دو راؤں میں سے ایک بھی قبول نہ کی۔ اور جو تجویز قرار دی، وہ نہایت ہی ناواقفیت اندیشی اور لغویت کی تھی۔ انہوں نے رومیوں کو قتل تو نہیں کیا لیکن انہیں ایسی ذلت میں مبتلا کیا جو ان کی نظر میں موت سے بدتر تھی بلے بس رومی مجبور کئے گئے کہ ہاتھ ٹیک کے چو پائے بنیں۔ اس کے بعد وہ سب ایک گاڑی میں بیٹوں کی طرح جوتے گئے اور یوں ذلیل کر لینے کے بعد انہیں اجازت دی گئی کہ اپنی پوری قوت کے ساتھ واپس چلے جائیں اور جب تک زندہ رہیں اپنی اس توہین کا انتقام لینے کی فکر میں لگے رہیں۔

آخر سترہ قبل محمدؐ میں رومیوں نے سامنی لوگوں کو بالکل مغلوب کر دیا۔ جس کے بعد رومی لوگ سارے وسط ایشیاء کے مالک تسلیم کر لئے گئے۔ ان قوموں سے

فراغت کرنے کے بعد رومی جنوب کی طرف اتر پڑھے اور جزیرہ نماے ایتالیہ کے جنوب میں یونانیوں کی جو نو آبادیاں قائم ہو گئی تھیں ان سے آ بھر پڑے۔ انھیں جب رومیوں کی قوت زبردست نظر آئی تو انھوں نے روم کے جنگلی لیٹروں سے مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آبائی ملک یعنی ریاستہائے یونان سے مدد مانگی۔ رومیوں کو وہ اپنی قدیم تہذیب و نام و نامی کے زخم میں جنگی ڈاکوؤں اور لیٹروں سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے۔ اور انھیں انھیں الفاظ میں یاد کیا کرتے تھے۔ جنوبی ایتالیہ میں خلیج طازنٹم کا نام آج کے جغرافیہ میں بھی لوگوں کو نظر آتا ہے۔ اس خلیج کے سرے پر طازنٹم نام ایک شہر تھا جو کہ یہاں اسپارٹا والوں کی ایک آبادی تھی۔ یہ لوگ اسپارٹا کے مذاق، جفاکشی و سپہ گری کو تو مدت ہوئی بھول چکے تھے۔ مگر اپنی قدامت پر فخر و ناز اب بھی ان میں باقی تھا۔ جب ان لوگوں سے رومیوں سے نزاع شروع ہوئی تو انھوں نے آئیپارس کے یونانی تاجدار پر ہوس سے کمک مانگی۔

سکندر اعظم کی ماں الم پیا کے ہم نسب ہونے کے باعث یہ پر ہوس سکندر کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اس کا باپ مارڈالا گیا تھا۔ اور آبائی تخت کے بچپن ہی میں ہاتھ سے نکل جانے کے باعث اس کی زندگی کا ابتدائی حصہ اور اس کی جوانی سکندر کے سپہ سالاروں کے درباروں اور یونانی لشکر گاہوں میں بسر ہوئی تھی جہاں رہتے رہتے اس کے دل میں فقط اس بات کا شوق ہی نہیں پیدا ہوا تھا کہ اپنے عزیز سکندر کی سی شہرت و نام و نامی حاصل کرے بلکہ فرد آزمائی کے فنون میں اس نے کمال بھی پیدا کر لیا تھا۔ پھر جب بطلیموس لائوس کی مدد سے اپنا آبائی راس کا آبائی تخت و تاج حاصل ہو گیا تو اس نے بحر ایدیا ملک کے ساحل پر ایک پہاڑی کنج کو آباد کر کے آدمیوں اور دولت کے حاصل کرنے کا ذریعہ

قرار دیا۔ تاکہ ان کے ذریعہ سے فقیہین حاصل کرے۔ مگر بادِ وجود ایسی الوداعیوں کے وہ اتنا مستقل مزاج نہ تھا کہ اپنے کسی مقصد میں کامیاب بھی ہو سکتا۔ چنانچہ اس کی ساری زندگی بڑی بڑی ناتمام فہموں کے ایک سلسلہ سے بھری ہوئی ہے۔

الفرض طارن طین لوگوں کی درخواست اس کے خوشی کے ساتھ قبول کر لی۔ سو اوروں اور پیدلوں کے ایک زبردست لشکر اور بیس ہاتھیوں کے ساتھ سنہ ۳۵۰ قبل محمد کے موسمِ گرما میں ایطالیہ کے جنوبی ساحل پر اُترا۔ سکندراعظم کے بعد سے یونانی ہاتھیوں سے لڑائی میں کام لینے لگے تھے جن سے پشتِ تروہ بالکل آشنا تھے۔ دریاے سی رائیں کے کنارے اس سے اور رومیوں سے ایک بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس میں رومیوں کے گھوڑے کوہِ پیکر ہاتھیوں کو دیکھ کے ایسے بھڑکے کہ میدان پر ہوس ہی کے ہاتھ رہا۔ لیکن فتح کے ساتھ اسکا نقصان بھی اس قدر ہوا تھا کہ اُس کے دل میں خیال کیا کہ اگر ایسی ہی ایک بھی اور ہوئی تو میں بالکل تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اُس نے اپنی ہی طرف سے صلح کی تحریک کی۔ معاہدہ صلح کی گفتگو کے لئے رومیوں کی طرف سے جو سفیر اسکی لشکرگاہ میں آئے اُن میں سب سے زیادہ معزز و با اثر قیوس فیری قیوس تھا۔ جو ایک سیدھا سادہ شخص اور پُرانے رومیوں کی مستقل مزاجی کا ایک مکمل نمونہ تھا۔ پُرہوس جو ایک ہندب و شائستہ یونانی تھا اور وحشی قوموں کو ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا یہ دیکھ کے جو اعلیٰ روحانی کمالات اگلے زمانے کے یونانیوں میں تھے وہی ایک غیر تعلیم یافتہ رومی پائے میں نظر آ رہے ہیں متحیر ہو گیا۔ اسی حیرت کے باعث کئی بار اسے آزمایا بھی۔ ایک مرتبہ تو یہ کیا کہ سونے کا ایک بڑا بھاری خزانہ جیسا کہ سمجھی رومیوں کی نظر سے نہیں گذرتا تھا قیوس کے سامنے رکھ دیا اور خواہش کی کہ تم میری ملازمت اختیار کر لو۔ اس کے جواب میں قیوس نے

”جس افلاس و دیانتداری و پاکبازی کی شہرت کا لطف میں اپنے وطن میں اٹھایا کرتا ہوں اس کی قدر و قیمت میری نظر میں دنیا کی تمام دولتوں سے بڑھی ہوئی ہے۔“ ایک بار پڑوس نے اپنے خیال کے مطابق اُسے رومی سردار کے مہبوت و متخیر بنا دینے کے لئے یہ کارروائی کی کہ اپنے خیمہ کا پردہ جو اٹھایا تو کیا نظر آتا ہے کہ ایک قوی ہیکل ہاتھی اُس کے پاس کھڑا سوئڈ ہلا رہا ہے۔ اور اپنی سوئڈ سے بگل بھی بجاتا ہے۔ یہ دیکھتے ہی قیوس بجائے بھوپکا یا مروج ہوئے کے نہیں پڑا۔ اور بولا: جس طرح باد جو د بڑے بڑے خزانوں کے میں بادشاہ کی پردا نہیں کرتا۔ اسی طرح اس عظیم الجثہ جانور کو اُس کے پاس دیکھ کے بھی میں پردا نہیں کرتا۔ ان دونوں باتوں میں ہار کے اور نادام ہوئے پڑوس نے دل میں کہا: ”اچھا دیکھوں فلسفہٴ ینان کے متعلق مسائل سنئے بھی یہ گھبراتا اور مروج ہوتا ہے یا نہیں۔“ اور ایک عالم کو جو اُس کی ملازمت میں تھا اپنے دربار میں بلوا کے حکم دیا کہ ”اپنی قیوس (اپنی کیورس) کے اصول فلسفہ کو بیان کر دو۔“ یعنی اس مسئلہ پر بحث کر دو کہ انسان کی ہستی مرث اس مقصد کے لئے ہے کہ جس طرح ممکن ہو اپنے آپ کو خوش کرے۔ یہ مسئلہ سنتے ہی قیوس چلا اٹھا اور ہر قیوس دیوتا پر پڑوس کو یہی چیز عطا کر اور نارنٹا والے جب تک ہم سے لڑتے رہیں اس وقت تک انھیں بھی اسی عقیدے کا دل سے متفق بنا دے۔

الغرض ان باتوں کے بعد بادشاہ پڑوس اور قیوس دونوں ایک دوسرے کی بہت تعظیم و تکریم کر کے جدا ہوئے۔ اور قیوس اس کا اس قدر دوست بن کے اس محبت سے گیا تھا کہ چند ہی روز بعد جب پڑوس کے طبیب نے رومی سینٹ (مجلس حکومت) سے اس بات کا وعدہ کیا کہ میں لہر دے کے اپنے آقا کا کام تمام کر دوں گا تو قیوس نے پڑوس کو ایک پرائیوٹ خط لکھ کے متنبہ کر دیا۔ اور

بتا دیا کہ آپ اپنے دوستوں اور دشمنوں کا انتخاب نہایت بے احتیاطی سے کرتے ہیں۔ اس کی شکر گزاری میں پرہوس نے اُن تمام رومی اسیروں کو چھوڑ دیا جو اس کے ہاتھ میں گرفتار تھے۔ اس کے علاوہ وہ میں رومیوں نے بھی یہ کیا کہ پرہوس کی رعایا اور اس کے دوستوں میں سے جتنے لوگ ان کے پاس گرفتار تھے انکو آزاد دی۔ جس فلسفی کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ اتفاقاً وہ روم کی سیر کو گیا تھا جہاں سے اس نے اپنے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ ”یہ شہر نہیں ایک مندر ہے اور یہاں کاسینٹ نہیں بلکہ بادشاہوں کا ایک دربار ہے۔“

اس کے بعد پرہوس نے میگنا گریسیا (جنوبی ایتالیہ کے یونانی مقبوضات) کو چھوڑ دیا۔ اور جزیرہ صقلیہ پر چڑھائی کی مگر جیسی اُمید تھی ویسی کامیابی نہ نصیب ہوئی اور ایتالیہ میں واپس آیا۔ یہاں آئے ہی مقام لے لے دن طوم میں اسے رومی افسر مرقس قوریرس کے مقابل میں سخت شکست ہوئی، مرقس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ جلدی ہوئی مشعلیں لے کے ہاتھیوں پر یورش کر دیں۔ ان مشعلوں کو دیکھ کے ہاتھی اس قدر ہسم گئے کہ اختیار سے باہر ہو گئے اور انھوں نے بدحواس ہو کر بھاگنے میں آپا کر س والوں کو بھی دیا ہی نقصان پہونچا دیا جیسا کہ ان کے دشمنوں کو پہونچا تھا۔ آخر لڑ بھڑ کے رومیوں نے یونانیوں کی لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اس تجربہ سے رومیوں کو اس کا حال معلوم ہو گیا کہ یونانی لوگ کس قسم کی لشکر گاہ قائم کرتے ہیں۔ جو مقابل اُن کی لشکر گاہوں کی نہایت مہذب و شایستہ اور اعلیٰ درجہ کی تھی۔

اس شکست نے پرہوس کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ اپنی اس ہم کی پانچ سال کی مشقت پر غامک ڈال کے ایتالیہ سے چلا جائے۔ مگر دل میں اُمید تھی کہ مقدونیہ میں پہونچنے کے دیگر علاقہ ہائے یونان کو فتح کر دیں گا، چنانچہ اسی خیال سے اُس نے

یونان میں پہنچے ہی اٹلی گونگونس گوناٹاس سے لڑائی چھیڑ دی۔ ۸۳۲ء قبل محمد میں ایک زبردست لڑائی ہوئی جس میں مقدونیہ والے اور پڑھوس کے طرفدار شہر آرخوس کی سڑکوں پر باہم لڑ رہے تھے۔ اور دست بدست لڑائی ہو رہی تھی۔ اسی آئنا میں ایک عورت نے اپنے مکان کے کدوٹھے پر سے دیکھا کہ اس کا بیٹا خود بادشاہ پڑھوس سے لڑ رہا ہے۔ اس پر جھنجھلا کے اس نے بادشاہ پر ایک کپھر اس زور سے کھینچ مارا کہ پڑھوس غش کھا کے گھوڑے سے گر پڑا۔ اسے گرتے دیکھتے ہی کسی مقدونیہ کے سپاہی نے جھپٹ کے ایک ابا بھر پور ہاتھ مارا کہ اسی وقت اس کا کام تمام ہو گیا۔

رومی کا نسل ترقس پڑھوس کو شکست دے کے روم میں گیا تو شہر میں اسکا داخلہ نہایت ہی دھوم دھام اور بڑے ترک و احتشام سے ہوا۔ پڑھوس کی لشکر گاہ کا مال غنیمت اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ وہ ہاتھی جو اسے مال غنیمت میں ملے تھے اس کے جلوس میں تھے اور ان کی پیٹھوں پر عالیشان عماریاں تھیں۔ یہ ایک ایسا شاندار جلوس تھا جو آج تک کبھی رومیوں کی نظر سے نہیں گزرا تھا۔ سینٹ کے خواہش کی کہ اس نام وری کے صلہ میں ترقس کو ایک قطعہ آراضی بھی دیا جائے۔ لیکن اس نے اس انعام کے پلنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا ”میری سات ایگزین جو میرے قبضہ میں موجود ہے بہ حیثیت ایک بافندہ شہر کے میری ضرورتوں کے لئے بخوبی کافی ہے۔“

پڑھوس کی واپسی اور موت کے ساتھ ہی ایٹالیا کی یونانی نوآبادیوں کی ساری امیدیں بھی خاک میں مل گئیں۔ اور سب نے بہ مجبوری رومیوں کے آگے سرائعت جھکا دیا۔ ٹارٹن ٹوم میں اس افراط سے چاندی رومیوں کے ہاتھ آئی تھی کہ اسے گھلا کے سٹے بنا۔ بے گئے در نہ رومیوں میں اس سے پہلے سوائیل کے اور کسی قسم کے

رنگوں کا رواج نہ تھا۔ الغرض اس طریقہ سے تقریباً ۳۷۱ قبل محمد میں رومی لوگ
سارے جزیرہ ایتالیا کے مالک ہو گئے۔

دسواں باب

قرطاجنہ کی لڑائیوں کا زمانہ (۳۵۷ قبل محمد سے ۹۲ قبل محمد تک)

فصل اول

قرطاجنہ اور قرطوس (۳۴۹ قبل محمد سے ۹۲ قبل محمد تک)

ارض شام کے فنیقی لوگوں کا حال بیان ہو چکا ہے جو دنیا میں سب سے پہلے الوائنزا
ناہر تھے ان کی ایک جماعت قدیم الایام ہی میں وطن چھوڑ کے افریقہ پہنچی اور صقلیہ
کے بالکل مقابل ساحل افریقہ پر آباد ہو گئی تھی اور شہر قرطاجنہ (کار تھینج) ان کا مستقر
قرار پایا تھا۔ قرطاجنہ والوں کی کہانیوں میں مذکور ہے کہ وہی دولین اے لی سہ جو
جزیریل کی بھتیجی بتائی جاتی ہے اپنے شریر بھائی یکت مالیون کے مظالم سے
بھاگ کے وہاں چلی گئی تھی۔ وہاں کے رہنے والوں نے اسے اتنی زمین
دی جو ایک بیل کی کھالی کی پٹی پتلی دھجیوں کے اندر آ سکے۔ اسی قطعہ زمین پر اس
نے اپنا شہر قرطاجنہ بسایا اس کے بعد رومی شاعر ورجل نے اتنی داستان
اور بڑبڑادی کہ آے نیاس جب مارا مارا پھرتا تھا تو انھیں آوارہ گردیوں میں
اس آے لی سہ سے جا کے ملا۔ پھر اس کے بعد جب وہ اپنے چھوڑ کے چلا
آیا تو آے لی سہ نے ایک چٹانوائی۔ خود اس پر چڑھ کے ٹپھی اور جب اس
میں آگ لگا دی گئی تو اپنے سینہ میں چھری مار لی۔

کہتے ہیں کہ کوئی ایسا کتبہ بھی ملا تھا۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ قرطاجنہ ان کہانیوں

کی اقامت گاہ تھا جنھیں یوشع نے جلا وطن کر دیا تھا۔ بہر حال چاہے جس عنوان سے مانا جائے اس بات کے بہت سے قرائن موجود ہیں کہ قرطاجنہ والے پرانے کنفانی تھے ان میں وہی فنیقیوں کی سی لوح کی صورت کی عالمانہ طریقوں کی پرورش تھی۔ وہی سرکش طبیعتیں تھیں، وہیں نفع اٹھانے کا شوق تھا۔ اور وہی تجارت کی قابلیت و صلاحیت تھی جو باتیں کہ اُن کے شامی بھائیوں میں نظر آتی تھیں۔ قرطاجنہ فنیقی لوگوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ ایک باشان و شوکت شہر تھا۔ اور اس کی تجارت اس عہد کی ساری معلومہ دنیا میں پھیلی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ ہرقیوس کے ستون جو بحیرہ روم کے لکاس (ابنائے جبرالٹر) پر ایک سنتری کی طرح کھڑے پیرا دے رہے تھے اُن سے گزر کے اُن کی تجارت دور و دراز سے مقابلوں برون اور کھڑے کی سرزمینوں کے سوا حل تک پہنچ گئی تھی۔ یہ جزیرے اُن دنوں جزائر الائن کے لقب سے مشہور تھے

قرطاجنہ والوں نے پھیل پھیل کے اپنی بہت سی نوآبادیاں سواحل افریقہ، ہسپانیہ اور مغربی جزائر بحیرہ روم میں بھی قائم کر لی تھیں۔ اور گرد و نواح کے ملک کا ایک بڑا علاقہ اُن کے زیر حکومت تھا۔ ان کی سلطنت بھی ایسی نہ تھی کہ رومیوں کی دولت کے ہم پایہ نہ ہو۔ مگر ہاں یہ فرق البتہ تھا کہ قرطاجنہ میں روم کی سی سپر گزٹ جمہوریت نہ تھی بلکہ تاجرانہ جمہوریت تھی۔ وہ لوگ دولت مند کی کو دھوم دھام اور شان و شوکت سے زیادہ پسند نہ کرتے تھے۔ لڑائیوں کے میدانوں میں بذات خود شمشیر زنی کرتے اور جو ہر شجاعت دکھانے کے عوض ماہوار یا ب سپاہیوں کو لڑا یا کرتے تھے جن کے پاس جا کے یونانی روپیہ کی آرزو میں نوکری کرتے۔ ان کے پاس مراکھی سواروں کے رسالہ تھے اور مختلف ملکوں اور قوموں کے غلام جن کو تاجر فرمان روا یا ان قرطاجنہ ایسی شتبہ لگا ہوں سے دیکھتے جن سے خون اور ناپسندیدگی

کی جھلک نمایاں ہوتی۔

قرطاجنہ کا اثر اور اس کی قوت اُن دنوں اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اس
 حمد قدیم میں وہ رومنہ البحر کی کاہنایت ہی خطرناک حریف ہو سکتا تھا۔ مگر ایطالیہ
 کی یونانی نوآبادیوں نے قرطاجنہ والوں کی روک تھام کی۔ جزیرہ صقلیہ کے قبضہ
 کو اُن سے نبٹا لیا۔ اور اس طریقہ سے قرطاجنہ کی قوت گھٹ گئی۔

ایشینیہ والوں کی اس ہُم کے بعد جو پچے لوپونی شین لڑائی کے سلسلہ میں تھا۔
 بد نصیبی پر ختم ہوئی تھی۔ دیونی سیوس نام ایک شخص نے شہر سر قوسہ میں بہت بڑی
 عظمت حاصل کر لی تھی۔ اور ۹۷۶ قبل مسیح سے ۹۳۸ قبل مسیح تک بادشاہ
 بن کے فرمانروائی کرتا رہا تھا۔ وہ ایک درشت مزاج آدمی تھا۔ اور اس کے
 ہاتھ سے اتنے مظالم ہوئے تھے کہ اُس کا نام ایک ظالم شخص کی مکمل تصویر لوگوں
 کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اس میں تابلیتیں بھی تھیں اور
 صقلیہ کے دوسرے یونانیوں اور سر قوسہ والوں میں ربط و ضبط پیدا کر کے
 اس نے قرطاجنہ والوں کو کئی دفعہ شکستیں دیں اور قریب تھا کہ قرطاجنہ والوں
 کو صقلیہ سے مار کے نکال دے۔ اس کے متعلق جو کہانیاں بیان کی جاتی ہیں،
 اُن میں سب سے زیادہ مشہور اس کے کان اور اس کے دوست داموقلیز کی
 کہانیاں ہیں۔ اُس کے کان سے مراد ایک کمرہ ہے جسے اُس نے سلطنت کے
 قید خانے کے اندر تعمیر کرایا تھا اور کہا جاتا ہے کہ وہ ایسے طریقہ سے بنایا گیا تھا کہ
 جب وہ اس میں جا کے بیٹھتا تو ہر گشتہ بخت قیدی آپس میں جو کچھ باتیں کرتے
 اس کے کانوں تک پہنچ جاتیں اور وہ بے احتیاطی سے جو کچھ کہہ جاتے اس سے
 علم حاصل کر کے وہ اُن کے خلاف احکام جاری کرتا۔ داموقلیز اس کا ایک بے باوری
 بیان کیا جاتا ہے جس نے کسی موقع پر اپنی یہ تماظاہر کی تھی کہ میں ایک دن کے لئے

بادشاہ ہو جاتا۔ دیونی سیوس نے وعدہ کیا کہ تمھاری یہ آرزو پوری ہوگی۔ چنانچہ دوسرے ہی دن داموقلینر تخت شاہی پر بٹھایا گیا اور اس کے خوش کرنے کے لئے نہایت ہی شان و شوکت اور دھوم دھام ظاہر کی گئی۔ اور وہ حد درجہ کی عیش پرستی میں مشغول تھا۔ انھیں رنگ ریلوں میں ایک دفعہ اس کی نظر اڑی جو اٹھی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شمشیر بہنے عین اس کے سر کے اوپر ایک کچھ دھاگے میں بندھی ہوئی لٹک رہی ہے۔ اور لٹ کے اُس کے سر پر گر رہی جاسکتی ہے۔ یہ دیکھتے ہی داموقلینر کے حواس جاتے رہے۔ اور سارا عیش منقض ہو گیا۔ دیونی سیوس کے خیال میں ایک بادشاہ کی زندگی کا یہی نمونہ تھا مگر یہ نمونہ سچ یہ ہے کہ اسی کے سے بے اصول و ظالم بادشاہ کی فرمانروائی کا نمونہ تھا جو محض سطوت و جبروت کی بنا پر حکومت کر رہا تھا۔ مگر ایک حق پرست اور رعایا سے محبت کرنے والے بادشاہ کی یہ زندگی کا نمونہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

دیونی سیوس نے مرتے وقت کہا کہ اپنے بیٹے کے لئے میں ایک شہنشاہی چھوڑے جاتا ہوں جو فلا دی دیوار سے محفوظ کی گئی ہے، لیکن اس کا بیٹا چھوٹا دیونی سیوس دیا ہی ناکارہ و نااہل تھا جیسا کہ اس کا باپ بہادر و ہوشیار تھا۔ وہ ایک ہی بینہ حکومت کرنے پایا تھا کہ ۹۲۷ قبل محمد میں اس کے بھتیجے دیون نے اُسے تخت سے اتار کر حکومت اپنے قبضہ میں کر لی۔ اور دیونی سیوس دوم نے تخت و تاج سے محروم ہونے کے بعد ایک محبت کھول دیا۔ اور باقی ماندہ زندگی لڑکے پڑا لے میں صرف کردی۔

سرقسہ ہی پر موقوف نہیں، یونانیوں کی شجاعت و قابلیت اب ہر جگہ بہت جلد گھٹتی چلی جاتی تھی۔ یہ سرقسہ کی قوت بھی جو قرطاجنہ کی ترقی کو روکے ہوئی تھی کمزور ہو گئی۔ اور سکندر اعظم کے مرنے کے ساٹھ برس بعد جبکہ ان چھوٹی

چھوٹی ریاستوں میں جو اس کی عالمگیر شاہنشاہی کے ٹوٹنے سے پیدا ہوئی تھیں ہنگامہ آرائیاں ہو رہی تھیں۔ رومیوں کے جو اپنے کو ہستانی جزیرہ نما پر قابض و متصرف تھے اور قرطاجنہ کے بحری سرداروں کے درمیان پہلا بھگڑا یہ پیدا ہوا کہ دونوں میں سے کسی کی قوت غالب اور کس کی مخلوق تسلیم کی جائے۔ شاید قرطاجنہ والے یاقث کی عداوتیں کی اس پیشین گوئی سے نادانگہ تھے کہ "کنعانی لوگوں کا خادم بن کے رہنا چاہیے"

فصل دوم

(قرطاجنہ والوں کی پہلی لڑائی ۳۳۲ء قبل محمد سے ۱۸۷ء قبل محمد تک)
 رومیوں اور قرطاجنہ والوں کے جھگڑے کی بنیاد یہ معلوم ہوتی ہے کہ صقلیہ میں ایلّا والوں کی ایک نوآبادی تھی۔ جو امیرٹین کے نام سے مشہور تھی۔ ان میں اور اہل قرطاجنہ میں نزاع ہوئی۔ اور رومیوں نے ان کی کمک کے لئے فوج بھیجی۔ یہ جھگڑا ابتدا میں تو صرف جزیرہ صقلیہ تک محدود تھا۔ جس میں رومیوں کو اہل قرطاجنہ سے پیش پانا دشوار تھا۔ اس لئے کہ قرطاجنہ والوں کی بحری قوت بڑی زبردست تھی اور ان کے پاس اُس زمانہ کے لحاظ سے اعلیٰ درجے کے جہاز تھے اور رومیوں کی بحری قوت ان کے مقابل کچھ نہ تھی۔ آخر روم والوں نے بھی اپنی یہ کمزوری دیکھ کے اہل قرطاجنہ ہی کے نمونہ پر جہازوں کا ایک بیڑا تیار کیا۔ جس کے ذریعہ سے انھوں نے لڑائی کو صقلیہ کے علاوہ دیگر مقامات میں پھیلا دیا۔ کیونکہ یہ رومی بیڑا قرطاجنہ والوں کے سواصل پر جابجا کے لوٹ مار کر کے لگا۔ رومیوں نے اپنے جہازوں میں اتنی حدت بھی کہ ان میں اس قسم کی کلیں لگائیں جن کے ذریعہ سے دشمن کے جہازوں کو پھانس لیں یا ڈبو دیں۔ ان کھوں سے رومیوں کے بیڑے میں جو کمی تھی

یا ان کی ہزارانی میں جو خامی تھی اس کا معاوضہ ہو گیا اور کئی بحری لڑائیوں میں وہ کامیاب بھی ہو گئے۔ اور آخر کار ان کا زبردست لشکر کانسل مرقس اعلیٰ لیوس رغوٹوس کے زیر علم افریقہ کے سواصل پر اور قرطاجنہ کے علاقہ میں جا کے اتر پڑا۔ اس مہم میں رغوٹوس کو ابتدائے کئی بار کامیابی ہوئی۔ اور اگرچہ اس کا کانسل رہنے کا سال ختم ہو گیا تھا اور دم میں کانسل کا انتخاب صرف ایک سال کے لئے ہوا کرتا تھا۔ اور ہر سال نیا کانسل منتخب ہوتا۔ مگر رومہ البحر کے سینٹ نے اس کی سپہ سالاری بدستور قائم رکھی اور کانسل کی مدت میں توسیع کر دی اور خود وطن واپس جانے کے لئے بیتاب تھا اور خوشامد و التجا کر رہا تھا کہ مجھے گھر آنے کی اجازت دی جائے۔ کیونکہ میری کھیتی غارت ہوئی جاتی ہے۔ میرا غلام آلات کا دستکاری کو بچر اے گیا ہے۔ اور وہاں کوئی دیکھ بھال کرے والا نہیں۔ اور اگر کھیتی غارت ہو گئی تو میری غیبت میں میرے بیوی بچوں کو بڑی تکلیف ہو گی۔ مگر سینٹ نے ان عذرات کی سماعت نہ کی۔ اور کہلا بھیجا کہ تمہارے بال بچوں کی خبر گیری سلطنت کے ذمہ ہے تم مطمئن رہو، الغرض باوجود برخاستہ خاطر ہی گئے وہ افریقہ ہی میں رکھا گیا۔ جہاں اس نے متواتر فحش حاصل کیں اور نام پیدا کیا۔ لیکن ایک آخری میدان میں اسے شکست ہو گئی۔ اس لڑائی میں اس کا حریف مقابل زان تپ پوس نام ایک اسپارٹا کا باشندہ تھا جو قرطاجنہ والوں کی ملازمت میں تھا قرطاجنہ کے اس یونانی سپہ سالار نے رومیوں کو زک ہی نہیں دی بلکہ ان کے سپہ سالار رغوٹوس کو حسن تدبیر سے گرفتار بھی کر لیا۔ لیکن نتیجے کے بعد جب اسے معلوم ہوا کہ قرطاجنہ والے اپنے ملازم سپاہیوں اور انسروں کے ساتھ نہایت برا سلوک کرتے ہیں۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ وہ کسی غیر قوم و ملک کا آدمی ہو تو اپنے لشکر کو چھوڑ کے بھاگی کھڑا ہوا۔ اور اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ وہ گھٹکے

بھی نہیں بچ سکا کیونکہ جس ہجاز میں سوار ہو کے اپنے وطن کو آ رہا تھا اُس کے کپتان نے قرطاجنہ کی سیلنٹ کے حکم سے اُسے سمندر میں ڈبو دیا لیکن یہ رومی مورخین کا بیان ہے جو اس معاملہ میں زیادہ دقت اور وثوق کی نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

رغوخوس ایک مدت تک قید رکھنے کے بعد قرطاجنہ والوں نے چند شرائط صلح دے کے روم میں بھیجا اور خیال کیا کہ یہ جاتے ہی اپنے اہل وطن کو مجبور کر کے اُن شرطوں پر راضی کر دے گا۔ چنانچہ اُس سے حلفیہ اقرار کرا لیا کہ اگر رومیوں نے اُن شرطوں کو نہ مانا تو میں پھر اسی قید خانہ میں واپس چلا آؤں گا۔ اس قول و قسم کے بعد رغوخوس روم تکبر کی شہر نپاہ کے نیچے پہونچ کے شہر کے باہر ہی ٹھہر گیا اور اندر کسلا بھیجا کہ میں اب نہ سیلنٹ کا ممبر ہوں اور نہ رومیوں کا کانسل۔ بلکہ قرطاجنہ والوں کا ایک غلام ہوں اس لئے شہر کے اندر نہ آؤں گا۔ رومی سیلنٹ نے اس کا بیان سننے کے لئے شہر کے باہر ہی اجلاس کیا اور اس کی بے انتہا قدر و منزلت کی۔ کیونکہ اس نے جو کچھ مشورہ دیا اُس کے ذاتی مقاصد و منافع کے بالکل خلاف تھا۔ اس نے کہا کہ ”آپ لوگ لڑائی پر استقلال سے قائم رہیں اور خوب کھول کے بتا دیا کہ اہل قرطاجنہ کتنی کمزور ہیں رومیوں کے مقابل کمزور ہیں، پھر سب سے التجا کی کہ ”آپ لوگ مجھ سے ایک بوڑھے شخص کی سلامتی کے لئے جواب سلطنت کے بہت ہی کم کام آسکتا ہے۔ اپنے مصالح کو ہرگز نہ چھوڑیں۔“ پھر کہا کہ ”قیدیوں کے مبادلہ کی بھی کچھ ضرورت نہیں ہے۔“ یہی ایک صورت تھی جس میں اس کے لئے نجات و آزادی کی اُمید ہو سکتی تھی۔ مگر اس نے کہا کہ ”قیدیوں کا مبادلہ کرنے سے آپ ہی گھٹائے میں رہیں گے۔ اس لئے کہ قرطاجنہ کے جو فوجی افسر آپ لوگوں

کے ہاتھ میں گرفتار ہیں ان کا شمار تیرہ سے کم نہیں ہے اور ان کے ہاتھ میں آپکا قیدی اکیلا ایک ہیں ہوں۔“

بہر تقدیر رومی سینٹ کو محض اُس کے اسرار سے اپنی مرضی کے خلاف سلسلہ جنگ جاری رکھنا پڑا۔ اب سینٹ والوں نے اسے صلاح دی کہ ”تم اس حلف کا لحاظ نہ کرو جو تم سے بہر لیا گیا ہے اور بجائے وہاں جا کے پابہ زنجیر ہوئے اور جان سے مارے جانے کے اپنے گھر جاؤ، اور بیوی بچوں میں جلے بیٹھو“ لیکن شریف النفس رتھولوس اپنی دھن پر قائم رہا، ان کی خوشامدوں کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہ کیا، بیوی بچوں کو زار و قطار روٹے چھوڑا۔ شہر کے باہر ہی سے پلٹ کے قرطاجنہ والوں کے پاس چلا گیا اور ثابت کر دیا کہ اپنی بات پر قائم رہنا اور اپنے ملک کو فائدہ پہونچانا اُسے اپنی زندگی و آزادی سے زیادہ عزیز تھا۔ قرطاجنہ والوں میں کسی ایسے شریف النفس کی تدر جاننے کی حس نہ تھی۔ جیسے ہی اس کی صورت دیکھی اور معلوم ہوا کہ ناکام واپس آیا ہے سخت براہم ہوئے اور طرح طرح کی تکلیفیں دے کے اُسے مار ڈالا، مگر چاہے وہ کیسی ہی اذیتوں سے مارا گیا ہو دنیا کو اس کے نام کی عظمت نہیں بھول سکتی۔

لڑائی کے چند روز اور قائم رہنے سے ایسے شرائط پر صلح ہو گئی جو رومیوں کے حق میں پہلی شرطوں سے زیادہ مفید تھے۔ قرطاجنہ والوں کے جو قہیں برس کی مسلسل لڑائی سے عاجز آ گئے تھے اور جس کی وجہ سے ان کی تجارت کو سخت ضرر پہونچ گیا تھا۔ جزائر ساردنیہ اور صقلیہ رومیوں کے حوالہ کر دیے۔ بحیرہ سرخس کے جو برائے نام آزاد و خود مختار رکھا گیا تھا۔ یہ صلح سال ۱۴۵ قبل محمد میں ہوئی، جس پر پہلی جنگ قرطاجنہ کا خاتمہ ہو گیا۔

فصل سوم

ہنی بال ایٹالیہ میں (۹۷۷ء قبل مسیح سے ۷۵۳ء قبل مسیح تک)

پہلی جنگ قرطاجنہ کے ختم ہوتے ہی روم میں امن و امان قائم ہو گیا اور ایسا کہنا کہ بنائے روم سے لے کے اس وقت تک یہ دوسرا مرتبہ تھا کہ یا لوس دیوتا کے مندر کا دروازہ بند کیا گیا، جو جنگ و پیکار کے زمانے میں ہمیشہ کھلا رہا کرتا تھا۔ لیکن گذشتہ لڑائی سے جو نقصانات قرطاجنہ کو پہنچ گئے تھے انھیں قرطاجنہ والوں نے بہت محسوس کیا۔ حتیٰ کہ اُن کے سب سے بڑے مددگار اہل کار نے کہا کہ میں اپنے چار بیٹوں کو رومیوں کی مخالفت کے لئے چار شیر بنا کے تیار کر دوں گا۔ عقیدے کے ہاتھ سے نکل جانے کی کمی اُس نے یونانی پوری کی کہ اسپین پر قرطاجنہ کی حکومت قائم کر دی جو ملک کہ اُن دنوں آئیریا کہلاتا تھا۔ اور جہاں سے چاند می کی کان ہونے کے باعث حکمرانوں کو بہت زیادہ دولت حاصل ہوا کرتی تھی لیکن کلکتہ اور آئیریا والے جو اسپین میں آباد تھے بہادر اور جنگجو لوگ تھے۔ چنانچہ آخر کو اہل کار انھیں لوگوں سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اور فوج کی سپہ سالاری اپنی سب سے چھوٹے بیٹے ہنی بال کے ہاتھ میں چھوڑی جو نو برس کی عمر میں قربان گاہ پر قبل کی صورت کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اور وہاں دیوتا کے سامنے اس سے قسم لی گئی تھی کہ جب تک دم میں دم ہے رومیوں سے نفرت کرتا رہوں گا۔

ہنی بال جیسے ہی اپنی فوج کو اس بات کی تعلیم دے چکا کہ بے غدر اس کی فرمانبرداری کیا کریں۔ رومیوں سے بھڑپیدا کرنے کے درپے ہوا اور دل میں ٹھان لی کہ انھیں ایک ایسی پوری نہایت دے دوں جو اُن کے حق میں ایک کاری حربہ ثابت ہو، چنانچہ اپنی طرف سے چھڑ کرنے کے لئے ۹۷۷ء قبل مسیح میں

اُس نے ساگن تم نام ملک اسپین کے ایک شہر پر قبضہ کر لیا جو رویوں سے اتحاد رکھتا تھا۔ اُس کی یہ زیادتی دیکھ کے رویوں نے شکایت پیش کی کہ تم نے معاہدے کے خلاف کیا۔ رویوں کی طرف سے یہ عذر پیش ہوئے ہی اس نے بلاتامل ایطالیہ پر چڑھائی کر دی تہی بال کی یہ تاخت دُنیا کی مشہور ترین تاختوں میں ہے جس لشکر کو وہ اپنے زیرِ علم لے کے جلا اُس میں کچھ تو قزطاجنہ والے تھے۔ کچھ گائیا والے، کچھ ایتین کے کلٹ لوگ تھے۔ مراکو یعنی یوسے ڈیا کے سواروں کا ایک رسالہ تھا، اور اس کے ہمراہ رکاب بائیں ہاتھی بھی تھے۔ اس سب لشکر کو لے کے وہ کوہستان جی رے نیر کے پار ہوا۔ علیج لیوں کے گرد چکر کھانا ہوا اُڑھا۔ اور کوہستان آپس کی گھائی پر جا پہنچا۔ جس میں گائیا والوں کے سوا آجنگ کسی حملہ آور کو قدم رکھنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اس مہم میں تہی بال کو جن سختیوں اور دشواریوں سے سابقہ پڑا۔ نہایت ہی خوفناک تھیں۔ اور وہی تھا جس کی پامردی میں کوئی دشواری اور کوئی آفت خرق نہ ڈال سکی۔ یہاں اُسے پُر کمزور و بدمعاش گائیا والوں سے لڑنے کے اپنا راستہ نکالنا تھا۔ پہاڑوں پر چڑھنا اور برف اور یخ کے سمندروں سے پار ہونا تھا لیکن انھیں باتوں پر اُس کی دشواریوں کا خاتمہ نہیں ہوا، بلکہ ایک موقع پر اُسے کوہستانی چٹان کو کاٹ کے اپنے لئے راستہ نکالنا پڑا۔ آخر ان سب مصیبتوں کے جھیل لینے کے بعد صبر و تحمل کے دربار سے اسے یہ انعام ملا کہ ایطالیہ کے صاف میدان سامنے پھیلے ہوئے نظر آئے۔ امد وہ اُس خوشنما خوش سواد سرزمین میں داخل ہوا جو دریا ئے آسے ری والوس یعنی موجودہ دریا ئے "پو" کے کنارے واقع ہے۔

پیوپ لیوس کو رے لیوس اسک پیو کو جو کنسل کے معر زہدے پر مٹا تھا سب سے پہلے فرج لے کے تہی بال کے مقابلہ کو آیا۔ لیکن دریا ئے تقی نیوس کے کنارے

اُسے کیلئے شکست ہو گئی۔ خود اُسکے پیو ایسا شدید زخمی ہوا کہ اُس کے بیٹے نے بڑی دُشواری سے اُس کی جان بچائی۔ جان پر کھیل کے اور بڑی بہادری سے لڑ بھڑ کے دشمنوں کے حملوں کو رد کیا۔ اور آخر کار اسے جیتی جاگتی جنگ و پیکار کی آگ میں سے نکال لایا۔ اُس کے زخم ابھی اچھے نہیں ہونے پائے تھے کہ اس کے ہم رتبہ وہ ہم عمدہ آدمی سردار طریس سم پر دینوس کو اس ہوس نے گھیرا کہ فتح دی کا سراپے سر پر رہے۔ اور فوج لے کے تہی بال کے مقابلہ کو چلا۔ مگر شہر طری بیہ کے قریب اس نے بھی شکست کھائی۔

اب موسم سہرا شروع ہو چکا تھا۔ تہی بال نے علاقہ آرنو کے دلدل کا راستہ اختیار کیا۔ مگر یہاں کی زہریلی آب و ہوا کے اثر سے اس کے لشکر نے اور خود اس نے بڑی سخت مصیبتیں اٹھائیں اس سفر میں اُس کی آنکھ بھی جاتی رہی اور کوچ کی دُخاریاں ایسی سخت تھیں کہ کتے ہیں صرف ایک ہاتھی جو بایس میں سے بچ رہا تھا یہاں کی پولی زمین سے اُسے صبح و سالم نکال لایا۔ مگر ان تباہیوں پر بھی انکی شجاعت و حوصلہ مندی میں فرق نہیں آنے پایا تھا۔ کیونکہ تھراسی میں نام جھیل کے پاس اس نے ردیوں کو تیسری شکست دی۔ اور بغیر اس کے کہ کوئی مزاحم ہونے کی جرات کر سکے۔ وہ کیم پانیا کے میدانوں میں آپہنچا، اس کی یہ یورش دیکھ کے رومہ الکبریٰ میں کوئی طوس فاپوس میکری موس ڈکٹیلٹر مقرر ہوا۔ فاپوس تجربہ کار اور ہوشیار افسر تھا۔ اور تہی بال کی شجاعت سے واقف تھا۔ اس نے کبھی دبدو سامنے آ کے مقابلہ کرنے کی جرات نہ کی۔ اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنے لشکر کو ہمیشہ تہی بال کے قریب ہی رکھتا۔ اور ہر اُدھر چکر لگاتا تھا اور سامنے نہ آتا۔ اس لڑائی میں دیر لگانے کی وجہ سے اُس کا لقب کینک طا طور (ڈھیل ڈالنے والا) پڑ گیا۔ وہ تہی بال کے پاس رسد نہ پہنچنے دیتا۔ جس کی وجہ سے قرطاجنہ والوں کو سخت

مصیبت میں مبتلا ہونا پڑا۔ اور پھر اس کے ساتھ آفت یہ بھی کہ دشمن کا لشکر مقابلہ کے لئے سامنے تو نہ آتا مگر ہمیشہ اس کے لشکر کے آس پاس لگا رہتا اور اندھیرے اُجالے جب ذرا بھی غفلت کا موقع پا جاتا۔ نقصان پہنچا دیتا۔ چند روز بعد جب فابیوس ڈیکٹیٹری کی خدمت سے علیحدہ ہوا۔ اور لوقیوس آے می لپوس پولوس اور قائیوس طرنٹیوس وارد کانسل مقرر ہوئے تو سخت مزاج دار کی درخت مزاجی اس کے ذی عقل ساتھی پولوس کی ہوشمندی پر غالب آ گئی۔ غرض پولوس نے رومیوں کو ابھار کائیا کے میدان میں پھر تہی بال سے لڑا دیا اور یہ لڑائی ان کے حق میں سب سے زیادہ تباہ کرنے والی ثابت ہوئی۔ پولوس سے جہاں تک نہامید ان میں قدم جمائے رہا اور فتح حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ساری کوششیں بے سود ہوئیں۔ رومی بہت کثرت سے مارے گئے۔ اور تھوڑے ہی تھے جو جان بچا کے گھر جاسکے ہوں۔ رومیوں میں سے ایک شخص کن طور لوس جوڑی بیون کی خدمت پر مامور تھا۔ بھاگتا ہوا جا رہا تھا کہ راتہ میں اس نے پولوس کو اس حالت سے ایک چٹان پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ پنڈے سے خون کے فوارے بہہ رہے ہیں۔ اس شخص نے اپنا گھوڑا پیش کیا کہ اس پر سوار ہو کے چلے چلیے مگر اس نے انکار کیا۔ اور کہا ”بس اب تم ہی اپنی جان بچاؤ۔ مجھ سے تو یہ نہ بن پڑے گا کہ اس الزام سے اپنے کو بری کو سکوں۔ اور نہ یہ بنے گا کہ اپنے ہم عہدہ شخص (دارد) کو سینٹ کے سامنے ملزم ٹھہراؤں۔“ اتنے میں تعاقب کرنے والے قریب آ پہنچے۔ کن طور لوس اسے چھوڑ کے بھاگا اور تھوڑی دیر جانے کے بعد اس کے پلٹ کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ پولوس کانسل دشمنوں کے ہرجے میں چھدا پڑا ہے۔ اس لڑائی میں رومیوں کا بڑا بھاری نقصان ہوا۔ جس کا کسی قدر اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ آٹھ لاکھ بیس سو لاکھ لوگ پہنا کرتے تھے انھیں قرطاجنہ والوں نے میدان جنگ سے چُن چُن کے اس کثرت کے ساتھ

جمع کیا تھا کہ تہنی بال نے ایک من انگوٹھیاں اپنی فتحمدی و کامیابی کا ثبوت دینے اور روم میں اپنی دست برد اور رویوں کی بڑی دلی و پامالی کا حال ظاہر کرنے کے لئے قرطاج میں بھیجی تھیں۔

تہنی بال کی خاص کامیابی کامرکز کا نیا کامیدان تھا اور اکثر لوگ اس پر متحیر ہوئے ہیں کہ تہنی بال نے یہ فتح پاتے ہی یہاں سے فوراً روم تکبر کی طرف کیوں نہ کوچ کر دیا۔ لیکن اس میدان میں اگرچہ اسے بہت بڑی فتح حاصل ہوئی مگر اس کا بھی حقوڑا نقصان نہیں ہوا تھا اور بہت سے نامی سپاہی کٹ گئے تھے۔ اسپر طرہ یہ کہ قرطاج نے والوں نے بھی اپنے جلتی بھض و حسد کی وجہ سے اس کی کسی قسم کی کمک نہیں کی۔ حالانکہ اس موقع پر ضرورت تھی کہ قرطاج نے تھوڑی سی تازہ دم فوج میدان جنگ میں آجاتی۔ قطع نظر اس کے جو فوج فی الحال تہنی بال کے زیرِ کمان تھی اسے بھی علاقہ کپانیہ کی دو فتحمدی اور وہاں کے سامانِ عیش نے عشرت پرستی میں مبتلا کر دیا تھا۔ اور چند ہی روز میں ایسا بنا دیا تھا کہ ان کا سارا شکوہ اور جو خیلا پن تشریف لے گیا۔

ان سپانیہ میں البتہ تہنی بال کا بھائی مس در بال فوج جمع کر رہا تھا کہ اس کی مدد کو روانہ کرے گا۔ مگر وہاں رویوں کی طرف سے اس کی پیو اور اس کا بہادر اور الوا الغزم بھائی اس درو بال کے سر پر جو دتھے۔ جو اس کی ہر کوشش میں مزاحم ہوتے اور جہاں تک بننا اس کی تدبیروں کو نہ چلتے دیتے۔ یہ دیکھ کے اس درو بال کو نہایت غصہ آیا اور ایک میدان میں بہادری سے مقابلہ کر کے انھیں ناشت شکست دی۔ اور ایسی شکست کہ اس کی پیو اور اس کا بھائی دونوں مارے گئے اور میدان قرطاج نے والوں کے ہاتھ رہا، اس درو بال نے فتح حاصل کرتے ہی ارادہ کیا کہ اپنے بھائی کے نقش قدم پر چل کے خود ملک ایطالیہ میں

داخل ہوا۔ مگر اس سے زیادہ فحشہی اُس کی قسمت میں نہیں لکھی تھی۔ دریا سے
 طوروس کے کنارے رومیوں کی طرف سے کونسل قیوس فلوریوس نیرداس کے
 مقابلہ کو آیا۔ اور دونوں میں میدان گیر و دار گرم ہوا جس کا خاتمہ اس پر ہوا کہ
 ہس دروبال مارا گیا۔ نیرو نے اس کا سر کاٹ لیا اور اسے لے کے جنوب
 کی طرف سفر کیا اور ہس بال کے قریب پہونچ کے حکم دیا کہ ہس دروبال کا سر تہنی
 بال کے لشکر کے سامنے ڈال دیا جائے اور قرطاجنہ کے دو اسیروں کو پھوڑ دیا
 کہ وہ تہنی بال کے پاس جا کے اسے اس شکست کی خبر پہونچائیں۔ بس اسی واقعہ
 پر گویا تہنی بال کی کامیابیاں ختم ہو گئیں۔ کیونکہ پھر اسے رومیوں کے مقابلہ میں
 کوئی نمایاں فتح نہیں حاصل ہوئی۔ مگر اس نے ایٹالیہ کی سرزمین کو نہ پھوڑا۔
 اپنے لشکر کے ساتھ مقام یروشیم میں پڑا رہا جو جزیرہ نمائے ایٹالیہ کی انتہا پر واقع
 ہے اور اس کا انتظار کر رہا تھا کہ کوئی موقع ملے تو پھر رومیوں پر حملہ کر دوں۔
 وہ اس بات کو جانتا تھا کہ قرطاجنہ کے لئے بچاؤ کی صرف ایک صورت ہے اور
 وہ یہ کہ روم کو خود اس کے قرب و جوار میں کمزور کر دے۔ مگر یہ آرزو تہنی بال
 کے دل ہی میں رہی، کبھی پوری ہونے کو نہ آئی۔ یہاں تک کہ بعد کے واقعات نے
 ایٹالیہ سے نکال کئے اس سے خدا جانے کہاں کہاں کی غامک چھنوائی۔

فصل چہارم

قرطاجنہ کی دوسری لڑائی کا نتیجہ ۸۰۰ قبل مسیح سے ۷۰۰ قبل مسیح تک
 اس پوری مدت میں اہل قرطاجنہ برابر اسی کوشش میں رہے کہ رومیوں کے
 مقابلہ میں نئے نئے دشمنوں کو ابھار کے کھڑا کریں۔ انھوں نے فلپ شاہ مقدونیہ
 سے دوستی پیدا کی۔ یہ وہی فلپ تھا جس نے اراطوس کو زہر دیا تھا، چنانچہ

قرطاجہ والوں کے اُبحار کرنے سے قلب اس بات کی تدبیریں کر کے لگا کہ بھر
ایٹر یا ملک کے پار اتر کے مملکت ایطالیہ پر چڑھائی کرے، لیکن رومیوں نے
اہل قرطاجہ کو جو اب ترکی بہ ترکی یہ دیا کہ جزیرہ نمائے یونان میں ایطالیہ والوں
کو اس بات پر اُبحار دیا کہ قلب کے علاقہ پر حملہ کر دیں، جس کی وجہ سے قلب
بجائے ایطالیہ کی طرف دُح کر کے گھر ہی کے جگرٹوں میں پھنسا رہ گیا۔

اس کے بعد قرطاجہ والوں نے یونانی شہر سرقوسہ والوں کو رومیوں سے
توڑنے کے اپنا دوست بنالیا۔ اس کی خبر روم میں پہونچی تو وہاں سرقوسہ والوں کو
جو ایک چُخت و جالاک اور الو العزم جنرل تھا اور جسے ہتھی بال کے مقابلہ میں بری
نمود حاصل ہو چکی تھی سرقوسہ کے پامال کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ مگر یہاں پہنچ کر
اسے بڑی دشواریاں پیش آئیں شہر کی خوب مضبوطی سے قلعہ بندی کی گئی تھی اور
موریا کا مشہور مہندس ارشمیدس اس کے اندر موجود تھا۔ ارشمیدس نے اسی ایسی
کلیں ایجاد کی تھیں جن سے محاصرہ کرنے والے ہایت ہی ڈرتے اور خوف
کھاتے تھے۔ آخر دو برس کے سخت محاصرہ کے بعد مرقس فلادیوس کو پتہ لگ گیا کہ
شہر کی تفصیل فلاں مقام پر کمرہ ہے۔ ادھر سے ناگماں یورش کر کے اس نے تفصیل
ٹوڑی اور شہر میں قتل و خون ریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ رومی سپہ سالار نے شہر کو خوب
لٹوایا۔ سمار کرایا اور فوج والوں کے ہاتھوں رعایا پر بڑے بڑے ظلم کرائے۔ مرقس
ارشمیدس کے کمالات کا معترف تھا۔ دل میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو اس قتل عام میں وہ بھی
کسمی جاہل رومی کے ہاتھ سے مارا جائے۔ لہذا حکم دیا کہ خبردار کوئی شخص ارشمیدس
کو قتل کرے۔ لیکن اس عام خونریزی میں کون کس کو پہچانتا تھا؟

جس دن رومی شہر سرقوسہ میں داخل ہوئے ہیں ارشمیدس علم ہندسہ کے ایک
مسئلہ کے حل کرنے میں اس قدر متغرق تھا کہ اسے خبر ہی نہ تھی کہ شہر میں کیا ہو رہا

ہے اور کسی قیامت بپا ہے۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک رومی سپاہی تلوار کھینچے ہوئے
 سیری طرٹ آ رہا ہے چونک کے اُس نے صورت دیکھی اور پھر اُسی مسئلہ کی وجہ
 میں لگ گیا۔ اب نظر آیا کہ اس کی تلوار بلند ہو چکی اور میرے سر پر اُسی چاہتی
 ہے تو بے اختیار ہاتھ کو پسر بنا کے بولا: ذرا اتنا ٹھہر جاؤ کہ میں اس مسئلہ کو حل
 کر لوں! رومی سپاہی یہ بھی نہ سمجھا کہ یہ یونانی شخص کیا بک رہا ہے۔ اور ایک ہی
 وار میں اس کی زندگی کا چراغ گل کر دیا۔ یہ واقعہ ۸۳ھ قبل محمد کا ہے، اور
 اسی وقت سے سراقسہ دولت روم کے تابع ہو سکے رومیوں کے صوبہ عقبلیہ
 کا ایک جز بن گیا۔

نومر رومی سردار پوپ لیوس کار نے لیوس اس کی پیو (پیو) جس نے طقی
 لوس کے میدان میں اپنے باپ کی جان بچائی تھی چوبیس برس کی عمر میں ہسپانیہ
 کا حکمران مقرر ہوا تھا۔ اس کا شمار رومیوں کے بہترین اور اعلیٰ ترین ناموروں میں
 تھا اس کو دیوتاؤں سے بے انتہا عقیدت تھی۔ ہمیشہ اُن کی حمایت کا خوشگوار
 رہتا اور بے دھامانگے کوئی کام نہ کرتا تھا۔ اس کا دل ایسا نرم اور اسکے اخلاق
 میں کچھ ایسی دل فریبی تھی کہ لشکر والوں کو اس سے بے انتہا محبت تھی۔ یہ ایسے
 اوصاف تھے جن کی بدولت اسے ہسپانیہ کی حکومت میں پوری کامیابی ماہل
 ہوئی۔ وہ تمام مقامات جو قرطاجنہ والوں کے قبضہ میں تھے ان کے ہاتھ سے
 ہیکل ہیکل کے اس کے قبضہ میں آ گئے۔ قوم گٹ کئے بہت سے لوگوں کو روم کا
 دوست بنادیا۔ ایسے ایسے قومی خدمات بجالانے کے بعد رومۃ الکبریٰ میں
 واپس آیا اور سینٹ کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ جس طرح بنے ہنی بالی کو مملکت
 ایطالیہ سے نکلنے پر مجبور کیا جائے۔ اور اس کی سب سے بہتر تدبیر یہ ہو کہ خود افریقہ
 میں لڑائی چھیڑ دی جائے۔ کیونکہ اس صورت میں اسے خواہ مخواہ اپنے وطن کی

حمایت کے لئے واپس جانے پر مجبور ہونا پڑے گا۔

مقررہ تجربہ کار سردار نافیس نے اس فہم کو سخت خطرناک تصور کیا۔ اور بجا اس کے کہ اس کی پیو کو افریقہ پر چڑھائی کر کے لئے کوئی فوج دی جائے۔ قابیس نے سینٹ کو اس طرف متوجہ کر دیا کہ اس کی پیو کو متقلیہ کا پروکسل مقرر کر دیا جائے اور اسے اجازت دی جائے کہ اگر مناسب سمجھے تو سمندر پار ہو کے افریقہ پر چڑھائی کر دے۔ اس کی پیو کی الو العز می نے اس کو بھی غنیمت سمجھا۔ اور متقلیہ میں سوچ کے اہل ایطالیہ کی ایک بڑی بھاری جماعت جمع کر لی۔ انھیں اللہ کے استعمال اور قواعد جنگ کی تعلیم دی اور یوں تیار ہونے کے بعد جہازوں پر سوار ہو کے افریقہ کی جانب ننگر اٹھا دیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے یومیدیا کے بادشاہ ماسیٹس سا کو اپنا دوست بنالیا جس کا یہ اثر پڑا کہ قرطاجنہ والے مراکش کے رسالہ سے محروم ہو گئے۔ جن سے اُن کی بہت بڑی قوت تھی۔

اپنی یہ کمزوری دیکھ کے قرطاجنہ والوں نے ہنی بال کو بلایا کہ آ کے اپنے وطن کو بچاؤ مگر اس کی پیو اتنا بڑا زبردست آدمی افریقہ کا خود ہنی بال بھی باوجود سابقہ مجربوں اور الو العز میوں کے اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ مقام زاماک کی لڑائی میں ہنی بال کو کلیتہً شکست ہو گئی۔ اس لڑائی سے اہل قرطاجنہ کو اتنا بڑا نقصان پہنچ گیا کہ اب سلسلہ جنگ کا قائم رکھنا اُن کے اسکان سے باہر تھا۔ مجبوراً سخت شرائط صلح جو رویوں کی طرف سے پیش کئے گئے اُن کو قبول کرنا پڑے۔ آخر صلح ہو گئی۔ اور جدید عہد نامہ کے شرائط کی رو سے انھیں اپنے تمام جنگی جہاز اور ہاتھی و ولت آدم کے حوالہ کر دینا پڑے۔ اور اس کے پابند کئے گئے جسے کہ بعد ازاں نہ کوئی نیا جنگی جہاز بنائیں۔ اور نہ نئے ہاتھیوں کو لڑائی کے لئے تیار کریں۔ اس کے علاوہ خراج کی حیثیت سے ایک بڑی بھاری رقم بھی اُن کو دینوں کی نذر کرنا پڑی

اور اقرار کرنا پڑا کہ کسی ایسی سلطنت سے بھی کبھی نہ لڑیں گے جو رومیوں کی دوست ہوگی۔ الغرض اس دوسری جنگ قرطاجنہ میں جو سلسلہ قبل محمد میں ہوئی تھی قرطاج والوں کی ساری قوت و عظمت خاک میں مل گئی۔

اس کی پیروی ایک نہایت ہی شاندار ٹرائفٹ پر پڑے کروہ فردر تزی و اختتام کے ساتھ رومنہ اکبرری میں داخل ہوا۔ اس کی پیروی پہلارومی شخص ہے جس نے پہلے پہل بے تعصبی کے ساتھ یونانی علوم و فنون کو حاصل کیا جنہیں اس وقت تک جاہل و درشت مزاج رومی نفرت و وحشت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ہنری بال اس کے بعد بھی کچھ دنوں تک قرطاجنہ میں رہا۔ جہاں تک بنا اپنے ملک کی انتظامی حالت سنبھالی۔ اور سلطنت کو ترقی دینے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ اسکے اہل وطن ہی میں اس کے چند میلے و قوت دشمنوں نے اُسے اس بات کا لازم ٹھہرایا کہ وہ رومیوں کے خلاف سازش کرتا ہے اور آخر اس سے سو اس کے اور کچھ نہ بن پڑا کہ سواد وطن کو خیر باد کہہ کے بھاگا۔ اور ارض شام میں پہونچ کے اقطیو کوس اعظم تاجدار شام کے دربار میں پناہ لی۔

گیارہواں باب

دولت روم کا عروج و اقبال سلسلہ قبل محمد سے سلسلہ قبل محمد تک

فصل اوّل

دولت و عظمت کی شاندار باریاں سلسلہ قبل محمد سے سلسلہ قبل محمد تک

قرطاجنہ کی دوسری لڑائی کے ختم ہونے کے زمانے تک رومیوں میں جنگ و پیکار کا جو سلسلہ قائم رہا اس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لئے تھا

کیونکہ اگر رومی آطر سکادالوں اور سامنی لوگوں اور نیز رابل قرطاجنہ سے مقابلہ کر کے اُن پر غالب نہ آسکے تو یقیناً اپنے اُن حریفوں کے ہاتھ سے پامال بھی ہو جاتے۔ لیکن اب اس زمانہ کے بعد نظر آتا ہے کہ رومی کی لڑائیاں فتحیں حاصل کر کے اور اپنی عظمت بڑھانے کے لئے تھیں۔ اور علی العموم خیر ضروری اور نا انصافی کے اصول پر مبنی تھیں۔ ارکان سلطنت تو اُن لڑائیوں کو محض اس لئے چھیڑتے اور سلسلہ نبرد آزمائی کو بڑھاتے تھے کہ میدان جنگ میں فتحیں حاصل کر کے انھیں امتیاز و نام و رسی حاصل ہو اور ادنی درجہ والے رومی بھی ان لڑائیوں کو اس لئے پسند کرتے تھے کہ مفتوح ملکوں سے سلطنت کو اس قدر دولت ہاتھ آجاتی کہ رعایا سے خراج حاصل کرنے کی ضرورت باقی نہ رہتی اور اہل شہر سے کوئی ٹیکس نہیں مانگا جاتا۔

رومیوں کی معمولی پالیسی یہ تھی کہ سرحدی علاقہ پر کسی چھوٹی قوم کو اپنی حمایت و پناہ میں لے کے اس کے دشمن بڑی دولتوں اور حکومتوں سے لڑائی مول لیتے اور پھر ٹھہرائیوں کے بہانے پیدا کرتے، بلا لحاظ اس کے کہ اُن چھوٹی قوموں کی شکستیا دا بھی اور مسفیانہ ہوں یا غیر مسفیانہ۔ اور قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی ایسی حمایت کرنے والا مل جاتا ہے تو شہریروں کی جرات و بیباکی بڑھ جایا کرتی ہے۔ الغرض اس طریقے سے بڑی بڑی سلطنتوں کے مقابلہ میں اشتهار جنگ دے کے وہ اُنکی قوت توڑ دیتے اور ان کی پامالی و تباہی کے درپے ہو جاتے۔ غالب آئے کے بعد وہ صلح ایسی شرطوں پر کرتے کہ وہ سلطنتیں شکست کا اثر کم ہونے کے بعد ذرا بھی پنپنے اور سنبھلنے کی کوشش کریں تو رومی انھیں بغاوت کا الزام دے کے اپنی فوج کشی کو دیتے اور اپنے زبردست لشکر سے انھیں دم میں مٹا کے رکھ دیتے تھے اور ان کی قلم رومی تلوروں میں ملتی ہوئی دولت و دم کا ایک صوبہ بن جاتی، اُن کی حرکتیں بالکل تلبی کی سی تھیں جو اپنے لشکار کے ساتھ کیلتی ہے۔ پہلے اسے لشکر اکوڑتی

ہے۔ پھر چند مظلوموں کے لئے اُسے یہ خیال کہ نئے کا موقع دیتی ہے کہ میں آزاد ہوں مگر جب وہ بھاگنا چاہتا ہے تو جھپٹ کے مار ڈالتی اور اطمینان سے بیٹھ کے کھاتی ہے۔

جن قوموں نے دوستی پیدا کر کے اُن سے مدد مانگی تھی وہ بھی گھائے ہی میں رہیں۔ کیونکہ درودینے کے چند ہی روز بعد وہ کمزور کی گئیں۔ پھر اُن کی پامالی کیلئے کوئی نہ کوئی بہانہ پیدا کر لیا گیا اور وہ تباہ و برباد کر دی گئیں۔ رومیوں کو اپنے تمام اِن بے حیقتی و بد عہدی کے افعال پر کبھی شرم نہ آئی۔ اور اُن کی حکومت کا اصلی اصول یہ تھا کہ ”جو شخص قوی ہے وہی حق دار بھی ہے“ ہم چوتھ زبردست ہیں۔ لہذا جو چاہیں کریں اس کا حق رکھتے ہیں۔

جو معزز آدمی کونسل کے اہم دے پر مامور ہوتے وہ کونسل رہنے کا زمانہ تو سمجھا آدم میں بسر کرتے اور جیسے ہی کونسل کی مدت پوری ہو چلتی بیرونی صوبجات کو غلبہ کر لیتے جہاں پہنچ کے یا تو وہاں کے حاکم کو اپنی مقرر ہو جاتے۔ یا سرحد پر لڑائی پھیر دیتے۔ ان صوبوں میں وہ پروکونسل کے لقب سے یاد کئے جاتے اور روم میں زمانہ کانسلی میں جو اختدارات ملا کرتے تھے اُن سے بھی زیادہ اختیارات انھیں یہاں مل جاتے اور حکومت اُن کے ہاتھ میں ہوتی۔ اس خدمت پر وہ روم و متہ الکبریٰ کی سینٹ کی مرضی کے مطابق یا حسب تقاضائے ضرورت کبھی تین، کبھی پانچ، اور کبھی آٹھ سال تک قائم رہتے۔

چھوٹے صوبوں کی حکومت اُن لوگوں کو دی جاتی جو روم میں ایک سال تک پرائمر کی خدمت ادا کر چکے ہوتے۔ اور اپنے علاقوں میں پہنچ کے پروپرائمر کہلاتے اس کا نتیجہ یہ تھا کہ روم و متہ الکبریٰ کا ہر معزز آدمی اپنی باری میں ایک ممبر سلطنت یا ایک زبردست سپہ سالار بن جاتا۔ اور ترقی و نام وری کے لئے اسے وسیع میدان مل جاتا

تہذیب

یہ عہدہ داران روم اکثر اوقات اپنے اقتدارات کو شرناک طریقوں سے کام میں لاتے۔ اور رعایا کے ساتھ ظلم و جور کا برتاؤ کرتے۔ اور سرکاری محفل کے علاوہ بہت سی دولت خود اپنی جیبوں میں بھرنے کے لئے رعایا کو لوٹ لیا کرتے۔ اب روم کا وہ عہد پیشین نہ تھا جبکہ ایک زبردست رومی بطریق اپنے دیاندارانہ افلاس پر فخر و ناز کرتا تھا اور یہ اصول مد نظر تھا کہ بطریق ہویا بی بی دونوں یکساں راست بازی سے اُتنی ہی زمین اور اُتنی ہی غلام اپنے قبضہ میں رکھتے جنہوں کی انھیں ضرورت ہوتی اور اُتنا ہی کا اپنے آپ کو حقدار تصور کرتے اب تو تعلق نیوس کا وہ قانون جو ایک خاص مقدار سے زیادہ زمین پر کسی کے قابض ہونے کے خلاف تھا فنا ہو گیا تھا۔ لڑائی میں گرفتار ہو کے جو قیدی آتے سستے دامنوں بیچ ڈالے جاتے۔ مخمندیوں نے دولتمندی کی مقدار بھی بڑھا دی تھی۔ لہذا ہر دولتمند کا گھر، اور اس کی زمینداری غلاموں کی ایک تعداد کثیر سے بھری ہوئی تھی۔ زمین کے بونے جو تنے کا کام مطلقاً انھیں غلاموں پر چھوڑ دیا گیا تھا اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ روم کے آزاد غریب جو مزدوری دے کے زراعت کے کام پر لگائے جاتے بے کار ہو گئے تھے اور فقر و فاقہ میں مبتلا۔ اسی قدر نہیں یہی غلام اپنے آقاؤں کے گھر کی تمام ضرورتیں پوری کر دیتے۔ کپڑے سی کے وہ تیار کر دیتے، فرنیچر وہ بنا دیتے، غرض ساری ضرورتیں انھیں سے رخ ہو جاتیں۔ اور روم کے صنایعوں و دستکاروں اور تمام اہل حرفہ کی روزی یک قلم جاتی رہی انھیں غلاموں میں بعض یونانی بھی تھے جن میں دماغی قابلیت تھی اور اپنے آقاؤں سے زیادہ صاحبِ علم تھے وہ اُن کے سکریٹری اور مستند قراء پاتے۔ چند روزیں آقا سے زیادہ مانوس ہو جاتے، اور اکثر اوقات انھیں غلامی سے آزادی مل جاتی۔ الغرض غرابائے روم کے تمام ذرائع آمدنی موقوف ہو گئے تھے۔

بدترین کام جو رومی اپنے غلاموں سے لیتے یہ تھا کہ مالکوں کی دلچسپی اور تفریح کے لئے باہم لڑائے جاتے۔ یہ بدلہ سب لڑنے والے غلام جو گرجے ڈی اے لڑے (توریلے) اٹلاتے، شمشیر زنی کی تعلیم گاہوں میں رکھے جاتے۔ لڑائی کے مرغوں کی طرح خوب تیار کئے جاتے۔ مگر سب اس لئے تھے کہ فضول لڑمرنے اور جان دینے کا تماشا اپنے آتما اور اُس کے احباب کو دکھائیں۔ اُن کی لڑائی کا ڈنگ قوس یا نعل کی دفع کا تعمیر کیا جاتا۔ اور اتنی تھپڑ کے نام سے مشہور ہوتا تھا اس میں گردا گرد کشت گاہوں کی صفیں ہوتیں۔ اُن کے درمیان میں ایک کشادہ میدان رہتا جس پر بالو بچھا دی جاتی بالو پر ان غریب غلاموں کی جوڑیں آکے لڑتیں اور کشتی مرتی تھیں۔ کبھی آدمی داندوں سے اور کبھی داندوں سے داندے لڑائے جاتے آدمیوں پر شیر چھوڑے جاتے۔ غرض ہر تماشے میں بیلیوں انسانوں کی جانیں جاتیں اور سنگدل امرا اے روم بیٹھ کے اُن کا تماشا دیکھتے۔ غلاموں کی باہمی لڑائی زیادہ لطف کی لڑائی سمجھی جاتی، جب کوئی تلوار یہ دوسرے ہاتھ سے زخمی ہو سکے مگر تا تو غالب حریف جس کے غالباً اسی صبح کو اپنے زخمی حریف کے ساتھ ایک ہی پیالہ میں میٹھ کے کھایا پیا ہوتا۔ اُس کے خون میں تلوار رینگنے کے بعد تماشا یوں کی طرف دیکھتا کہ اب کیا حکم ہے، اگر لوگی اپنے انگوٹھے نیچے کی طرف جھکا دیتے تو چند روئے کے لئے اس غریب کی جان بچ جاتی۔ اور اگر سب اپنے انگوٹھے اوپر اٹھا دیتے تو غالب تلواریلے کا فرض تھا کہ اسی وقت تلوار کا ایک اور ہاتھ مار کے اُس کا کام تمام کر دے۔ پھر اس کا بیانی سے جیتنے اور سرخرو ہونے والے کی خوشی اسی وقت کے لئے تھی۔ کیونکہ اسے بھی اپنی زندگی میں اس کے سوا اور کسی بات کی امید نہ تھی کہ طاقت یا قسمت کا جواب دے دینے کے بعد خود بھی کسی حریف سے منسوب ہو اور اسی طرح مارا جائے۔

یہ طور یوں کی لڑائی رویوں میں بڑی ہی دلچسپی کی چیز تھی۔ جب کوئی شخص کانس
کی خدمت پر مامور ہوتا تو اس سے یہ سیر دکھانے کی ضرورت فرمائش کی جاتی۔ ہم آج اسکا
خیال آئے سے بھی تھرا جاتے ہیں کہ رویوں کی ہر عید اور ان کے ہر جشن کے
موقع پر اس ظالمانہ تماشا کی بدولت کتنے ایک آدمی قتل ہو جاتے ہوں گے۔ اس
بہیمیت کی سیر و تفریح کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ رویوں کے دلوں میں قنات پیدا
ہوتی جاتی تھی اور انسانی مصائب کی طرف سے بے پروائی روز بروز بڑھتی
جاتی تھی۔

ان باتوں کے ساتھ رویوں میں علم کا ذوق بھی اس قدر زیادہ بڑھ گیا تھا
کہ اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا گیا تھا مگر اس کے ساتھ اس کو بھی نہ بھولنا
چاہیے کہ ان لوگوں میں علم سے مراد وہ علوم تھے جن سے نہ انسانی مشکلات میں
کبھی قسم کی کمی ہو سکتی تھی اور نہ ان سے ہنرمندی اور صفت و حرمت کو ترقی
ہو سکتی تھی۔ ان میں کتابیں علم و فضل کی تصنیفیں اور نیز ہر قسم کے استاد سب
یونان سے آئے تھے۔ لہذا ہر بات میں وہ یونانیوں کے نقش قدم پر چلتے اور
اپنے بچوں کو فلسفہ اور فصاحت و بلاغت کی تعلیم دیتے اور حصول کمال کے لئے
زبان یونانی کی تعلیم لازمی تھی۔ خود رویوں میں بھی تصنیف و تالیف کا سلسلہ
شروع ہوا مگر ان کی تمام تصنیفیں یونانی تصانیف کی ناقص و غیر مکمل نقلیں
تھیں۔ چند روز میں یونانیوں کی اتباع کا انہماک اس درجہ کو پہنچا کہ یونانیوں
کی دیوالیہ اور ان کے دیوتاؤں کی مزخرف کہانیاں پوری پوری رومی لٹریچر میں
اغذ کو لی گئیں۔ جنھیں سن کے بعض رومی تو ان کے معتقد و معترف ہو جاتے اور
بعض ہنس پڑتے۔ اور جہ و مرج اور دولت مندی کا ایک کوشمہ یہ بھی تھا کہ دینی
گرجاؤں میں بڑی سرعت کے ساتھ کم ہوتی جاتی تھی اور ابدا الموت کی طرف سے غافل

ہوئے جاتے تھے۔ اُن میں کا غالب گروہ آپنی کیورین فلسفہ کا دلدادہ تھا۔ جس کا منشاریہ تھا کہ انسان سے جہاں تک بن پڑے بس اپنے عیش و آرام کا سامان فراہم کرنا چاہیے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تمام اعلیٰ اور بہترین اخلاقی اصول جو افعال انسانی کے اغراض و مقاصد بتائے جاتے ہیں، اُن میں مردہ ہوتے جاتے تھے۔

غرض جو دولت بڑھتی تھی اُن میں عیش پرستی اور تکنت بھی بڑھتی جاتی تھی ہر دولت مند رومی کا ایک گھر شہر میں ہوتا اور ایک یا متعدد بنگلہ اس کی دیہات کی زمینداری میں ہوتے اور جہاں تک بنتا اس قسم کے دونوں مکان نہایت ہی لغاست و دولت مندی کی شان اور بڑے تکلف سے آراستہ کئے جاتے تھے جن میں چوکور اینٹوں کا فرش ہوتا جن میں بڑی خوب صورتی و نزاکت سے پکیکاری کا کام بنایا جاتا۔ باغ بڑی توجہ و سرگرمی سے اور بہت سارے پیہ صرف کر کے تیار کئے جاتے اُن میں جا بجا مور تین نصب کی جاتیں، درختوں کی وضع سے عمدہ عمدہ خوبصورتیاں پیدا کی جاتیں۔ جا بجا خوشنما حوض قائم ہوتے اور اُن میں مچھلیاں چھوڑی جاتیں۔ مچھلیوں کا انھیں بہت ہی شوق تھا۔ اور اس کا شغف اس قدر بڑھ گیا تھا کہ رومہ الکبریٰ کی سینٹ (مجلس حکومت) کے کسی رکن کو ایک بار مجمع عام میں یہ الزام دیا گیا تھا کہ اپنی ایک چاہتی مچھلی کے مر جانے پر اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ یہ الزام سُن کے اس ممبر سینٹ نے کہا: ”ہاں میں ایسا ہی رقیق القلب ہوں۔ یہ صاحب جو مجھے الزام دے رہے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ ایک چھوٹے تین تین بی بی مر گئیں۔ مگر ان کی آنکھیں نم نہ ہوئیں۔ ایسا مضبوط دل کوئی کہاں سے لاسکتا ہے؟“ وہ پلنگ جن پر کھانے کے بعد رومی آکے لیٹا کرتے تھے۔ اُن پر نرم و نازکی گدے بچھے ہوتے۔ اور اس ترتیب سے بچھائے جاتے کہ اُن پر ہمار

پارہ تین آدمی لیٹ سکیں۔ اُن کی دعوتیں نہایت شاندار سی کی ہوتیں۔ اعلیٰ درجے کے قیمتی مچھلیاں، نفیس و لذیذ ترکاریاں۔ قسم قسم کی مچھلیاں بڑے بڑے اہتمام کے ساتھ دور دور سے لائی جاتیں۔ ایک خاص قسم کے چوہے، نفیس غذا میں کھلا کھلا کے خاص طور پر برسوں میں تیار کیے جاتے، اور اس کے بعد بڑے اہتمام سے پکائے جاتے۔ اُن کے دسترخوان نہایت ہی اعلیٰ ترین دولت مند کی تکلف اور نفاست مزاجی کے نمونے ہوتے۔

جو لوگ پُرانی جفاکشی کی معاشرت کو پسند کرتے تھے اس نئے اسلوب زندگی اور ان تکلفات کو برا سمجھتے اور جہاں تک بقا احکام اور قوانین کے ذریعہ سے لوگوں اور ایسی فضول خرچوں سے روکتے۔ کبھی حکم جاری ہوتا کہ ایک معینہ شمار سے زیادہ تعداد ہمالوں کی نہ ہوا کرے۔ کبھی یہ فرمان نافذ ہوتا کہ کسی دسترخوان پر تین قسم کے گوشتوں کے علاوہ چوتھی قسم کا گوشت نہ ہوئے پائے اور کبھی اس بات کی تاکید کی جاتی کہ ایک بڑھی اور دلی مرغی کے سوا کسی اور طائر کا گوشت دسترخوان پر نہ آنے پائے مگر یہ سب قابل مضحکہ احکام تھے جو فقط نام کے لئے جاری ہو جاتے، کبھی اُن پر عمل درآمد نہ ہونے پاتا۔ جب دعوتوں کا موقع آتا تو یہ سب احکام رکھے جاتے اور ہر قسم کے مسرفانہ تکلفات اور شاندار سی دشوکت میں کوئی بات اٹھانہ رکھی جاتی۔ کھانے کی طرح لباس میں بھی تبدیلی ہوتی جاتی تھی۔ طوغہ کے رنگ طرح طرح کے ہو گئے تھے اور آخر میں طوغہ بھی چھوٹ گیا۔ دوسری قسم کے لباس جو زیادہ موڑوں و خوشنما نظر آتے اختیار کر لئے گئے اور طوغہ فقط اُس وقت کے لئے باقی رہ گیا۔ جب کہ اہل شہر کو کبھی درباری لباس میں آنا پڑتا۔ ایک مرتبہ ممانعت ہو گئی تھی کہ خاندان روم نہ رتھوں پر سوار ہوں اور نہ طلائی داروغائی رنگ کے کپڑے پہنیں۔ مگر محسوساتوں نے اس قانون کی ذرا بھی سماعت نہ کی اور اس کے منہج

کوانے کے لئے بڑا شور و ہنگامہ مچایا۔ ترمق پور قبوس کاٹو نے جو منسریعی محبٹریٹ تھا اور ایک سادہ مزاج بوڑھا رومی افسر تھا جہاں تک بنا عورتوں کی شورش کا مقابلہ کیا۔ اس کا قول تھا کہ اگر یہ قانون منسوخ ہو گیا تو غریب گھرانوں کی عورتوں میں شوق پیدا ہو گا کہ دولت مند بیگموں کی پیروی کریں اور انھیں کیسی وضع اختیار کریں۔ یہ ایسا شوق ہے جو انھیں مفلس و مغلوبہ الحال بنا کے تباہ و برباد کر دے گا۔ اور آخر میں وہ اپنے کئے پر نادم ہوں گی۔ اسی سلسلہ میں اس نے یہ بڑی نازک و لطیف بات کہی تھی، جہاں کسی عورت کو کسی ایسے کام کے کرنے پر شرم آئی جو اس کے کرنے کا ہے تو اُس کے اُن کاموں کے کرنے پر چوبیس کرنے کا ہے اس کا نادم ہونا موقوف ہو جائے گا! لیکن ان محبٹریٹ صاحب کا کچھ زور نہ چلا اور وہی ہوا جو عورتیں چاہتی تھیں۔ قانون مذکور منسوخ ہو گیا۔ اور چند ہی روز میں وہ سونے کے مرقع زبور، جواہرات اور بھاری کپڑوں سے لدی پھندی نظر آنے لگیں۔

مگر اتنا غنیمت تھا کہ ابھی تک رومی فوج کی شان اور اس کی جاں بازی و فتحندی میں فرق نہیں آنے پایا تھا۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ اب وہ پہلے سے زیادہ باضابطہ تھی اور اس کے سپاہی اور افسر اعلیٰ ترین اصول جنگ کے مطابق لڑا کرتے جہاں وہ اپنا مورچہ قائم کرتے، گرد ایک فیصل بنالیتے اور لشکر گاہ کے گرد ایک گہری خندق کھود لیا کرتے جو ہمیشہ مرتبہ وضع کی ہوتی اور اس کے چاروں ضلع برابر ہوتے اس کے چار پھاٹک ہوتے جو اکثر ایسے مضبوط بنائے جاتے کہ دیوئوں کے بنائے ہوئے ایسے بعض بعض پھاٹک آج تک موجود ہیں۔ رومی لشکر کی قاعدگی اس قدر مکمل تھی کہ رومی لشکر گاہ پر کسی حریف کا اچانک آپڑنا غیر ممکن تھا۔ لڑائی میں ہر رومی سپاہی کو بغیر اس کے کہ کوئی بتائے اپنے خدمات اور اپنے فرائض بخوبی معلوم ہوتے

ایسی تکمیل کے ساتھ کہ کبھی اتفاقی طور پر بھی کسی رومی سپاہی سے اپنے خزانے جنگی بجالانے میں غلطی یا فروگزاشت نہ ہوتی۔ جاڑوں کا موسم عموماً اپنی حفاظت کے سامان پیدا کرنے اور اپنے سود چوں اور قلعوں کو زیادہ مضبوط کرنے میں یا سڑکوں کے بنانے میں صرف کیا جاتا۔ تاکہ رومہ الکبریٰ اور اس کے تمام صوبجات کے لشکر گاہوں اور پڑاؤ کے مقاموں میں آمد و رفت کا سلسلہ بہ آسانی قائم رہے انہی بنائی ہوئی سڑکیں اس قدر مضبوط تھیں کہ بہت سی آج تک موجود ہیں۔ سپاہیوں کو اپنی خدمات بجالانے کا صلہ و انعام اکثر اس طریقہ سے دیا جاتا کہ مفتوح ممالک میں سکونت اختیار کرنے اور بسنے کی اجازت دی جاتی۔ اور پھر رومہ الکبریٰ میں شہری ہونے کے حقوق بھی انھیں حاصل ہوتے جو قدیم دولت روم کے عہد میں ایک نعمت عظمیٰ کی حیثیت رکھتے تھے۔ لہذا رومیوں کی جو نو آبادیاں دیگر مقامات میں قائم ہوئی تھیں وہ صوبجات روم کے دیگر بلاد کے مقابل زیادہ متنازع تصور کی جاتیں اور اُن میں رہنے والے رومیوں کے حقوق بھی سب سے زیادہ اور بہت بڑھے چڑھے ہوتے۔

رومیوں کی یہ تبدیلیاں جن کا اوپر ذکر ہوا اندر بیجا دولت روم کو اس عہد کی طرٹ بڑھاتی تھیں جس کی تاریخ ہم اب شروع کرنے والے ہیں۔ اور چونکہ ہر واقعہ کی ابتدا کو جداگانہ اور متنازع کر کے بتانا دشوار ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اُن سب کی ایک ہمید کی حیثیت سے ایک ساتھ بیان کر دیا جائے تاکہ جو واقعات بعد کی فصلوں میں بیان ہوں گے سب اُن کے نتائج تصور کئے جائیں اور واقعات مابعد کی توضیح ہوتی رہے۔

فصل دوم

اہل مقدونیہ سے لڑائی (۸۶۶ء قبل مجھ سے ۸۱۷ء قبل محمدؐ تک)

قرطاجنہ کی لڑائی کے ختم ہونے سے پہلے ہی رومیوں نے اپنی وضع اور اپنی پالیسی اہل یونان پر ظاہر کر دی تھی۔ کیونکہ آسے لی ریہ والوں کی بحری تاخت و تاراج اور ڈاک زنیوں کا انھوں نے خاتمہ کر دیا تھا۔ آسے لی ریہ والوں کا ملک بحر ایدریائیٹک کے مشرقی کنارے پر یونانیوں کا پہلا مقبوضہ مقام تھا۔ علیٰ ہذا القیاس رومیوں نے ایتھولیا والوں سے اتحاد پیدا کر لیا تھا۔ اور اُن کی مدد سے یہاں اُٹھایا کہ ہتھی بال کی مدد پر جب فلپ شاہ مقدونیہ آنے کو تھا اُسے طولیہ والے گھر ہی میں اس کے مقابلہ کو اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسے کسی طرح گھر چھوڑتے نہیں بنی۔ اس کے بعد ایتھولیا والوں پر جب فلپ کا زیادہ دباؤ پڑا تو انھوں نے رومیوں سے مدد مانگی جن کے کہنے سے لڑنے کو تیار ہو گئے۔ مگر رومیوں نے انھیں مدد دینے سے انکار کیا۔ لیکن چند ہی روز بعد ۸۶۷ء قبل مجھ میں رومی سپہ سالار طے طوس کوئنطس فلاس نے یونان کے مقام فسوس کی فالتہ کی چٹانوں پر فلپ کو فاش شکست دی اور مجبور کر دیا کہ رومی جن شرائط کو پیش کریں انھیں فلپ قبول کرے۔ رومیوں کی شرطوں میں اہم شرط یہ تھی کہ فلپ تمام یونانی شہروں پر سے عام اڑیں کہ وہ یورپ میں یونان یا ایشیا میں اپنا قبضہ اٹھالے۔ گو یا رومیوں نے اہل یونان کو مقدونیہ والوں کی غلامی سے آزادی دلا دی۔ چنانچہ خود فلاس نے یونان کے یونانی شہر کارنتھ میں جا سکے عین اُس وقت جبکہ اس بھی کھیلوں کی شرکت کے لئے یونانیوں کی ایک جماعت عظیم جمع تھی اس بات کا اعلان کر دیا کہ دولت روم نے یونان کو آزادی دلا دی۔

یہ قردہ سن کے یونانی بے انتہا خوش ہوئے اور اس خوش و خروش سے بے تحاشا خوشی کے نعرے مارنے لگے کہ کہتے ہیں کہ بہت سے طیور جو اوپر ہوا میں اڑ رہے تھے اس شور کے تھپیڑے کھا کھا کے زمین پر گر پڑے اور فلاسے نیوس چونکہ اُن کی آزادی دلائے والا تھا، اُس کی جس قدر تعظیم و تکریم اور آدبگت کی جاتی تھی وہ اس کے احسان سے کم سمجھی جاتی تھی، لیکن بہت ہی جلد کھل گیا کہ اس موعودہ آزادی کے معنی صرف یہ تھے کہ بجائے مقدونیسہ کے بادشاہ کے انھیں رومیوں نے اپنا غلام بنالیا ہے۔ - حج چودیدم عاقبت غمگین بودی" یونانیوں نے کسی قسم کی آزادی ظاہر کرنے کی ذرا بھی کوشش کی اور ان کے نئے مالکوں نے سخت مزاحمت سے پیش آ کے بتا دیا کہ ہم نے جو تمھیں آزادی دلائی ہے اُس کے کیا معنی ہیں۔

ایشا کے جن شہروں پر فلپ کا قبضہ تھا اُن سے اُس کے دست بردار ہوتے اسی رومیوں کو موقع مل گیا کہ اُن مقامات کے معاملوں میں دخل دیں۔ علیٰ ہذا القیاس رومیوں کے دو اور نئے دوست تھے جن کے باہمی جھگڑوں میں رومیوں نے یہ پالیسی اختیار کی کہ ملک شام کے فرمانروا کے خلاف نو عمر ذنا تجربہ کار بادشاہ مصر بطلمیوس اور یولیسیس شاہ پرگاسوس کی تائید کریں۔ شام کے بادشاہ آنطوگوس اعظم کو بھی اس بات کا خیال نہ آیا کہ جہاں تک بنے رومیوں سے لڑائی کو ٹالے اور اس کا سبب یہ تھا کہ اس کے دربار میں اپنی بال موجود تھا۔ جسے رومیوں سے دلی صداقت تھا اور ہمیشہ ان کی دشمنی پر نظر ہوتا تھا۔ وہ آنطوگوس کو پہلے ہی سے اُجھار رہا تھا کہ خود جا کے یونان پر چڑھائی کر دے، یہی راور ایک دوسرا لشکر مجھے دیکھے کہ میں دوبارہ جا کے خاص ایطالیہ پر حملہ کر دوں اور رومیوں کو اُن کی دست درازیا پر سزا دوں۔

ہنسی بال کے اس مشورہ پر اٹیٹو گوس پہلے تو خوش ہوا۔ اور یونان کے علاقہ آے طلیا پر چڑھائی بھی کر دی، مگر ہنسی بال کو لشکر دے کر اٹیٹو لیا پر روانہ کرنے کے بجائے اُسے اس الوداعی کے سفر سے روک دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ دل میں وہ ہنسی بال کی ناموری و شجاعت پر حسد کرتا تھا اور یہ نہ چاہتا تھا کہ فتح مندی کا سہرا ہنسی بال کے سر رہے۔ خود وہ لشکر لے کے جو یونان کی طرف چلا تو جزیرہ یوٹوا میں پہنچ کے ٹھہر گیا۔ امداد یا عیش پرستی اور رنگ رلیوں میں پڑا کہ لڑائی کی تیاری کا زمانہ نفس پروری میں صرف کر دیا یہاں تک کہ ناگہاں خبر آئی کہ رومی لشکر قریب آ پہنچا۔ یہ سن کے اٹیٹو گوس ایشیائے کوچک میں واپس آیا۔

رومی لشکر کا سپہ سالار اس فہم میں اس کی پیو تھا۔ اور اس کا بھائی افریقائوس اعظم اسکے نائب کی حیثیت سے ساتھ آیا تھا۔ کوہ سپی لوس کے قریب دونوں لشکروں میں ایک بڑا بھاری میدان کارزار گرم ہوا جس میں اٹیٹو گوس کو کھلی شکست ہو گئی۔ اور ہنسی بال کی بتائی ہوئی تدبیریں خاک میں مل گئیں۔ اس عہد کے نام در ترین اور اعظم ترین سپہ سالاروں افریقائوس اور ہنسی بال میں سے ایک بھی اتفاقاً اس میدان میں موجود نہ تھا۔ افریقائوس تو بیماری اور ناسازی طبع کی وجہ سے عرصہ گزر دیا میں شریک نہ ہو سکا اور ہنسی بال شہر پام فیلیہ میں محصور ہو گیا تھا۔ لیکن لوگوں کا بیان ہے کہ اس زمانہ کے قریب ہی اُن دونوں سپہ سالاروں میں دوستی ہو گئی اور اُس کی پیو نے ایک دن اثنائے گفتگو میں ہنسی بال سے پوچھا ”تھارے نزدیک دنیا میں سب سے بڑا سپہ سالار کون ہے؟“ ہنسی بال نے کہا ”سکندر“ پوچھا ”اس کے بعد؟“ جواب دیا ”پرتھوس“ سوال کیا ”اچھا پرتھوس کے بعد؟“ بولا ”یس“ اُس کی پیو نے پوچھا ”اچھا اگر میرے مقابلہ میں تم کو فتح حاصل ہو جاتی تو کیا کہتے؟“ اس کے جواب میں قرتاجنہ کے بڑے سپہ سالار نے

کہا "تو سکندر کے بعد دو سو ساڑھے سال میں اپنے آپ ہی کو قرار دیتا"۔
 لڑائی کے بعد پھر جب صلح ہوئی تو رومیوں نے اٹلیو گوس کے ساتھ یہ شرط
 کی اور اس پر بہت اصرار کیا کہ وہ اتھنی بال کو اپنے دربار سے نکال دے۔ اس کی پیروی
 نے ایک بہادر اور شریف دشمن کے ساتھ ایسے بے رحمی کے سلوک کو جنہیں پسند کیا
 اور سخت مخالفت کی، لیکن اس کی کچھ نہ چلی اور اتھنی بال کو مجبور ہونا پڑا کہ اپنی زندگی
 کے آخری بڑا پے کے دل بستی نہ میں جا کے بسر کرے۔ اور وہاں کے بادشاہ
 پردیاس کی حمایت میں پناہ لے۔ جب رومیوں کو اس کی خبر ہوئی تو اسکے تعاقب
 میں وہاں بھی پہنچے اور شاہ پردیاس سے بھی اتفاقاً شروع کیا کہ اتھنی بال کو بچا
 قلمرو سے نکالے، رومیوں کی یہ حالت دیکھ کے آخر کار اتھنی بال نے دل شکستگی
 اور ہر طرف سے تالے جانے کے باعث یہ جملہ کہا کہ "میں خود ہی رومیوں کو
 ایک بوڑھے شخص کی دہشت سے آزادی دلادوں گا" اور جام زہری کے اپنی
 زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

لوقیوس اس کی پیروی کو اب ایشیا طوقس کا خطاب دیا گیا۔ لیکن اس کے روم
 پہنچنے کے ایک سال بعد مارکیوس پورقیوس کاٹو نے اسے اپنے سامنے طلب
 کیا کہ ہم شام بعد وہاں اپنے داماد حکمرانی کا حساب پیش کرے۔ آفریقانوس کو
 اپنے بھائی کے ساتھ ایسا سلوک ہونے اور اس کے خلاف اس قسم کا الزام قائم
 کئے جانے سے سخت صدمہ ہوا اور زبردستی اسے عدالت کے قبضہ سے نکال لے
 گیا۔ اس پر برہم ہو کر کاٹو نے یہ کارروائی شروع کی کہ خود آفریقانوس سے
 قرطاجینہ کے مال غنیمت کا حساب طلب کیا۔ آفریقانوس کا چال چلن ہمیشہ دیانتدار
 اور ہنرمند ہی راست بازی کا رہا تھا۔ جب اس پر الزام عائد کیا گیا تو اس نے
 جواب دہی میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ محض پیشی کے دوسرے دن صبح اُس

وقت جبکہ لوگ اپنی اپنی کرسیوں پر آکے بیٹھ چکے اور اجلاس کرنا شروع کیا، چلاکے کہا ”آج کا دن میری فتح زاما کا دن ہے جس دن ہر سال خوشی کی عید منائی جاتی ہے یہاں بیٹھ کے گپیں اڑانے سے کیا حاصل؟ چلیے دیوتاؤں کا شکریہ ادا کریں۔“

اس تقریب کے یاد آتے ہی سینٹ نے اپنا اجلاس ملتوی کر دیا اور اس کی پیوسب لوگوں کے کیپٹل (قلعہ) میں گیا۔ وہاں قربانی کی رسم ادا کی۔ اور سیدھا شہر سے بھلا چلا گیا اور کسی کو اتنی جرات نہ ہوئی کہ اُسے رد کئے، شہر سے نکل کے وہ براہ راست زمینداری میں گیا جو تہی ٹرنوم میں تھی اور وہیں اپنی ماندہ زندگی صرف کر دی اور مرتے وقت وصیت کر دی کہ میں یہیں دفن بھی کیا جاؤں، تاکہ میرے ناشکر گوارہم وطنوں کو میری ہڈیاں بھی نصیب نہ ہو سکیں۔

۳۷۷ء قبل محمدؐ میں وہ پیونڈ زمین ہوا۔ اسی سال جمعی بال نے بھی اپنی زندگی ختم کی تھی اور اسی سال ایچا والوں کے بہادر سپہ سالارانی لوپے مون کی زندگی کا چراغ بھی گل ہوا جو یونانی عظمت و شان کی آخری یادگار کہلاتا تھا۔ اُس غریب کو مستی نیا والوں نے گرفتار کر لیا تھا اور نہایت ہی شرمناک طریقے سے بے چارے کی جان لی۔

فصل سوم

یہود پر جو دستور ۳۸۷ء قبل محمدؐ سے ۶۶۸ء قبل محمدؐ تک

کتاب ہمد قدیم یعنی توراۃ کی کتاب دانیال میں انطیوگوس اعظم کی لڑائیوں کے بارے میں مشین گوئی کی گئی ہے۔ اُس کے زمانے میں بنی اسرائیل کو بڑے بڑے مظالم برداشت کرنا پڑے۔ اس لیے کہ ان دنوں فرماں روا اُسے شام انطیوگوس اور تاجدار مصر بطلیموس کے فی مابین جو لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اُن کا میدان جنگ

ارض یہود دا بنی ہوئی تھی انطیوگو س نے ملک فارس پر چڑھائی کی اور ایران کے شہر انی مائس کے معبد کو لوٹ رہا تھا کہ ۵۸۵ قبل مسیح میں اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا اور اس کا بیٹا سلوٹوس تخت پر بیٹھا۔ یہ سلوٹوس کتاب دانیال میں ”محصول بڑھانے والے“ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اس نے اپنی زبردستی کی ہوس میں ملوڈورس نام اپنے ایک سردار کو روانہ کیا کہ بیت المقدس میں حرم ربانی یعنی ہیکل سلیمانی کے خزانے میں جو کچھ ملے اٹھالے جائے۔ یہود اس کے مقتدا سے اعظم ادنیاس کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کیا اور نہایت ہی حضور قلب اور خضوع و خشوع سے دُعا مانگی۔ اور خدا کی مدد و حمایت کا غواستگار ہوا۔ اگلے زمانے کی اکثر دُعاؤں کی طرح یہ دُعا بھی قبول ہوئی اور ملوڈورس نے جیسے ہی ارادہ کیا کہ مقدس و محترم ہنزاہ کے مکان میں قدم رکھے ناگہاں ایک نہایت ہی خوبصورت شان و شوکت اور رعب و دبدبے کا سوا زرق برق اسلحہ لگائے اُد اپنی ہی سی عظمت و جبروت کے دو اور سواروں کو اپنے ہمراہ لیے ہوئے نمودار ہوا۔ اور تلوڈورس کو ڈھکیل کے نیچے گرادیا اور اتنے کوڑے مارے کہ نہ اُس کے ہوش و حواس بجا رہے۔ اور نہ اُس میں بات کرنے کی طاقت رہی۔ تلوڈورس کے ہمراہیوں نے گھبرا کے ادنیاس کے سامنے التجا کی کہ خدا کے لئے ہمارے سردار کو بچائیے۔ ادنیاس نے ترس کھائے اس کے بچنے کی دُعا کی۔ اور وہی فرشتہ نماصورتیں پھر نمودار ہوئیں۔ اور تلوڈورس سے کہا کہ ”اس مقدس مقتدا کی سفارش و شفاعت سے تمہاری جان بخشی کی جاتی ہے“ لوجاؤ اور خدا کے ان نمایاں کاموں کی دُنیا میں اشاعت کرو!! اس طریقہ سے خدا کے ان منتخب و برگزیدہ لوگوں کو پھر ایک بار یقین دلایا گیا کہ خدا کا فرشتہ اُن کی حفاظت و حمایت کے لئے اُن کے حرم کے آس پاس موجود رہا کرتا ہے۔ جس کے

نقصہ سے انھیں ہمیشہ خائف رہنا چاہیے۔

ہلیوڈورس نے یہاں سے جا کے اپنے مالک سیلیئس کو زہر دے دیا۔ اور انطیوگوس اعظم کے دوسرے بیٹے انطیوگوس آپے فامس نے تخت و تاج پر غصبا قبضہ کر لیا۔ اس نئے تاجدار شام کی شریر النفسی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اور بے انتہا غلام تھا۔ اُس کے ساتھ اس کی لغویت اور بے عقلی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ سلطنت کے تمام ارکان اور ساری رعایا کو اُس سے نفرت ہو گئی۔ اس کی یہ حالت تھی کہ شراب کے نشہ میں بدست و مدہوش سفید کپڑے پہنے ہوئے انطاکیہ کی سڑکوں پر مارا مارا پھرتا اور راہ گیروں کو تپھر کھینچ کھینچ کے مارتا۔ میلوں اور مذہبی عیدوں میں خود اپنے دیوتاؤں کی پرستش کا اُس نے کچھ ایسا طریقہ اختیار کیا تھا کہ لوگوں کو اُس کی عبادت گزار میں بجائے پرستش کرنے کے معبودوں کا مضحکہ اڑانے کی شان نظر آتی اور مذہب کی اس توہین و تضحیک کے ساتھ ساری رعایا کو جبریہ تاکید تھی کہ دیوتاؤں کی پوجا میں کوئی کوتاہی نہ کریں چاہے اس مذہب کے پیرو ہوں یا نہ ہوں۔ یہودیوں جب اُس کے یہ احکام پہنچے تو آونیاس کے بے دین بھائیوں نے اُسے مسداقتہ اسے نکالی دیا اور خود مقتدائے روم بن گئے۔ حالانکہ آونیاس نیک نفس و پاک باطن اور اچھا مقتدا تھا اور وہ بے دین تھے۔ چنانچہ مقتدائی کی سند پر قبضہ پاتے ہی انھوں نے بادشاہ کی تجویزوں کی حمایت شروع کی اور یروشلیم (بیت المقدس) کی آبادی کے اندر یونانیوں کی بُت پرستی کے لئے ایک رتبہ کھینچا۔ اور لوگوں کو اجازت دی کہ سنت زنی وغیرہ کی ورزشیں اور اس قسم کی اور کثرتیں جاری کریں۔ اُن کا تماشاجوش و خروش سے دیکھیں اور ان کے لئے بیت المقدس کی عبادت چھوڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک ایسے تکلیف و مصیبت کے مرض میں مبتلا ہو گیا کہ کسی حال میں چین نہ آتا تھا اس کے ساتھ اُس کے دل پر اپنے نظام مقدس چیزوں کی بے ثمستی اور سچے موجدوں کی آزار رسانی کی روحانی تکلیف اس مرض کی تکلیف سے کچھ کم نہ تھی۔ جہاں جناب سرور کائنات سے ۳۳۷ برس پہلے وہ مر گیا اور اس کا بیٹا انطیوگوس یو پا تو ر اُس کا جانشین ہوا۔ سکائینوس اور اس کے ہمراہیوں کے مقابلہ پر اُس نے بھی لڑائی جاری رکھی اسی اثنا میں انطیوگوس کے چچا زاد بھائی امیٹروپس نے اسے تخت سے اتار دیا اور اُس کے ساتھ ہی یہود نے رومیوں سے دوستی و صلح کی درخواست کی۔ لیکن قبل اس کے کہ ان کے سفیر رومیوں کے پاس واپس آئیں ان دین دار یہودیوں اور اُن بے دین اسرائیلیوں سے جو رومیوں کے اثر سے بت پرست ہو گئے تھے ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں دین داروں کو بڑی بھاری شکست ہوئی۔ مگر یہود اس کے بھائی جو نے تھن کے جھنڈے کے نیچے دیندار یہودیوں نے پھر جمع ہو کر بڑی بڑی بہادریاں دکھائیں۔ اور روز بروز اپنے ہم قوم دشمنوں سے زیادہ حقوق حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ ۷۰ سال قبل مسیح میں انھوں نے ایک نئی سند حکمرانی و فرمان روائی حکومت شام اور دولت روم دونوں سے حاصل کر لی اور تسلیم کر لیا گیا کہ وہ آزاد اور خود مختار ہیں۔

مگر ان خدا پرست یہودیوں میں بھی لوگوں کے دلوں پر خود غرضیاں طاری تھیں۔ جو نے تھن کو اُس کے بھائی شمعون نے دغا بازی کی راہ سے مار ڈالا اور قومی حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر یہودیوں کا فرماں روا بھی بن گیا اور مقتدائے اعظم بھی قرار پایا۔ شمعون کے بعد اس کا بیٹا یہودیوں کا حکمران و مقتدا ہوا اور اس کے بیٹے اسطوبولس کو کچھ ایسی عزت و عظمت حاصل ہو گئی کہ اُس نے بادشاہی کا لقب بھی اختیار کر لیا۔

ان میں سے پہلے مقدائے یہود کے بیٹے ادنیاس کو انطیوکس آئے پی فالنس نے جلاوطن کر دیا تھا۔ وہ بیت المقدس سے بھل کے مصر میں گیا اور وہاں یہودیوں کی ایک بڑی نو آبادی قائم کر لی۔ اور اپنا ایک معبد بھی تعمیر کر لیا جو اس سے پیشتر کبھی زمانہ میں آئی سس ویلنا کا مندر قرار دیا گیا تھا۔ اس طریقہ سے اشعیا پیغمبر کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ ”مصر کے پانچ شہر کنعانی زبان بولیں گے۔“

فصل چہارم

یونان کا کلیتہً مفتوح ہو جانے (۳۳۶ء قبل محمدؐ سے ۳۳۶ء قبل محمدؐ تک) اسی نوسفالہ کی شکست کے بعد سے مقدونیہ کا بادشاہ فلپ دولت روم کا مطیع و مقادار ہو لیکن دلی ہی دلی میں اُسے رومیوں سے سخت نفرت تھی اور ان کی جانب سے اس کے سینہ میں بغض و عناد کے بڑے کچھ نہ تھا اُس کے ان دلی جذبات و خیالات کا وارث اس کا بیٹا پرسیوس ہوا۔ اُس نے ۳۵۶ء قبل محمدؐ میں مقدونیہ کے تخت پر قدم رکھا اور تخت نشین ہوتے ہی آزادی حاصل کرنے کی ایک آخری کوشش کی چنانچہ مقدونیہ اور روم میں لڑائی چھڑ گئی۔ جس نے یونانیوں کی بہادری سے طول کھینچا۔ جب اس جنگ و پیکار کو ایک مستند زمانہ گزر گیا تو رومۃ البحر سے لوقیوس امبیلیوس پوپلوس جس کا باپ کانیا میں مارا گیا تھا پرسیوس کے مقابلہ پر بھیجا گیا۔ اُس نے لڑائی میں بڑے بڑے کار نمایاں دکھائے اور آخر ۳۳۹ء قبل محمدؐ میں پیڈوا کے میدان میں اس نے پرسیوس کو شکست دے دی۔ پرسیوس بے دست و پا ہو کے بھاگا اور شکستہ حالی سے ادھر ادھر مارا پھرتا تھا کہ شہر سمودراتہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ جب وہ گرفتار کر کے لوقیوس کے سامنے لایا گیا تو التجا کی کہ میرے ساتھ اور جو سلوک چاہے کیا جائے مگر میں ٹرانف کے جلوس میں نہ نکالا جاؤں، اسکا

پیچیدہ اور گول گول جواب لوقیوس نے یہ دیا کہ "جس مہربانی کی تم مجھ سے درخواست کرتے ہو وہ تمہیں خود اپنی ذات سے حاصل ہو سکتی ہے" مطلب یہ تھا کہ تمہیں اختیار ہے چاہو تو خود کشی کر کے اپنے آپ کو اس ذلت سے بچالو۔ رومیوں میں سچی خدا پرستی اور کسی سچی شریعت کے نہ ہونے کا ایک نمونہ یہ بھی تھا کہ خود کشی کو بہادری اور بلند حوصلگی تصور کرتے تھے۔ حالانکہ سچ یہ ہے کہ مصیبت سے بچنے کے لئے جان دے دنیا ایک نہایت ہی ذلیل و بزدلانہ فعل ہے۔

لوقیوس علی العموم ایک شریف النفس آدمی خیال کیا جاتا تھا اور یونانیوں کے علم و دھن کی نہایت ہی قدر کرتا تھا مگر باوجود اس کے جب رومی سیزٹ کے پاس سے اس مضمون کا فرمان صادر ہوا کہ علاقہ ایپائرس کے کم از کم ستر شہروں میں رومی سپاہیوں کو لوٹنے اور تاراج کرنے کا موقع دیا جائے تو اس نے نہ اس کوئی عذر کیا اور نہ ذرا تامل بلکہ فوراً لوٹ مار کی اجازت دے دی۔ اور واپس آ کے شہر روم میں ایک اعلیٰ درجہ کی ڈرائفٹ کا لطف اٹھایا۔ دریائے طلی میر کے دہانے سے روم تک کبریٰ تک خود پرسیوس کے شاہی بھرے میں بیٹھ کے سفر کیا اور وہاں پہنچتے ہی بڑے بھاری جلوس اور بڑے کرد فر کے ساتھ کیٹیل یعنی قلعہ روم میں اس شان سے داخل ہوا کہ آگے آگے وہ تھا اور اس کے پیچھے پیچھے یونان کا بد نصیب بادشاہ طوق و سلاسل پہنے ہوئے جا رہا تھا اور سر سے پاؤں تک حسرت و یاس اور مذمت و غیرت کا مجسم ٹیلا معلوم ہوتا تھا۔ اس تذلیل کے بعد پرسیوس شہر آلبا میں بھیج دیا گیا جہاں اس نے اپنی حسرت نصیب زندگی کے باقی ماندہ دن پورے کئے۔

سلطنت مقدونیہ کے اتھینا کے بعد رومیوں نے اپنے اصلی اور حقدار دوست اہل ایطولیہ کے ساتھ کچھ ایسا برتاؤ کیا کہ وہ ان کی مخالفت پر اٹھ کھڑے

ہوے مگر بیچاروں میں اتنا دم کہاں تھا۔ دم بھر میں کچل کے رکھ دئے گئے اور روم کی سینٹ نے صرف اتنے جرم پر کہ ایچیا والوں کی لیگ نے ایتالیاہ والوں کے شریک کرنے کا فقط ارادہ کیا تھا ان سے استدعا کی کہ اپنے ایک ہزار اہل شہر کو قیدیوں کی طرح اسیر کر کے روم میں بھیج دو۔ اس حکم کے بموجب جو یونانی قیدی روم میں گئے ان میں سب سے زیادہ ممتاز اور معزز پولی بیوس مورخ تھا جو شہر مگالوپولس کے ایک معزز شخص کا بیٹا تھا۔ روم میں آ کے وہ ایلی لیوس کا بہت بڑا دوست ہو گیا اور ایلی لیوس نے اپنے دو بیٹے تعلیم و تربیت کے لئے اسکے حوالے کئے جن میں سے چھوٹے لڑکے کو افریقانوس کے بیٹے اس کی بیوی نے اپنا متبنی بنا لیا۔ اور وہ ایلی لیوس کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ جلاوطنان یونان سترہ سال تک رومۃ الحبریٰ میں رہے، اس مدت میں انھوں نے بار بار داپس وطن کے لئے التجا کی اور درخواستیں پیش کیں مگر سماعت نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ایلی لیوس نے مجسٹریٹ کاٹو سے سفارش کی کہ اس کے بارے میں آپ اپنے اثر سے کچھ کام لیجئے اور اس کے بعد جب سیلٹ میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو کاٹو نے اُسٹ کے کہا "اس موقع پر یہ سوال کرنا غالباً محض اوقات ہی ضائع کرنا ہو گا کہ آیا یہ بد نصیب یونانی بڑھے اپنی بڑیاں سرزمین ایتالیاہ کے سپرد کریں گے یا ایچیا میں لے جائیں گے۔ اس کی اس تقریر کا ایسا اثر ہوا کہ بعض لوگوں میں رحم کا جوش ہوا اور ان کے براہمختہ ہو جانے سے آخر کار غریب و مظلوم یونانیوں کو واپسی وطن کی اجازت ملی۔

رومیوں نے فتح کرنے کے بعد یونان کی گردن پر حکومت کا جو بھاری چوارکھ دیا تھا وہ اس قدر سخت اور غیر مہفمانہ تھا کہ آخر تھک کے اور عاجز آ کے ایچیا والوں نے پھر مخالفت میں ہاتھ پاؤں مارنا شروع کئے۔ اس بغاوت کا حال معلوم

ہوتے ہی رومیوں کی طرف سے لوقیوس مومیوس اُن کی سرکوبی کے لئے آیا۔ سرکش
 حایان وطن سے لڑا، نہایت آسانی سے انھیں شکست دی اور کوزتھ میں داخل
 ہو کے شہر کو لوٹا۔ خوب تاخیر و تاراج کیا اور اُس کے بعد کوزتھ میں آگ لگا دی۔
 تاکہ لٹے ہوئے مکانوں کا نام و نشان بھی نہ باقی رہے۔ مختلف قسم کی دھاتوں کا جو
 سامان آرائش اُمرا کے مکانوں اور بُت خانوں میں تھا آگ کے شعلوں میں پگھلا۔
 اور ان سب کے میل سے ایک خاص قسم کی مرکب ورنی دھات بن گئی جو کوزتھی میں
 کے نام سے مشہور ہوئی اور بُت سازی کے لئے وہ بہترین دھات تصور کی جاتی تھی
 اس لوٹ میں منتخب زمانہ تصویروں، مورتوں اور ہر قسم کی صنعتوں کا ایک بڑا
 بھاری ذخیرہ رومیوں کے ہاتھ آیا۔ مومیوس ایک خشک مزاج جاہل پتلے پی بیانی مافی
 تھا۔ اس نے ان چیزوں کی قدر صرف اس وجہ سے کی کہ اوروں کو اُن کی قدر کرتے
 دیکھا اور ان چیزوں کو ہزار ہا لاکھ ہزار والوں کے سپرد کرتے وقت جب اُس نے
 یہ فقرہ کہا کہ ”دیکھو اگر ان میں سے کوئی چیز بھی تلف ہوئی یا کھوئی تو تم سے نئی بھر
 لی جائے گی۔“ تو بہت سے متین اور ہندب لوگوں کو بے اختیار ہنسی آگئی۔ مگر باد جو
 اس جہالت اور بے تیزی کے وہ بہت شائستہ و تعلیم یافتہ رومیوں سے زیادہ دیانتدار
 تھا۔ اس لئے کہ مال غنیمت میں سے کوئی چیز بھی اُس نے اپنے قبضہ میں نہیں کی، بلکہ
 جو کچھ ہاتھ آیا۔ اسے سلطنت کی جائداد تصور کر کے روم بھیج دیا۔ مالی غنیمت کی ان
 چیزوں میں سے کسی ایک کی قیمت بھی اُس نے نہیں لی۔ رومنہ البحر میں داخل
 ہوتے وقت ٹرائف کے موقع پر تو اُن سب چیزوں کو اُس نے اپنے حلوں میں کھایا
 لیکن ٹرائف کے بعد ہی اس نے اس سارے ساز و سامان اور اُن قیمتی اشیاء کو
 سلطنت کے حوالہ کر دیا کہ اُن سے دار السلطنت کی پبلک عمارتوں کی آرائشی میں
 کام لیا جائے۔

کارتھ کی تاخت و تاراج اور اس کی تباہی و بربادی کا یہ واقعہ ۱۶۹۶ قبل
محمد میں پیش آیا۔ اور اسی پر یونان کی باقی ماندہ آزادی کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ اب
ملک یونان روم کا ایک صوبہ تھا جو ترکی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، اور اب
چونکہ یونان مملکت روم کا ایک صوبہ تھا، لہذا اس کے بعد سے اس کے عروج
وزوال کے واقعات اور اس کی پوری قسمت اپنے مالک رومیوں کے عروج
وزوال اور ان کی قسمت سے وابستہ تھی۔ ایشینہ (ایتھینز) اب بھی علم و فضل اور
حسن و جمال کے اعتبار سے روم کے تمام صوبجات میں شہرت و امتیاز رکھتا تھا
اور نو عمر رومیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے وہ ایک قسم کا کالج قرار پانچا تھا۔

فصل پنجم

قرطاجنہ کی تیسری لڑائی ۲۰۱ء قبل محمد سے ۱۸۱ء قبل محمد تک،

رومیوں نے اپنی جس گذشتہ فتح کے ذریعہ سے قرطاجنہ کی قوت توڑ دی
تھی اُس پر انھیں اطمینان نہ تھا۔ لہذا اُن کے دل میں ٹھنی ہوئی تھی کہ جس
طرح بنے اپنے پُرانے دشمن اہل قرطاجنہ کو وہ پوری طرح تباہ و برباد کر دیں
تاکہ انھیں پھر کبھی سر اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکے اس خیال کے ذہن نشین
ہونے کے باعث وہ قرطاجنہ سے لڑائی چھیرنے کے لئے کوئی بہانہ ڈھونڈ
رہے تھے۔

ایسے موقع کے حاصل ہونے کے لئے انھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا اور
ایک بہانہ ہاتھ آ ہی گیا۔ نوید یا یعنی مراکش کے پُرانے بادشاہ ماسیلس
سے رومیوں سے دوستی تھی اور اس کا متول تھا کہ بار بار قرطاجنہ کی طرف میں گھس
لوٹ مار کرتا اور رعایا میں سے اکثر لوگوں کو پکڑ لے جاتا تھا اور قبل اس کے کہ

کوئی مزاحم ہو واپس چلا جاتا، کیا عجب کہ اس کی یہ بے باکیاں خود رومیوں کے اشارے سے ہوں۔ قرطاجنہ والوں نے جب دیکھا کہ نو میدان والے اپنی ان کارروائیوں سے کسی طرح باز نہیں آتے تو ان کے مقابلہ کے لئے ہتھیار اٹھائے، ادھر وہ میدان والوں سے لڑنے کو تیار ہوئے اور ادھر دولت روم سے پیام گیا کہ تمہارا یہ فعل خلاف معاہدہ ہے کیونکہ تم اقرار کر چکے ہو کہ ہمارے کسی دوست سے نہ لڑو اور آسمانی نسل سا ہمارا دوست ہے۔ یہ پیام ہی نہیں گیا بلکہ محض اسی بنیاد پر دولت روم نے قرطاجنہ کے مقابل اشتہار جنگ دے دیا۔

قرطاجنہ والے اپنی موجودہ کمزوری کو جانتے تھے جب ان کے قبضہ میں لڑائی کے اعلیٰ درجہ کے جواز لڑائی کے ہاتھی۔ قواعد وال سپاہیوں کا لشکر اور تہی بال ایسا زبردست سپہ سالار موجود تھا اس وقت تو رومیوں سے پیش نہ پاسکے۔ اب اس کمزوری اور بے دست و پائی کے زمانہ میں ان کے لئے بھلا کیا امید ہو سکتی تھی؟ اسی خیال سے لڑائی سے بچنے اور رومیوں کی استمالت میں انھوں نے کوئی کوشش اٹھانیں رکھی۔ انھوں نے صاف اقرار کر لیا کہ دولت روم کی ناراضی دور کرنے کے لئے ہم ہر کام کے لئے تیار ہیں اور جو شرطیں پیش کی جائیں چاہے وہ کیسی ہی سخت ہوں ہم قبول کر لیں گے۔ اسی قدر نہیں۔ انھوں نے ضمانت کے طور پر کھنیل پیش کر دیے۔ اپنے اسلحہ والے کو دے۔ اپنے شہر کی قلعہ بندی بھی مسمار کر دی۔ مگر سب بیکار ہوا۔ رومیوں نے دل میں ٹھان لی تھی کہ قرطاجنہ کو تباہ ہی کر کے دم لیں گے۔ لہذا کچھ سماعت نہ کی۔ اور ان کی عاجزانہ درخواست کا جو جواب دیا گیا تھا یہ تھا کہ ”رومۃ الجبرائی کی سینٹ کو سوا اس کے کہ تمام اہل قرطاجنہ اپنے شہر کو چھوڑ کے سمندر سے دور کسی اندرون حصہ ملک میں چلے جائیں۔ اور وہاں اپنے لئے نیا شہر بنالیں جو ساحل سے بہت دور واقع ہو، اور قرطاجنہ بالکل

سمار کر دیا جائے اور کسی طرح سے اطمینان نہیں ہو سکتا۔ یہ ایسی بات تھی جس کو قرطاجنہ والے کسی طرح قبول نہ کر سکتے تھے۔ سب نے متفق اللفظ کہا "اس کارروائی سے قوم جانا بتر ہے" اور تیار ہو گئے کہ جب تک دم میں دم ہو لڑیجے مگر وطن اور مکانوں کو اپنے جیسے ہی پامال و سمار نہ ہونے دیں گے، زن و مرد اور ننھے ننھے بچے تک مجبٹ تھے کہ جس طرح بنے جلدی جلدی اپنے شہر کی دیواریں پھر بنالیں۔ لوہا، پیکل، تانبہ یا جو کوئی دھات خانہ داری کی چیزوں اور برتنوں وغیرہ میں نظر آیا سب کو گلا کے ہتھیا بنا لئے گئے۔ یہاں تک کہ سونے اور چاندی کے زلے بھی اسی ضرورت کے لئے گلا ڈالے گئے اور عورتوں کو بجائے اس کے کہ ناک کان یا گلے میں کوئی زیور پہنیں یہ زیادہ اچھا معلوم ہوا کہ حامیان وطن کے ہاتھ میں کوئی حربہ ہو۔ قرطاجنہ کے زن و مرد میں اس دقت جو جوش و خروش تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مخفیوں کے لئے رستوں کی ضرورت ہوئی تو نازک بدن و نازنین خاتونان قوم نے اپنی لمبی گھونگھروار زلفیں کاٹ دیں اور کہا جاؤ انھیں بٹ بٹ کے رستیاں بناؤ۔

روس کی طرف سے اس کی یومیلیانوس (جس کی سفارش سے یونانیوں کو غلامی و اسیری سے آزادی اور واپسی وطن کی اجازت ملی تھی) ان لوگوں کے مغلوب و مقہور کرنے کی خدمت پر مامور ہوا۔ وہ ایک بڑا لشکر عظیم لے کے ساحل افریقہ پر اتر اور قرطاجنہ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن مسلسل ایک سال تک یہ حالت رہی کہ اس کی پوکی تمام کوششیں یہاں کے بد نصیب اور جان پر کھیلنے والے باشندگان شہر کی جاں فشانیوں کے مقابل ناکام ثابت ہوتی رہیں۔ اہل قرطاجنہ بھوک پیاس اور ہر طرح کی بلاؤں میں مبتلا تھے اور اس کے ساتھ ان میں باہمی پھوٹ بھی تھی۔ لیکن رومیوں کے سامنے لڑائی سے کسی طرح قدم

نہیں ہٹاتے تھے لیکن رومیوں سے پیش پانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ آس کی پیونے جب لڑ بھڑکے شہر پناہ پر قبضہ کر لیا تو قرطاجنہ کے ہر بلند اور مضبوط مکان کا دروازہ بند ہو گیا اور ان کا ہر گھر رومیوں کے مقابلہ میں ایک قلعہ بن گیا اور مدت تک یہی حالت رہی کہ اہل قرطاجنہ کا ہر مکان رومی سپاہیوں سے لڑنے والی ایک زبردست گر تھی مٹی اور بغیر سخت لڑائی اور مار دھاڑ کے رومی اس پر قبضہ نہ کر سکتے تھے۔ ان لڑائیوں میں آس کی بیو کے بھی ہزاروں سپاہی کٹ گئے اور سڑکوں، گیلوں میں آتش زدگی اور خونریزی روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی۔ مگر قرطاجنہ ان کارروائیوں سے سمار و تباہ بھی ہوتا جاتا تھا۔ اس عظیم الشان شہر کی تباہی و پامالی کا منظر ایسا عبرتناک اور جگر خراش تھا کہ باوجود اپنے سپاہیوں کے مارے جانے کے جوش اور غیظ و غضب کے خود آس کی بیو بھی تاب نہ لاسکا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ یہ ہوئی کہ قرطاجنہ کے عظمت و جبروت کو اس بے رحمی سے خاک میں ملے دیکھ کے اس کے دل میں خیال گور کہ ممکن ہو کبھی رومنہ البحر ہی کو بھی ایسا ہی زوال نصیب ہو اور اس کی عالیشان عمارتوں سے بھی یوں ہی تیلے بلند ہوں

الغرض بد نصیب اہل قرطاجنہ کا کچھ دور نہ چلا اور رومی سینٹ کے حکم سے پرانا عظیم الشان شہر قرطاجنہ کلیۃً تباہ و برباد اور پوری طرح تباہ و سمار و پامال کر دیا گیا۔ باشندوں میں سے جو جیتے بچے وہ گرفتار کر کے غلاموں کی طرح بیچ ڈالے گئے اور گرد کا ملک جو قرطاجنہ کی قلمرو میں شامل تھا روم کا ایک پامال حوادث صوبہ بنالیا۔ یہ عبرت خیز واقعہ ۱۴۷ء قبل محمدؐ کا ہے۔ بے رحم رومیوں کے ہاتھوں یہاں بھی دیسے ہی مظالم اور سنگ و لی کے کرشمے نظر آئے جیسے کہ انھیں کے ہاتھوں سے چند روز پہلے یونان کے شہر کوڑتھ میں نظر آچکے تھے۔

اس کی پیونج و نصرت کے پھر برے اڑاتا ہوا روم میں واپس آیا، حسب معمول اُسے ایک عالی شان ٹرائفٹ کی عزت ہوئی اور افریقانوس کا مغز خطاب دیا گیا۔ اس کے بعد ہی وہ ہسپانیہ میں بھیجا گیا۔ اس لئے کوکلت لوگ رومیوں کی غیر منصفانہ فعل اندازیوں کی مزاحمت بڑے جوش و خروش اور بڑی بہادری سے کر رہے تھے وہاں کا شہر نیومان ثیا اس کے مقابلہ میں سسل دو سال تک لڑتا رہا اور آخر قوط کی حبیب مصیبتوں اور تکلیفوں کے بعد جب شہر مذکور کے لوگوں کو نظر آیا کہ اب ہم میں بالکل دم نہیں باقی رہا ہے تو ان یاس نصیب نامرادوں نے بعوض اس کے کہ بے رحم دشمنوں کے آگے سر جھکائیں باہم غزیری کر کے اور ایک دوسرے کو قتل کر کے اپنی زندگیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور نامی سپہ سالار روم افریقانوس کو دوبارہ نظر آیا کہ جس کسی میدان کا وہ میدان ثابت ہوتا ہے، وہ تباہی دیا مالی ہی کا منظر ہوتا ہے۔ افریقانوس کے اخلاق اور ذاتی خصائل کا لحاظ کیا جائے تو وہ ایک ہر بان رحمدل، الم العزم اور فیاض سردار تھا۔ لیکن دیگر سرداران روم کی طرح سلطنت کے ظالمانہ احکام کی تعمیل و بجا آوری میں اسے بھی کوئی عذر و تامل نہ ہوا کرتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ کسی مغلوب و مقهور شخص کے پامال و تباہ کرنے سے اپنی عظمت میں فرق نہیں آتا ہے۔

اسی زمانے کے قریب پرگاموس کے آخری بادشاہ اطالوس نے اپنی سلطنت و دولت روم کے سپرد کر دی اور رومیوں کا قدم ایشیائے کوچک کی سرزمین پر مضبوط جمادیا جس کے وسیع کرنے اور اس کے حدود کے آگے بڑھانے میں رومیوں نے کبھی کمی نہیں کی۔ اگرچہ اس کوشش میں انھیں بڑی بڑی خطرناک لڑائیاں لڑنی پڑیں۔

بارہواں باب

رومیوں کی پوٹیکل پارٹیاں (۱۴۱۷ء قبل محمدؐ سے ۱۶۰۰ء قبل محمدؐ تک)

فصل اوّل

گراتاچی (۱۴۱۷ء قبل محمدؐ سے ۱۶۰۰ء قبل محمدؐ تک)

اب اس باب میں رومیوں کا نیاز مانہ شروع ہوتا ہے جیسی مصیبتیں پہلے رومیوں کے ہاتھ سے دوسری قوموں کو پہنچتی رہی ہیں ویسی ہی اب رومنہ العجریٰ کو اپنے باہمی جھگڑوں، سینٹ اور رعایا کے اختلاف کی دہر سے ہونے لگی تھیں۔ گویا اپنے مظالم کا بدلہ رومیوں کو خود اپنی ہی ذات سے لینے لگا تھا۔ ان نزاعوں کی دہر سے سڑکوں پر روز خون ریزی ہوتی اور آگے دن قتل و خون کا بازار گرم رہتا اور آخر کار انھیں فتنہ انگیزوں کی بدولت وہ پرانی آزادانہ جمہوریت بھی تشریف لے گئی۔

پہلے پہل جس نے روم میں پارٹی فیلنگ کے جوش کو پیدا کیا وہ بطرہ میں پیرونیوس تھا اس کے باپ نے ہسپانیہ کی لڑائیوں اور وہاں کے خون آشام میدانوں میں بہادری دکھا کے نام واری حاصل کی تھی۔ اور اس کی پوا فریقائوس آڈل کی بیٹی کو رنیلیا اس کی ماں تھی۔ یہ کورنیلیا تعلیم یافتہ و شائستہ حسین و گل اندام بلند حوصلہ و مستقل مزاج اور نہایت مضبوط کمر کمر کی عورت تھی۔ کم سنی ہی میں بیوہ ہو گئی تھی اور گو بڑے بڑے معزز و نامی سرداران روم نے شادی کے پیام دئے، مگر اس نے قطعاً انکار کیا، رومی عورتیں بیوگی میں زندگی کاٹ دینے کی بالکل عادی تھیں اور اس بارہ خاص میں کورنیلیا نہایت ہی غیر معمولی طاقتور تھیں۔ دوسرا

شادی نہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ اُسے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بڑا خیال تھا چنانچہ انھیں نہایت ہوشیاری اور داشت کے ساتھ پالا، لکھایا، پڑھایا اور فنون جنگ سکھائے۔ ایک مرتبہ رومہ البحر کی ایک معزز خاتون کارنیلیا سے ملنے کو آئی تھی، جس نے بڑے فخر و ناز کے ساتھ اپنا تمام قیمتی زیور اور اپنے جواہرات اسے دکھائے اور کہا ”لے اب تم بھی مجھے اپنا زیور دکھاؤ“ کارنیلیا نے اس کے جواب میں اپنے لڑکوں کو اس کے سامنے لاکے کھڑا کر دیا اور بولی ”لو بی بی میرے لعلوں کو بھی دیکھو میں تو اپنا زیور انھیں کو کھینتی ہوں۔“

کارنیلیا اپنے بیٹوں کے معاملہ میں انتہا درجہ کی حوصلہ مند بھی تھی۔ اور جب اسکی لاڈلی بیٹی ستم پر دنیا کی شادی آسکی پھر ایسی نیا نوس کے ساتھ ہوئی تو وہ اکثر کہا کرتی تھی ”یہ اُن لڑکوں کی قسمتی ہے کہ میں گرجا کی مشورماں ہونے کے بجائے ایک افریقانوس کی ماں اور دوسرے کی ماس کہلاتی ہوں۔“ طرابلس گوراس چوس نے جیسے ہی ٹری بیون کا درجہ حاصل کیا۔ ایک نیاز میں ادا کی قانون سینٹ کے سامنے پیش کر دیا جس کا منشا یہ تھا کہ اراضی کی تقسیم از سر نو کی جائے۔ دو لہندگان روم نے پورا قوت اور نہایت جوش سے اس قانون کی مخالفت کی۔ لیکن پہلے بی بی لوگوں کی کثرت رائے سے وہ قانون پاس ہی ہو گیا۔ اس کے بعد گراتن چوس نے اس سے بھی قدم آگے بڑھایا اور روز بروز سینٹ کو زیادہ پریشان کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ جب اس کے ٹری بیون ہونے کی مدت ختم ہوئی اور دوبارہ منتخب ہونے کے لئے پیش ہوا تو اسکے طرفداروں نے فورم میں بڑا شور و غوغا مچایا۔ اور سینٹ کے اجلاس میں خبر پہنچی کہ گراتن چوس روم کا بادشاہ ہونے والا ہے۔ سینٹ والے یہ افواہ سن کے نہایت ہی طیش اور بڑے غیظ و غضب کے ساتھ فورم میں گھس آئے۔ اُن کی صورت دیکھتے ہی پہلے بی بی لوگ بدحواس بھاگے۔ اس یورش اور ہنگامہ میں کسی کا لٹھ خود گراتن چوس

پر پڑ گیا۔ جس کے صدمہ سے وہ اسی جگہ گر کے مر گیا۔ مخالفوں نے اس کی لاش دریائے
طی بیر میں پھینک کے بہادی اور اس کے طرفداروں پر بھی لوگوں نے زرخہ کیا۔ چنانچہ
اس کے گردہ کے کم از کم تین سو آدمیوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔

طبریس گراتی چوس کا بھائی قیوس عمر میں اس سے نو سال چھوٹا تھا۔ اس کی ماں
کو نیلے کو شش کی کہ قیوس اُس راستہ پر نہ چلے جو بڑے بھائی کے حق میں جاتال
نابت ہوا تھا۔ مگر قیوس نے اس کی ایک نہ سُنی اور جیسے ہی اس عمر کو پہنچا کہ ٹری
بیون منتخب ہو کر شش کر کے ٹری بیون کا رتبہ حاصل ہی کر لیا۔ یہ رتبہ اور اقتدار
حاصل کرنے کے بعد اُس نے اپنے بھائی کے قانون زمینداری کو جاری کر دیا۔ اور
بھی بہت سی ایسی کارروائیاں کیں جو سلطنت کے حق میں اس قانون سے بھی زیادہ
خطرناک تھیں۔ اس کی بیوی ایلیا نوس جسے قیوس کی بہن یا اہی ہوئی تھی اُن دنوں
سینٹ اور پرانے طرز حکمرانی کا بہت بڑا طرفدار تھا۔ وہ کچھ اس طرح اچانک مر گیا
کہ لوگوں نے قیوس گراتی چوس اور اس کی بہن کے ذمہ یہ الزام عائد کیا کہ ان دونوں
نے مل کے ایلیا نوس کو زہر دے دیا ہے۔ اگرچہ یہ اتہام بالکل بے بنیاد قیاس تھا
مگر اس کی اس قدرتِ شہرت ہوئی کہ قیوس ٹری بیون کی خدمت سے ہٹا دیا گیا اور
سینٹ نے موقع پا کے ارادہ کیا کہ اس سے بعض امور کے متعلق جواب طلب کرے
سینٹ کے اس ارادہ کی جیسے ہی شہرت ہوئی۔ قیوس کے طرفدار بگڑ کھڑے ہوئے
ایک شورشِ مجاہدی اور اُن کا ایک زبردست گردہ اسے دن ٹان پہاڑی پر جمع ہوا
اور سینٹ کو دھمکی دی کہ ہم اپنے معاملہ کا تصفیہ اپنے اسلحہ کی قوت سے کرائیں گے
قیوس کسی ایسی کارروائی کے لئے تیار نہ تھا اور اتنی قوت نہیں رکھتا تھا کہ اپنے ملک
اور اپنی سلطنت کے مقابل ہتھیار اٹھا سکے اور غوریزی کر کے کامیاب ہو۔ وہ ہتھیار
کھول کے اپنے طرفداروں کے پاس گیا۔ اُن کو سمجھایا اور کوشش کی کہ اُن میں اور

سینٹ میں صلح کو ادرے۔ کانسل لوگوں نے بعض اس کے کہ اُس کی یوزروں کی طرف
توجہ کریں مخالفوں کے مقابلہ پر ایک مسلح اور باضابطہ فوج بھیجی جس کی صورت دیکھتے
ہی قیوس کے تمام پیرو منتشر ہو گئے اور جس سے جدھر ہنا بھاگ گیا۔ قیوس نے جب
اپنی حالت ایسی نازک دیکھی تو بھاگ کے ایک جھاڑی میں چھپ رہا جو رومیوں میں
متبرک تصویر کی جاتی تھی۔ یہاں اُس کا ایک وفادار غلام ہمراہ تھا۔ قیوس نے اس
جھاڑی کے اندر پہنچتے ہی اُس غلام سے کہا کہ ”مجھے مار ڈالو“ غلام کو ہرات نہ
ہوتی تھی مگر آقا کے حکم سے سرتابی بھی نہ کر سکتا تھا۔ تلوار کا ایک زبردست وار مار ہی
دیا، مگر جب مدکھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو قتل کیا ہے تو خود بھی اپنی
تلوار پر اس طرح گرا کہ اس کی زندگی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ سینٹ نے وعدہ کیا تھا کہ
جو کوئی گرا چوس کا سر لائے گا اُسے وہ سر سونے سے تول دیا جائے گا۔ اتفاقاً کسی
شخص کو گراتی چوس کی لاش مل گئی اس نے سر کاٹ لیا اور اس میں گلا گلا کے خوب
سیسہ پلا دیا۔ تاکہ خوب بھاری ہو جائے اور اس کے عوض میں بہت ساسونا ہاتھ
آئے۔ اس کے بعد گراتی چوس کے پیروؤں کا تعاقب کیا گیا اور جہاں ملے چُن
چُن کے نہایت سفاکی دبلے رچی سے قتل کئے گئے اور اب رومیوں میں سفاکی و
خوں ریزی کا مادہ اس سرعت سے بڑھ رہا تھا کہ چند ہی روز پہلے قیوس کے بھائی
کے ہنگامہ میں جلتے آدمی مارے گئے تھے اس کے دس گئے یعنی تین ہزار آدمی اس
موقع پر قتل کئے گئے۔

کورنیلیا اب تک زندہ تھی۔ اپنے دونوں بے ہالوں کے ضائع ہو جانے کے
بعد اپنے ایک دیہات کے مکان میں جا کے عزلت گزین ہو گئی۔ جہاں وہ سالہا سال
جی اور ہمیشہ نہایت ہی عزت و حرمت کی زندگی بسر کرتی رہی، جب وہ مری تو اسکی
یادگار میں اس کی ایک صورت بنا کے کھڑی کی گئی۔ اور اس پر وہی لقب کندہ کر دیا

گیا جو اُسے بہت پسند تھا اور اسے بہت ہنگامہ ملا تھا۔ یعنی گراچی کی ماں؛

فصل دوم

مار یوس سے قبل محمد سے پہلے قبل محمد تک

بڑھے بادشاہ مورہی طانیہ یعنی ماسی کنس سا کی وفات پر اس کے بھتیجے بوکوگ تھا نے تخت پر زبردستی قبضہ کر لیا اور دیویوں کے مقابلہ میں لڑائی ٹھان دی۔ تیوس مار یوس (دومی سردار) نے اسے یہاں تک عاجز کیا کہ اس نے ایک دوسرے فرمانروا سے فوجی دیا (امراکش) کے پاس جا کے جس کا نام بوک کوں تھا پناہ لی بوک کوں نے دغا بازی کی اور بچھڑ کے اُسے دیویوں کے حوالے کر دیا۔ دولت روم کی طرف سے جو عہدہ دار اس خدمت پر مامور ہوئے بوک کوں کے پاس گیا وہ تیوس کو ر نے یوس سی لٹھا۔ سہی لانے چا ما کہ اس فتح مند کو مار یوس سے ازراہ غریب پھین کے نامورہی کا سہرا اپنے سر باندھ لے۔ چنانچہ اپنی انگوٹھی میں ہنر کی جگہ ایک تصویر کھدوائی جس میں دکھایا گیا تھا کہ وہ بوک کوں سے بوکوگ تھا کو لے رہا ہے اسی ہنر کو وہ خطوط اور معاہدوں پر ثبت کیا کرتا۔ اور دنیا پر ظاہر کرتا کہ مورہی طانیہ کا فاتح وہی ہے۔ یہ امر مار یوس کو نہایت ہی ناگوار ہوا۔ کیونکہ اس ملک کی فتح اور اس کامیابی کا حقیقی باعث وہی تھا۔

انقرض مار یوس اور سی لائیں نہایت ہی عداوت پیدا ہو گئی۔ اور دونوں ایک دوسرے کو حقارت و نفرت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ مار یوس ایک پتلے بی شخص تھا اس کے ماں باپ ایک گھاؤں کے غریب و کم حیثیت لوگ تھے۔ جب وہ ایک معمولی ادنیٰ سپاہی تھا اس کی بہادری و شجاعت دیکھ کے اس کی پوا سے ہی لیاؤس اسپر بہران ہو گیا تھا اور رفتہ رفتہ ترقی و لا کے اسے سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر پہنچا دیا

وہ جاہل و غضبناک شخص تھا اور بطارقہ کے کبر و نخوت اور اُن کی عیش پرستیوں کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، بچپن میں کسی نجومی کی زبان سے یہ پیشین گوئی سُنی تھی کہ وہ سات بار کونسل کی معزز خدمت پر مامور ہوگا۔ اس لئے بیتابی کے ساتھ آرزو مند تھا کہ جس طرح بنے اس پیشین گوئی کو پورا کرے۔ اس کے خلاف سہی لا کر نئے لیا کی نسل سے تھا جو کہ روم کا معزز ترین خاندان تھا۔ وہ تمام عیوب جن کی وجہ سے بطارقہ روم قابل تزلزل ہو گئے تھے اُس کی ذات میں موجود تھے۔ مگر باوجود ان عیوب کے وہ متعدد جنگجو نہایت ہی تعلیم یافتہ اور سوسائٹی کا مکمل نمونہ تھا۔

اس کے بعد جولائی چھتری قبرتی اور طیوٹون لوگوں کے مقابل تھی۔ یہ دونوں وحشی قومیں تھیں جن کی اعلیت کا پتہ نہیں۔ اگرچہ ناموں سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ قبرتی سے کلٹ لوگ مراد ہیں اور طیوٹون سے مراد عظیم اٹان قوم ٹیوٹانک کا کوئی گروہ ہے جو لوگ بحر اسود سے نکل کے مغرب کی جانب پھیل گئے تھے۔ یہ قومیں ایتالیہ میں گھس پڑیں۔ گالیا (جرمنی) کا جو حصہ رومیوں کے قبضہ میں تھا اس پر قابض و متصرف ہو گئیں اور چند سال تک اُن ملکوں کو سخت نقصان پہنچاتی رہیں۔ روم سے جو فوج اُن کی سرکوبی کو گئی اسے شکست دے دی یہاں تک کہ مارپوس نے پونج کے پہلے شہر اکس کے پاس اور پھر شہر لمان کے قریب انھیں دوزبردست شکستیں دیں۔ اس آخری شکست کے بعد اُن جٹیوں میں سے جتنے لوگ زندہ بچے انھوں نے اپنے جو رو بچوں کو قتل کر کے خود بھی خود کشی کر لی اور مملکت ایتالیہ ہمیشہ کے لئے اُن کی دست برد سے محفوظ ہو گئی۔

مارپوس پانچ دفعہ کونسل مقرر ہو چکا تھا۔ اب رشتوں دے دے کے اور تفرقہ پسند پلے بی لوگوں سے طرح طرح کے وعدے کر کے پھر کونسل منتخب ہوا۔ پلے بی لوگوں کی ان دنوں رومہ انجری میں یہ حالت ہو رہی تھی کہ ارکان سینیٹ کو جو اس وقت

تک نہایت معزز و محترم رہے تھے خدات کی نگاہ سے دیکھتے اور انھیں سلطنت کا دشمن تصور کرتے۔ اس زمانہ میں سرکش گروہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ مسئلہ یہ تھا کہ ایطالیہ کے دوسرے باشندوں کو بھی روم کا سٹی زن تسلیم کیا جائے۔ مگر سینٹ کو اس میں سختی کے ساتھ اختلاف تھا جو ڈرتے تھے کہ اگر اس قدر کثیر التعداد نئے ووٹ دینے والے پیدا ہو گئے تو لوگوں پر ہمارا جو کچھ اثر ہے تشریف لے جائے گا۔ آخر کار اہل ایطالیہ نے اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے ہتھیار اٹھائے اور ماریوس ان کے مقابلہ پر مجبور کیا گیا۔ یہ لڑائی جو سوشل دار (تمدنی لڑائی) کہلاتی ہے تین سال تک ہوتی رہی آخر ۱۰۹ ق م قبل محمد میں اس بات پر ختم ہوئی کہ رومی سٹی زن ہونے کے حقوق تمام اہل ایطالیہ کو دے دیے گئے۔ سو اسمنی قوم والوں کے جواب تک لڑے جاتے تھے۔ چند شرطیں البتہ ایسی لگا دی گئی تھیں جن سے سینٹ والوں کو اُمید تھی کہ وہ اصلی رومیوں کو ووٹ ملنے سے محروم نہ ہونے دیں گی۔

ادھر رومیوں میں تو یہ جھگڑے بپا رہے ادھر بڑے قیام کا بادشاہ متھری ولس ارض مشرق میں قوت پکڑنے کے دولت روم کے لئے ایک بڑا بھاری خطرہ بن گیا۔ اس کے مقابلہ کو ایک لشکر روانہ ہونے والا تھا جس کی سپہ سالاری کے ماریوس اور سی لا دونوں سامی تھے۔

سی لا ان دنوں کونسل تھا اور سینٹ نے باضابطہ طور پر اسے اس خدمت پر مامور کیا تھا۔ مگر ماریوس کو یہ گوارا نہ تھا۔ اس نے اپنے گروہ کے لوگوں کو جمع کیا اور انھیں لے کے فورم میں چڑھ گیا۔ بطریقوں کو وہاں سے زبردستی مار کے نکال دیا اور اس کے ہمراہیوں نے اُسے سپہ سالار روم تسلیم کر لیا۔ سی لا اس نرنہ سے بھاگ کے اپنے لشکر میں پہنچا اور ان دن داروں کو جمع کیا جو ہر حال میں اس کا ساتھ دیتے تھے۔ انھیں لے کے وہ شہر روم میں آیا۔ پہلے بی لوگوں پر غلبہ حاصل

کیا۔ اپنی سپہ سالاری کی دوبارہ تجدید کی۔ سینٹ کو پھر حسب سابق بحال اور جمع کیا۔ اور اس کی پہلی حکومت قائم کی۔ ماریوس اُس کے آتے ہی جھاگ کھڑا ہوا اور سیلا نے میدان خالی پا کے پوپ لیوس کو رنے لیوس قنہ اور قیوس اور قطا دیوس کو کونسل مقرر کر کے ان سے حلف لی کہ نظام سلطنت کو اسی آئین پر برقرار رکھیں گے جس پر کہ وہ چھوڑے جاتا ہے اور خود اپنا لشکر لے کے ہم پر چل کھڑا ہوا۔

ماریوس یہاں سے بھاگا تو افریقہ کی راہ لی۔ مگر باد مخالف نے سواحل ایطالیہ سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ مجبوراً ایطالیہ ہی کے ساحل پر ایک غار میں چھپ کے بیٹھ رہا جس کے دہانہ پر گھاس کا پردہ پڑا تھا۔ مگر قسمت نے لوگوں کو اس کا پتہ بتا ہی دیا۔ جنھوں نے گرفتار کر لیا اور شہر من طور نے میں لے جا کے قید کر دیا۔ رومہ کی سینٹ نے قطعی حکم جاری کر رکھا تھا کہ وہ جہاں ملے قتل کر ڈالا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے ایک سپاہی قید خانہ میں بھیجا گیا۔ قید خانہ تنگ و تاریک تھا۔ اور ماریوس زمین پر پڑا ہوا تھا۔ وہ سپاہی اندر گھسنا تو اس کی ہیبت اور اندھیرے کے باعث سہما ہوا تھا اور کانپ رہا تھا کہ اس کی خوف زدہ آنکھوں کو نظر آیا جیسے ماریوس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے ہیں۔ ان شعلوں کی بجلی سے اس پر اور دہشت طاری ہوئی۔ اتنے میں ماریوس بادل کی طرح گرج کے بولا۔ "قیوس ماریوس کے قتل کی تجھے جرات ہو سکتی ہے؟" یہ آواز سنتے ہی وہ سپاہی اُلٹے پاؤں بھاگا اور کمال بدحواسی کے ساتھ چلاتا جاتا تھا کہ میں اُسے نہیں مار سکتا! میں اسے نہیں مار سکتا! اس کے ساتھ ہی اہل شہر کو یاد آیا کہ اسی ماریوس نے کبھی کس جوش سے ہم اہل ایطالیہ کے حقوق کی حمایت کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب اس کے بچانے پر آمادہ ہو گئے اسے ایک جہاز دیا جس پر سوار ہو کے وہ ساحل افریقہ پر پہنچ گیا۔ یہاں وہ قرطاجنہ کے ویران کھنڈروں اور تنو لوں میں مارا مارا پھرتا تھا کہ وہاں کے رومی

دالی نے حکم بھیجا یہاں سے چلے جاؤ جو شخص یہ حکم لایا تھا۔ ماریوس نے اسکی صورت
 دیکھی اور بے پروائی سے کہا: "اُس سے جا کے کہہ دینا کہ ان دیوان کھنڈروں میں تم نے
 قیوس ماریوس کو میٹھے دیکھا ہے۔"

اس اثنا میں رومہ الکبریٰ میں یہ واقعات پیش آئے کہ جن دو کونسلوں کو سسی لائمر
 کو اکے گیا تھا۔ اُن میں باہم نزاع پیدا ہوئی اور قنہ اپنے حریف سے مغلوب ہو کے
 جلا وطن کر دیا گیا۔ قنہ کو پتہ لگ گیا کہ ماریوس قرطاجنہ کے کھنڈروں میں موجود ہے
 اس کے پاس پیام بھیجا کہ آپ آ کے میری مدد کیجئے۔ یہ پیام ملتے ہی ماریوس نہایت
 طیش کے ساتھ واپس آیا۔ اور وہی جیتھر طے لگائے ہوئے جو قرطاجنہ کے کھنڈروں
 میں اس کے جسم پر تھے۔ روم میں داخل ہوا۔ اب تک نہ اُس نے خط بنوایا تھا۔ اور
 نہ بال کٹوائے تھے اور عورت بالکل وحشی درندوں کی سی ہو رہی تھی۔ ساحل ایطالیہ پر
 تدم رکھتے ہی اہل ایطالیہ اور مفرد غلاموں کا ایک زبردست لشکر اس کے گرد جمع
 ہو گیا جسے لے کے روم پر حملہ آور ہوا۔ رومہ الکبریٰ کے مضبوط پھانک دھاوا کر کے
 کھلوالے۔ اور انتقام کی کارروائی شروع کر دی۔ سسی لائمر کے دوستوں کی بڑی بھاری
 تہداد قتل کر ڈالی گئی۔ جن میں بڑے بڑے نامور و معزز اراکان سینٹ بھی تھے نظام
 کا اس پر بھی خاتمہ نہیں ہوا۔ ماریوس جب فوجیوں کی شان سے شہر کی سڑکوں پر گذرا
 تو عام حکم دے دیا کہ جس کسی کے سلام کا میں جواب نہ دوں وہ بلا تاویل قتل کر ڈالا جائے
 اور ایک خلعت عظیم اس کے قدموں کے نیچے کاٹ کے ڈال دی گئی۔

یہ قتل و غوریزی روزانہ جاری تھی۔ اور غلاموں کی دست برد نے ایسا ہنگامہ
 مچا رکھا تھا کہ رومہ الکبریٰ ایک بیتناک اور غضب الہی کا نمونہ بن گیا۔ یہاں تک کہ
 کوئنطوس سرطوریس نام ایک معزز سردار روم کو غصہ آ گیا جس نے حماقت سے
 ماریوس ہی کی طرف ذرا سی کی تھی۔ وہ اپنے سپاہیوں کو لے کے نکلا اور نقتہ انگیز

غلاموں کے انبوهہ پر ٹوٹ پڑا۔ اور ایسا قتل عام کیا کہ ایک ہی شب میں اس نے چار ہزار غلاموں کو نیزوں سے پھید کے ڈال دیا۔ یوں کوئٹہ طوس کی عنایت سے غول ریزی موقوف ہوئی۔

اب مار یوس ساتویں بار کونسل مقرر ہوا۔ مگر اس عہدہ سے بہرہ یاب ہونے کی زیادہ جلدت نہ ملی۔ جلاوطنی کی مصیبتوں نے اُس کے تمام قویٰ بے کار کر دئے تھے۔ اور کونسل منتخب ہو کے سولہویں دن ۱۵۷۰ قبل محمد میں مر گیا۔ جبکہ اس کی عمر اکثر برس کی تھی۔ اگر اس سے دس سال پہلے ہی وہ مر جاتا تو غالباً اس کے حق میں بھی اچھا ہوتا اور دولت روم کے حق میں بھی۔ کیونکہ نہ وہ ذلیل دیے خانماں ہوتا اور نہ قتل عام ہوتا۔

فصل سوم

سی لاد ۶۵۹ قبل محمد سے ۶۴۶ قبل محمد تک

متھری واطیس شاہ پونطوس جس کے مقابلہ پر سی لاد روانہ ہوا اٹھاسو سہی بال کے رمیوں کو اور جتنے حریفوں سے مقابلہ کرنا پڑا ان سب میں زیادہ قابل دہنر مند فرماں روا تھا۔ وہ قدیم کیمانی شاہان ایران کی نسل سے تھا اور یونانی مذاق کی تعلیم پائی تھی۔ پچیس زبانوں میں گفتگو کر سکتا تھا۔ اور فن طب کا ایک متبحر عالم تھا۔ اسکی مستعدی و جفاکشی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ قابل ہجرت تھی۔ اور اکثر ایسا ہوا کہ جب لوگوں کو ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو اس نے کوئی نہ کوئی تدبیر سوچ کے صورت فلاح ضرور پیدا کر لی۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ دغا باز اور ظالم بھی تھا۔ اس کی سلطنت کا آغاز ہی اس سے ہوا کہ ماں اور بھائی کو قتل کر ڈالا۔ رعایا میں سے بھی اکثر لوگ اسکی شمشیر خون آشام کی نذر ہوئے۔ اور اس کے عیوب میں سے ایک یہ بھی تھا کہ بڑا شرابی تھا۔

ایشیا کے جو ممالک فلر و روم میں داخل تھے۔ اُن کا ایک بڑا حصہ اس نے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور اُن تمام شہروں میں جو رومیوں کی حکومت سے آزاد ہونا چاہتے تھے احکام جاری کر دیے کہ جتنے رومی یا اہل ایطالیہ میں ایک معینہ شب کو صبح ہونے سے پہلے قتل کر ڈالے جائیں اس حکم کو اہل ایشیا نے بڑی خوشی سے قبول کیا کیونکہ رومیوں کا سلوک اُن کے ساتھ بہت ہی بُرا تھا۔ عرض بڑا بھاری قتل عام ہوا جس میں نہ عورتیں چھوڑی گئیں نہ بچے، اور تقریباً اتنی ہزار آدمی مار ڈالے گئے۔ اس کے بعد اس نے یونان میں لشکر بھیجا اور ایشیہ اور بہت سے مشہور شہروں پر قابض ہو چکا تھا کہ سنی لا اپنے رومی لشکر کو لئے ہوئے آ پہونچا۔ آنی کا پر پھر اپنا قبضہ کیا۔ اور متھری و اطلیس کو اس طرح متواتر اتنی شکستیں دیں کہ آخر اس نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست پیش کر دی۔

سنی لانے یہ درخواست خوشی سے قبول کی۔ کیونکہ ان دنوں اسے رومہ الکبریٰ سے بالکل کمک یا رسد نہ ملتی تھی اور گردنواح کے علاقوں کو لوٹ لوٹ کے وہ اپنی زندگی بسر کرتا اور فوج کو پال رہا تھا۔ علاوہ بریں اسے وطن واپس جانے کی بھی جلدی تھی تاکہ اپنے اُن دوستوں کے خون کا بدلہ لے جو ماریوس کے طرفداروں کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے۔ انھیں اسباب سے اس نے متھری و اطلیس کو اس بات پر مجبور کر کے اپنے مفتوحہ علاقہ کا ایک بڑا حصہ واپس کر دے۔ صلح نامہ پر دستخط کیے اور رومہ الکبریٰ کی راہ لی قنہ تو خود اپنے ہی ایک سپاہی کے ہاتھ سے مارا جا چکا تھا مگر باغیوں کا گردہ اب تک روم پر قابض تھا۔ وہ لوگ سنی لا کے مقابل فوج کشی پر آمادہ ہو گئے۔ مگر سنی لا کے پہونچتے ہی سرکش سپاہی جن کامیوں تھا کہ کوئی متازا فرلا اور اس کے ساتھ ہو گئے اپنی جماعت سے ٹوٹ ٹوٹ کے اُس سے آئے۔ فقط تھوڑے سے سامنی لوگ مخالفت پر اڑے رہے۔ جن کو

خاص رو ماکہ شہر پناہ کے نیچے اُس نے فاش شکست دی۔ تین ہزار کو اسیر کر لیا اور فتح مندی کے ساتھ شہر روم میں داخل ہوا۔

اب سہی لا کے انتقام لینے کی باری آئی۔ اس نے ماریوس سے بھی بڑھ کے بلکہ بڑا

زیادہ خوں ریزی کی۔ اور تمدن کے قوانین نظام عالم کے سفید صفحہ پر جلتے دھبے

اس کا جاہل حریف بھی نہیں لگا سکتا تھا اُس نے باوجود تعلیم یافتگی کے اپنے ہاتھ سے

لگا دیے۔ اُس کی خوں ریزی کا آغاز اس سے ہوا کہ پہلے وہ تین ہزار سامنی اسیر قتل

کئے گئے اور جب اُن کے چیخنے چلانے کا شور وہاں پہونچا جہاں ارکان سینٹ جمع

تھے اور ان کا خیال اس شور کی طرف متوجہ ہوا تو سہی لانے کہا "آپ اپنا اجلاس کئے

جائیں۔ یہ چند بد معاشوں کا شور ہے۔" اس کے بعد سہی لا کو سینٹ نے ڈکٹیٹر مقرر کیا۔

وہ ہر روز سوار ہو کر نکلتا اور جن لوگوں کو اپنا دشمن تصور کرتا ان کی ایک کثیر تعداد

جماعت روزانہ قتل ہو جاتی۔ یہاں تک کہ ارکان سینٹ نے گھبراہٹ کے اور اس

بے اطمینانی سے عاجز آ کر التجا کی کہ آپ ایک ساتھ بتا دیجئے کہ کون کون لوگ

قتل ہوں گے اور کون زندہ رکھے جائیں گے۔ تاکہ جن لوگوں کو زندہ رہنا ہو ان کے

دل سے موت کا دھڑکا دور ہو، ان کی درخواست کے مطابق سہی لانے واجب القتل

لوگوں کی ایک فہرست بنا کر فورم میں آویزاں کرادی۔ جس میں تقریباً نو ہزار

آدمیوں کے نام درج تھے۔ مگر آخر میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ "جن لوگوں کے نام بعد

میں یاد آئیں گے اس فہرست میں اضافہ کر دئے جائیں گے۔" اس میں صرف انھیں

لوگوں کے نام نہ تھے جو خاص سہی لا کے دشمن تھے۔ بلکہ سہی لا کے ہر ایسے پیرروں

اور پیالہوں میں سے بھی اگر کسی کو کسی سے عداوت و مخالفت تھی تو اس بیچارہ کا

نام بھی اس میں موجود تھا۔ بہت سے ایسے بھی تھے جن سے سہی لا کے کسی ہمارا ہی سے

زمینداری کے متعلق ڈانڈا اینڈی تھی۔ چنانچہ ایک غریب سمے ہوئے آدمی کی

زبان سے اس فہرست میں اپنا نام دیکھ کے یہ الفاظ نکلے : ”اے میری موت کا باعث میرا مقام الباء الامکان ہے، یہ کہہ کے چند ہی قدم گیا ہو گا کہ سنی لاکے ایک سپاہی نے پھھری بھونک کے اس کا کام تمام کر دیا۔

یہی کشت و خون ایطالیہ کے تمام صوبوں اور ضلعوں میں جاری تھا۔ یہاں تک کہ تمام علاقے خاصۃً علاقہ سامنی ام بالکل ویران و تباہ ہو گئے۔ بہ ہزاروں بیسہ متی لاکے خون کی پیاس بجھی اور اب وہ اس حکومت کے ازسرنو قائم کرانے پر آمادہ ہوا جسے ماریوس اور قنذ نے درہم و برہم کر دیا تھا۔ اس کام میں اس نے نہایت ہی دانائی و قابلیت ظاہر کی۔ مگر اس اعلیٰ طرز حکومت کو دیکھ کے اور افسوس ہوتا کہ جن ہاتھوں سے اس کی بنیاد پڑی وہ کتنی بڑی خوں ریزی کر چکے تھے اور کتنے بڑے کشت و خون کے بعد رومۃ الکبریٰ کو یہ حکومت نصیب ہوئی۔

جب تمام انتظامات قائم ہو گئے اور اس نظام حکمرانی نے سٹیژن لوگوں کی تعداد بہت بڑا دی تو سنی لانے ڈکٹیٹر کے عہدہ کو چھوڑ دیا اور اپنے علم و فضل کے مذاق کے مطابق لٹریچر کا ماحول میں مشغول ہوا۔ خود اپنا ایک تورک لکھا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کے شکل ہونے کے دوسرے ہی دن مر گیا۔ موت کا سبب یہ ہوا کہ کسی ناگوار واقعہ پر اسے یکایک ایسا طیش آیا کہ ایک رگ پھٹ گئی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ مدت سے کسی ہلک مرض میں مبتلا تھا جسے سخت جرائم کی سزا کے طور پر خدا نے اس پر نازل کیا تھا۔ ہر تقدیر اس کی موت ۶۴۷ قبل محمد میں ہوئی۔

فصل چہارم

پلوم پے اسی ۶۴۷ قبل محمد سے ۶۳۲ قبل محمد تک
سنی لارومۃ الکبریٰ کو جس حالت میں چھوڑ گیا تھا وہ تقریباً بیس سال تک قائم رہی

اس مدت میں سب سے زیادہ سربزآور وہ شخص مارقوس طولیوس تھی قرو تھا۔ اصلیت کے لحاظ سے اس کا شمار سواروں کے طبقہ میں تھا۔ اور ہمیشہ کے اعتبار سے وہ مقصد تھا۔ بڑا صاحب علم تھا اور فصاحت و بلاغت میں دسے موس تھے نیز کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ اس کی رائے ہمیشہ صائب رہتی۔ اور ملک کی نلاح ہی کی نکر میں لگا رہتا اس میں تجتر و غیرہ کی قسم کے چند عیوب بھی تھے۔ مگر باوجود ان کے ہمد قدیم کے مصلحان ملک میں سے کسی کا دامن اس قدر بے داغ نہیں ہے جس قدر کہ اس کا تھا اپنے کونسل ہونے کے زمانہ میں اس نے سلطنت کے خلاف ایک سازش کا پتہ لگایا جس کا سرغنہ لوتیوس سرجیوس قاطی لینا نام ایک بد معاش تھا۔ اس موقع پر اس نے جو نصاحت و بلاغت کا جوہر دکھایا ہے اس کے مشہور ترین کمالات علمی میں شمار کیا جاتا ہے۔ اپنے دوستوں کے نام اُس نے جو خطوط لکھے تھے وہ بھی اس وقت تک موجود ہیں جن کو دیکھ کر آدمیوں کے اذضاع و اطوار اور اس عمدہ کے خیالات کی تصویر نظر کے سامنے آجاتی ہے۔

مارقوس پورقوس قاتو بھی اُس زمانہ کا ایک نہایت ہی منصف مزاج اور استیوار شخص تھا۔ مگر اپنے سابق لوگوں کی طرح اُس کا بھی یہ خیال تھا کہ ایک منسرم کی قابلیت اسی میں ہے کہ درشت مزاج ہو۔ اور اس کا طرز عمل ناگوار ہو۔ چنانچہ وہ نہایت مغرور تھا اور اپنے تجتر کو اس طریقہ سے ظاہر کرتا کہ میل جول میں درشتی تھی اور دغیب و لباس میں سب لوگوں سے الگ رہتا۔ ان باتوں کی وجہ سے لوگ اسے ہر صحبت میں اپند کرتے۔ اگرچہ یہ ظاہر سب کو اس کی تعظیم کو نا پڑتی۔

مگر قی قرد اور قاتو دونوں میں سے مہر اور بہادر کوئی بھی نہ تھا۔ اس دور میں جہود رومہ کی فوج کا انرا علی قیوس پوم پے ای یوس ماگ ٹوس تھا جو زیادہ تر پوم پے ای اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ جس نے نہایت کم سنی ہی کے زمانہ میں ہی لاکھ زیر مگرانی

اپنے آپ کو چکنا نا شروع کر دیا تھا۔ ملکی خدمات پر وہ اسین، عقلیہ اور افریقہ میں بھیجا گیا تھا، قبل اس کے کسی اعلیٰ خدمت پر مامور ہو نہ ہو چکیں ہی برس کی عمر تھی کہ اسے ٹرائفٹ کی عزت و نام وری مہل ہو گئی۔ جہاں کہیں وہ والی ملک بنا کے بھیجا گیا وہ ملک سرسبز ہو گیا اور دہریہ تھی کہ وہ اپنے ہاتھوں کو ہمیشہ سخت گیری و دست برد سے روکے رہا جس مرض میں سارے رومی سردار مبتلا تھے۔ وہ خراج گزار و مفتوح رعایا کو نا انصافی و بے رحمی سے محفوظ رکھتا تھا۔ بھرہ روم کو اس نے دریائی لیروں کے ایک گروہ سے صاف کر دیا۔ اُن لوگوں نے قی لی کیا کے قلعہ کو اپنا ماسن سترار دے کے سمندر میں آفت چار بھیجتی، جو کوئی رومی جہاز یونان کی طرف روانہ ہوتا اسے گھیر کے پکڑ لے جاتے۔ اور جو لوگ اُن کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے اُن کو بہت کچھ زبردستی لے کے جھوٹے تھے۔ اسی طرح اس کے پاس کے سوا اعلیٰ پر سے مردوں و عورتوں اور بچوں کو پکڑ لے جاتے اور غلاموں کی طرح دیگر مقامات میں لے جا کے فروخت کر ڈالتے۔

پوم پے ای ان بحری ڈاکوؤں پر غالب آیا۔ اُن کے تعلق قی لی تیا تک میں جا کے اُن کا محاصرہ کیا اور یہاں تک مجبور کیا کہ انھوں نے اپنے جہازوں کو اور خود اپنے تئیں اس کے حوالہ کر دیا۔ ان لوگوں کو منسوب و مقہور کر کے اُس نے بجائے اس کے کہ انھیں پکڑ کے قتل کر ڈالے یا بازاروں میں فروخت کرے۔ یہ کارروائی کی کہ انھیں اُن شہروں میں جو ساحل سے نا صلاہ پر تھے آباد کر دیا۔ ان کے لئے پیشہ اور شغل پیدا کیے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی روز بعد وہ لوگ اسن دوست اور تمدن بن گئے۔ اس کے بعد اس نے متھری و اطیس کے مقابلہ میں فوج کشی کی، جو تھوڑے زمانہ سے بشی نیا پر قبضہ کرنے کے لئے ایک رومی لشکر سے لڑ رہا تھا جس کا سپہ سالار لوقیوس تھا۔ لوقیوس کی اس ہم کو پورا کرنے کے لئے پوم پے ای آپو نچا تو متھری و اطیس کی

دشواریاں بڑھ گئیں۔ تاہم وہ بڑا بہادر اور ہوشیار فرما رہا تھا۔ جان پر کھیل کے نہ مغلوب ہو سکنے والے جوش سے لڑا۔ جب اپنے پہلے لشکر کے تباہ و غارت ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو اس نے نیا لشکر جمع کر لیا۔ اور حیرت انگیز ہوشیاری اور مستند حیاطا ہر کی مگر اس کا کوئی علاج نہ تھا کہ خود اس کے بیٹے نارناقیس نے اس کے ساتھ دغا بازی کی۔ ایسے نازک وقت پر رومیوں کے ہاتھ میں اسیر ہونے کی ذلت سے بچنے کے لئے اس نے اپنے آپ کو تریاقی اجزاء کے استعمال کا اس قدر عادی بنا لیا تھا کہ زہر کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ جب یوں بھی زور دے چلا تو اپنے ایک غلام کے ہاتھ سے اپنے آپ کو قتل کر ادا لا۔

پوم پے اسی نے اس لڑائی کے اثنائیں سارے علاقہ مشرق میں بڑی بھاری عظمت حاصل کر لی۔ اور ایک بار شہر دمشق میں ایک دربار کیا جس میں بارہ سے کم باج گزار صاحبان تاج و تخت شریک نہ تھے۔ جن میں ایک انطیوکوس ایٹیا طیقوس تھا جو کہ خاندان سلوقوس کا طور کا آخری وارث تھا۔ اسے ملکہ انیس شہاء ارمن نے ارض شام سے نکال کے باہر کر دیا تھا۔ اور اب چونکہ اس کا حریف متھرمی واطیس کے ساتھ مغلوب و مقتول ہو چکا تھا۔ لہذا اس نے رومیوں سے التجا کی کہ اپنے خاندانی تخت پر بٹھایا جائے، مگر رومی سردار پوم پے اسی نے اس کی سنوائی نہ کی۔ اور ارض شام دولت روم کا ایک صوبہ بنائی گئی۔ بطلیوس آد لے طیس یعنی نے نواز بھی اس دربار میں تھا جو مختلف انقلابوں کے باعث تخت مصر سے محروم ہو گیا تھا۔ وہ دولت روم کے ایک دوست کی حیثیت سے مملکت مصر پر بھی قابض و متصرف کیا گیا۔

ہرقانوس اور اسطوبولوس جو بھائی بھائی تھے وہ بھی پوم پے اسی کے دربار میں شریک تھے یہ دونوں ارض فلسطین کی حکومت کے دعوے دار اور ایک

دوسرے کے مخالف تھے۔ ارسطو بولوس نے ایک طلائی انگور پوم پے اسی کے سامنے
نذرانہ میں پیش کر کے اسے اپنا طرفدار بنانا چاہا، مگر جب دیکھا کہ بظاہر وہ ہر قانون
کا طرفدار معلوم ہوتا ہے تو لپک کے بیت المقدس میں پہونچا اور لڑنے کی تیاریاں
شروع کر دیں۔ مگر پوم پے اسی بھی اس کے پیچھے ہی تعاقب کرتا ہوا جا پہونچا۔ شہر کو
محاصرہ کر کے فتح کر لیا۔ اور اس رومی فاتح پوم پے اسی کی جرأت یہاں تک
بڑھی کہ ہیکل سلیمانی کے اندر داخل ہوا۔ اسی قدر نہیں حرم الاحرام کے اندر بھی گھس
گیا۔ جدھر قدم بڑھانے کے کسی اسرائیلی کو بھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس کی سزا
میں پوم پے اسی پر کوئی فوری عذاب تو نازل نہیں ہوا، مگر لوگوں کو نظر آ گیا کہ
اسی بے ادبی کے وقت سے اقبال نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اُس نے
ہر قانون کو فرما دیا اور مقتداے دین بنایا۔ انطی پاس نام ایک اور رومی نژاد
شخص کو بھی جولت موسوی کا پابند تھا۔ دولت روم کی طرف سے محافظ ارض
یہود اقرا دے دیا جو ہر قانون پر بالادست تھا۔

فصل پنجم

پہلا اتحاد ثلاثہ ۶۳۴ء قبل محمدؐ سے ۶۱۹ء قبل محمدؐ تک

پوم پے اسی یہ الوالغری کا سفر ختم کر کے جب ارمہ البکری میں پہونچا تو دیکھا کہ
اتنے دنوں کی عدم موجودگی سے میری ہر دلیری میں بڑا فرق آ گیا ہوا اور لوگوں
کا زیادہ تر رجحان فی قیوس قراس سوس کی جانب ہے۔ جو دہشت مند کے لقب سے
مشہور تھا۔ اور جس نے چند قرار شدہ سواروں اور قیوس یولیوس قیصر کا ہنگامہ فرو
کر دیا تھا۔

یولیوس قیصر (جولس سینر)، اعلیٰ خاندان بطارتہ سے تھا۔ اس کے خاندان

کو دعویٰ تھا کہ وہ لوگ اسے لیا س کے بیٹے یولس کی کونسل سے ہیں اور اسی کے نام سے ان کا خاندانی لقب بھی ماخوذ ہے لیکن اس کی گچی کی شادی ماریوس کے ساتھ ہو گئی تھی جس تعلق کی بنا پر اسے شورش پسند لوگوں کی جماعت سے بھی ایک واسطہ پیدا ہو گیا تھا۔ ماسوا اس کے اس نے غور کیا تو صفات نظر آیا کہ ادنیٰ طبقہ والے رومیوں کا ساتھ دینے سے میں سلطنت اعلیٰ میں قوت بھی حاصل کر سکوں گا۔ اور سینٹ کی قوت کو بھی توڑ سکوں گا۔ دراصل وہ عجیب و غریب کارناموں کا شخص تھا۔ بہت تعلیم یافتہ بڑا انشاء پرداز اور اعلیٰ ترین سپہ سالار تھا اگر عیب تھا تو یہ کہ نہایت شہوت پرستی اور کابلی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ مزاج کے اعتبار سے اپنے مختصر ہم عصر دل کو دیکھتے اگرچہ بالذات ظالم و جابر نہ تھا، لیکن اس کی بھی پروا نہ تھی کہ میری الواغری پر کتنی جانیں قربان ہو گئیں۔

پلوم پے اسی نے جب یہاں پہنچ کے یرنگ دیکھا کہ سینٹ کو میری ایشا کی اعلیٰ کارگزاریوں کی تصدیق کرنے میں بھی تاہل اور پس دیش ہے تو بے صبری میں اس سے ایک بڑی بھاری غلطی ہو گئی جو اس کی زندگی کی تمام لغزشوں سے بڑھی ہوئی تھی اور جس نے دولتِ جہوری روم کی آزادی کو ہمیشہ کے لئے پامال کر دیا۔ وہ غلطی یہ تھی کہ اُس نے قیصر اور قراسوس کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا۔ جس کا منشا یہ تھا کہ تینوں مل کے ایک ہو جائیں۔ اس معاہدے کا نام رومی زبان میں طری پوم ویرات دالتحاد ثلاثہ اقرار دیا گیا۔ اس معاہدہ کی رو سے تینوں کافر ض تھا کہ ایک دوسرے کے محدود مساوی رہیں۔ اور سلطنت کو اپنا مطیع بنائے اور اس کے دشمنوں کے زیر کرنے میں بھی تینوں اپنی اپنی قوت سے دوسروں کی رفاقت کریں۔ آخر سینٹ کو ان سرداروں کی عظمت ماننے پر مجبور ہونا پڑا، چنانچہ اس نے قیصر کو گالیا (جرمن) کی سلطنت اور ایک فوج دی۔ قراسوس کو ایشا کا صوبہ دیا اور پوم پے اسی نے مشرق میں جو کارگزاریاں دکھائی تھیں ان کی تصدیق کی اور اسے اپنی کارکردگیوں کا بدلہ دیا۔

قراس سوس اپنی خدمت پر روانہ ہو سکے یروشلم (بیت المقدس) میں پہونچا جہاں جاتے ہی اُس نے حرم ربانی کا خزانہ لوٹ لیا۔ اور وہاں سے فوج لے کے پار تھیا والوں کے مقابلہ کو روانہ ہو گیا۔ جب سے ارض شام قلمرو میں داخل کر لی گئی تھی پار تھیا ایک سرحدی علاقہ بن گیا تھا۔ وہاں ایک جنگجو قوم آباد تھی جو نہایت ہی اچھے شہسوار اور بڑے چابک دست تیر انداز تھے ان کی لڑائی کی یہ شان تھی کہ دشمن جب حملہ کرتے بھاگ کھڑے ہوتے، مگر دور سے تیروں کا ایسا سینخہ برساتے تھے کہ حملہ آوروں میں سے بہت کم لوگ ان کے ہاتھ سے جانبر ہو کے گھر جاتے۔ سیو پوٹامیا (ارض عراق) کے میدانوں میں داخل ہوتے ہی قراس سوس دشمنوں کے زخموں میں گھر گیا۔ اُس کے بہت سے ہمراہی سوار و دل میں پھنس کے رہ گئے۔ غرض رومی سپاہیوں میں سوا چند لوگوں کے جنھیں قیوس قاسیوس لانجینیئوس نام ایک افسر ارض شام سے واپس لے آیا، سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ خود قراس سوس کا یہ حشر ہوا کہ پار تھیا کے بادشاہ نے اسکا سر کاٹا اور اس کی حرم دیہوس پر مضحکہ اُڑانے کے لئے سونا گلا کے اُس کے منہ میں بھر دیا۔ قراس سوس اگرچہ غریب الوطنی میں مارا گیا۔ مگر اپنے بیٹے کے لئے ایک بڑی بھاری دولت چھوڑ گیا تھا۔ بیٹا حد سے زیادہ فضول خرچ تھا۔ ساری دولت چند ہی روز میں اُڑادی۔ اور جب غفلت ہوا تو لوگ بنائے اور دلیل کرنے کے لئے اکثر اسے قراس سوس دی دیس یعنی قراس سوس دو لقمہ کے لقب سے پکارا کرتے۔

ادھر قراس سوس پر تو یہ آفتیں نازل ہوئیں ادھر قیصر علاقہ کمال میں پہونچا تو وہاں قومات کا سلسلہ شروع ہو دیا۔ وہاں وہ سلسلہ نو سال تک رہا اور اس زمانہ میں نہ معرکہ آرا بیٹوں کے بعد اس نے سارے گالیا کو فتح کر کے وہاں کے تمام دیسے باشندوں کو مغلوب و مطیع بنا لیا اور اس کی کارگزاریوں سے گالیا بھی دولت روم کا ایک صوبہ بن گیا۔ اسی سلسلہ میں یولیوس قیصر نے دو ہمیں جزیرہ انگلستان پر بھیجیں

کیونکہ یہ پہلا رومی سردار ہے جس نے پہلے پہل کوشش کی کہ انگلستان کو بھی قلمرو میں داخل کر لے۔ اس کی ان دہائیوں میں سے پہلی مرتبہ تو اسے صرٹ اس قدر کامیابی حاصل ہوئی کہ ساحل انگلستان پر لڑا بھڑکے اتر گیا اور دوسری بار دیانسیس کے شمالی علاقوں تک بڑھ گیا۔

مجھ اس سارے زمانہ میں باوجود ان کامیابیوں اور کارگزاریوں کے اس کی اصل غرض یہ تھی کہ سلطنت کی خدمت بجالائے اور دولت روم کو ترقی دے بلکہ اس کا دلی مقصد یہ تھا کہ ایسی اعلیٰ درجہ کی فوج تیار کرے جو اس کی ذات سے وابستہ اور اس کی جان نثار ہو تاکہ اس کی مدد سے وہ سینٹ پر غالب آئے اور ساری دولت روم پر قابض و متصرف ہو جائے۔

پوم پے اسی روم ہی میں مقیم رہا اس کی فوج اس کے پاس تھی اور اس کے نائب اس کے نام سے اسپین پر حکومت کر رہے تھے۔ اہل رومہ کے خوش کرنے، اور دار السلطنت کی سوسائٹی میں وقار حاصل کرنے کے لئے اس نے دھوم دھام سے کئی ضیافتیں کیں جن میں وحشی درندوں کی لڑائیوں کے عظیم الشان تماشے دکھائے گئے۔ انھیں ضیافتوں میں پہلے گینڈا لاکے اہل روم کے سامنے پیش کیا گیا جسکی صورت سے رومنہ البحرئی دالوں کی نگاہیں نا آشنا تھیں۔ علاوہ بریں ان دعوتوں میں پانچ سو شیر برقتل ہوئے، ڈراے کے کھیل بھی ہوئے اور سواروں کے کرتب بھی دکھائے گئے اور پوم پے اسی نے ان قومی دعوتوں میں یہاں تک الوا العزمی دکھائی کہ خود اپنے صرٹ سے ایک نیا ایقی تعمیر کروا دیا۔

ابتداءً اس سے اور قیصر سے بڑی دوستی تھی اور اس سے اس قدر وابستہ تھا کہ اپنے اثر کو اس کی موافقت میں کام میں لاتا اور سینٹ کو کبھی سرتا اٹھانے دیتا۔ لیکن جب قیصر کی نمود غرضانہ الوا العزمیاں زیادہ نمایاں اور عالم آشکارا ہونے

تھیں تو پم پے اسی نے اپنے اگلے اصول پر اختیار کر لیے اور جوش و مردوش کے ساتھ سینٹ کی تائید کرنے لگا۔ قیصر علاقہ کمال کو پوری طرح منسوب کر کے واپس روانہ ہوا اور مارقوس انطونیوس نام اپنے ایک دوست کے ذریعہ یہ درخواست پیش کی کہ پم پے اسی کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ میرے داخلہ سے پہلے اپنی فوج کو توڑ دے۔ اس کی اس درخواست کے قبول کرنے سے انکار کیا گیا اور انطونیوس مذکورہ رومہ الکبریٰ سے بھاگ کے قیصر کے پاس پہونچا اور اسے اطلاع دی کہ آپ کا روم میں آنا خطرے سے خالی نہیں۔

مگر قیصر نے اس کی پروا نہ کی۔ اپنے لشکر کو لے کے اور آگے بڑھا اور گوگمات تھی کہ بغیر سینٹ کی اجازت کے کوئی لشکر اس کی فکر دیں نہ داخل ہودہ کمال بیا کی کے ساتھ سرزمین روم میں گھس آیا۔ علاقہ کمال اور فلورڈ ایطالیہ کی سرحد پر ایک ندی ہے جو رومے قون کہلاتی ہے اس سے پار ہوتے وقت قیصر چند لکھوں تک پس و پیش میں رہا کہ اُتر دیا نہ اُتر دیا، مگر آخر دل مضبوط کر کے اُتر پڑا۔ اور اسی وقت سے ضرب الشل کے طور پر یہ محاورہ پڑ گیا کہ جو کوئی شخص گوگو کے عالم سے بھینوئی کر کے کسی ہم میں قدم رکھ دے۔ اس کی نسبت کہتے ہیں کہ "رومے قون سے پار ہو گیا" جیسے ہی یہ خبر رومہ الکبریٰ میں پہونچی سینٹ نے پم پے اسی کو اپنی حمایت پر مامور کیا۔ ان دنوں روم میں نہ کوئی زبردست لشکر موجود تھا اور نہ فوری طور پر کوئی ایسا لشکر مرقب کیا جاسکتا تھا جو قیصر کے آزمودہ سپاہیوں کا مقابلہ کر سکے۔ پم پے اسی فوج جمع کرنے کے لئے جنوبی ایطالیہ میں گیا، پھر یونان کی راہ لی۔ اس سفر میں تمام ارکان سینٹ، کونسل اور تقریباً وہ تمام اشخاص جو پرانی وضع سلطنتِ روم علاقہ رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ تھے پم پے اسی فوج کی جستجو ہی کرتا رہ گیا اور قیصر نے پم پے اسی کے اُن لشکروں کو جو اسپین میں تھے شکست دے کے رومہ الکبریٰ

پر قبضہ کیا۔ اور اس کے قناتب میں یونان کی راہ لی۔ پوم پے اسی اپنی کمزوری دیکھ کے مقابلہ سے بچتا تھا۔ مگر آخر اسے مقابلہ کرنا ہی پڑا۔ تھلی کے شہر فرسالا میں ایک بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس میں غریب پوم پے اسی سخت کھاکے بھاگا۔ بال بچوں کو لے کے جہاز پر سوار ہوا اور اسکندریہ کی راہ لی۔ جس بطلیوس کی اس نے تلخ غصہ کی تھی اور صاحب سر پر سلطنت بنایا تھا، وہ تو مر چکا تھا۔ مگر اس کے بیٹے سے امید تھی کہ اگلے حقوق کا کچھ پاس دیکھا کرے گا۔ جیسے ہی بندرگاہ میں داخل ہوا ایک کشتی اس کے استقبال کو آئی اور وہ ایک شریف رومی شخص کے ساتھ اتر کے کنارے گیا۔ کشتی ساحل سے لگی اور اس نے کشتی سے قدم باہر نکال کے زمین پر رکھا ہی تھا کہ ایک دغا باز رومی نے پیچھے سے آکے ہلو میں چھری بھونک دی اور پوم پے اسی اسی جگہ ڈھیر ہو گیا۔ اس کا سر کاٹ لیا گیا، بے سر کی لاش رات تک دریا کے کنارے پڑی رہی، یہاں تک کہ اُس شریف رومی نے جو اس کے ساتھ اتر ا تھا اور ایک دوسرے رومی سپاہی نے مل کے جہازوں کے ٹوٹے ہوئے تختے جمع کر کے ایک جتنا بنائی اور لاس کو اس پر رکھ کے جلادیا۔ پوم پے اسی کی بی بی اور اس کے بیٹے نے اپنے جہاز پر سے اس کو مارے جانے دیکھا تو فوراً جہاز کا لنگر اٹھا دیا۔ اور اس بے دغا سرزمین سے بھاگی کھڑے ہوئے۔ پوم پے اسی کا بیٹا سکس طوس نشوونما پا کے ایک معزز و ممتاز شخص ثابت ہوا جو اپنے باپ کی بہت سی خوبیوں کا وارث تھا۔

فصل ششم

یولیوس قیصر (۱۰۰ ق م) سے ۴۴ ق م قبل محمد تک،

پوم پے اسی کے قناتب میں یولیوس قیصر بھی ارض مصر میں پہنچا۔ سرزمین مصر

پرتدمہ کہتے ہی اُس کے حریف کا سر اُس کے سامنے لاکے پیش کر دیا گیا۔ جسے دیکھ کے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کیونکہ اگلی دوستی کے ساتھ خدا جلال کیا کیا باتیں اور کون کون صحبتیں یاد آئیں

اس کے بعد یولیوس مصر کی تخت نشینی کا جھگڑا چکانے میں مصروف ہوا۔ سابق فرماں روا بطلیموس آولے طیس مرتے وقت وصیت کر گیا تھا کہ اس کا بیٹا بطلیموس اور بیٹی قلوپٹرہ (کلیوپٹرہ) بالاشتر اک سلطنت کریں۔ لیکن کوسر بادشاہ نے اپنی ہوشیار بہن کو نکال باہر کیا۔ قلوپٹرہ نے بھائی کو بے ہردیکھ کے ایک فوج جمع کر لی اور آمادہ ہوئی کہ اپنے حقوق کو بزرگ مشیر حاصل کرے، لیکن یہ سن کے یولیوس قیصر سردار روم اسکندریہ میں آیا ہوا ہے، فریادی بن کے اس کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یہاں پہنچ کے معلوم ہوا کہ قیصر کے دربار تک رسائی محال ہے تو پرن قلوپٹرہ نے یہ چالاکی کی کہ اپنے آپ کو کچڑوں کے ایک گٹھر میں بندھوا دیا اور ایک شخص تاجرانہ حیثیت سے اس گٹھر کو لے کے قیصر کے محل میں پہنچا۔ اسکے سامنے جب وہ گٹھر کھولا گیا تو اس میں سے قلوپٹرہ نکلی جس کے دلغریب حسن و جمال دیکھ کے قیصر مبہوت رہ گیا۔ رعب حسن سے ہنوز لب ہلانے کی جرات نہ ہوئی تھی کہ قلوپٹرہ نے فریاد کو ناشروع کی، اور اس کی دلکش آواز اور ناز آہنی کی اد اول نے اس کے دل پر اور بھی قبضہ کر لیا۔ الغرض قلوپٹرہ نے اپنے حسن کے جادو سے یولیوس قیصر کو ایسا گرفتار کیا کہ دو سال تک مصر ہی میں پڑا ہوا اور سو قلوپٹرہ کی ناز برداری کے دنیا دمانہا سے بے خبر تھا۔ یولیوس نے بلا تکلف قلوپٹرہ کو ملکہ مصر بنادیا۔ اور اس کا بھائی بطلیموس و دیا ئے یں ڈبو دیا گیا۔ دو سال کے بعد یولیوس قیصر مصر کو چھوڑ کے ایشیا کی طرف روانہ ہوا، وہاں سولہ دن کے اندر تھرمی واطیس کے دغا باز بیٹے فرناقیس کو شکست دے کے مطیع فرمان بنا

اور ہزار ہا سردار ہو کے افریقہ کی راہ لی۔ جہاں قاتو اور پُرانی جمہوریت کے اور بہت سے زبردست حامی جمع تھے اور ان لوگوں نے موری طانیہ کے بادشاہ تو با سے تعلقات بڑھائے تھے۔

یہاں بھی لڑائی ہوئی اور قیصر نے مقام تھاپ سوس میں ایک دوسری نمایاں اور مکمل فتح حاصل کی۔ اب قاتو نے اپنے دوستوں کو اُسہارا کہ شہر عتیقہ کے محاصرہ میں استقلال دکھائیں مگر کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ تب اس سے جہاں تک بنا اس بات کی کوشش کی کہ انھیں وہاں سے بھگادے۔ مگر اب وہ بالکل مایوس تھا اور اسے یقین ہو گیا کہ رومنہ الکبریٰ کی آزادی و جمہوریت تشریف لے گئی۔ جمعیت کے اس کو بھی گوارہ نہ کیا کہ قیصر کی اطاعت قبول کر لے۔ دینی اتیسدو آرزو کا جلوہ اس کی نظر کے سامنے نہ تھا۔ آخر سب طرن سے مایوس ہو کے اپنے پھری ماری۔ اس کے دوستوں نے اُسے زندہ پایا اور زخم باندھ دیا۔ لیکن قاتو نے اپنی پٹی خود ہی نوچ کے پھینک دی اور اُسی کے ساتھ دم بھی توڑ دیا۔ قیصر جب اس کی لاش پر پہنچا تو اس کی لاش بے جان کی طرن خطاب کر کے کہسا ”قاتو! تیرے حسد نے اس کو بھی گوارہ نہ کیا کہ اپنی جان بچائے ہی کی عزت مجھے حاصل ہوئے دے!“

اب رومنہ الکبریٰ اور اس کی ساری قلمرو کا پورا ماکہ قیصر تھا۔ جمہوری سلطنت کے تمام حامیوں نے یا تو اطاعت قبول کر لی یا مارے گئے اور سینٹ مجبور تھا کہ اسی کی مرضی پر چلے اس کا تابع فرمان رہے۔ وہ مدت العمر کے لئے ڈکٹیٹر مقرر ہو گیا اور ان کارروائیوں کے بعد رومنہ الکبریٰ میں واپس آیا تو سلسل چار دن تک چار ڈیغوں کی عزت حاصل کی۔ ان ڈیغوں میں اس کے فتوحات مشرق کے اظہار کی غرض سے ایک جھنڈا لگا لگایا۔ جس کے پرچم پر یہ الفاظ لکھے تھے ”دے

فی۔ وی۔ وی۔ ویسی۔ ویسی۔ (میں آیا، میں نے دیکھا، میں نے فتح کیا) ان الفاظ سے اس جانب اشارہ تھا کہ میں نے کس طرح جھٹ پٹ فرنا تیس کی فتح حاصل کر لی۔ اس کے بعد اس نے لوگوں کو بہت سا غلہ اور روپیہ تقسیم کیا۔ اپنے سپاہیوں کو زمینیں دیں۔ سٹی زن شپ۔ یعنی رومی شہزادہ ہونے کے حقوق زیادہ دینے کے اور اس طریقہ سے اپنی ہر دل عزیزی بہت بڑھائی۔

یولیوس قیصر کو منجملہ اور باتوں کے کے لند (تقویم) کی اصلاح میں بھی شہرت حاصل ہے۔ کیلنڈر کا لفظ "کالند" سے نکلا ہے جو کہ لاطینی زبان میں مہینہ کے پہلے دن یعنی غرہ کا نام ہے۔ اس لئے کہ اس زبان میں مہینہ کے دن مختلف ناموں سے یاد کئے جاتے تھے۔ رومیوں کے حساب کے مطابق اس وقت تک سال کبھی بہت بڑا ہوتا تھا اور کبھی بہت چھوٹا۔ چنانچہ گریگوریوں اور جارجول کا وسط بجائے سال کے صحیح ایام میں واقع ہونے کے خزاں اور بہار میں جا پڑتا تھا۔ اس خرابی کے دور کرنے کے لئے قیصر نے حکم دیا کہ آئندہ سے سال ۳۶۵ دن کا ہو کرے، اور چونکہ سال کا حقیقی زمانہ ۳۶۵ دن اور ۶ گھنٹوں کے قریب ہوا کرتا ہے اس لئے ہر چوتھے برس جبکہ گھنٹوں کا شمار ۶ کو پہنچ جائے ایک دن اور بڑا دیا جائے اس حساب سے یہ فائدہ ہوا کہ برس کا زمانہ آفتاب کی اصلی رفتار سے پیچھے نہیں پڑنے پاتا۔ چھٹا صلح فروری دو دفعہ گنا جاتا، تاکہ حساب پورا ہو جائے یہ ۳۶۶ دن کے برس "لیس کس صیل" کہلاتے تھے۔ قیصر نے یہ کام بھی کیا کہ بلاد قریطاجنہ اور کورنتھ کو پھر تعمیر کرایا۔ جنھیں ایک صدی پہلے رومیوں نے سنا کر دیا تھا۔

قیصر کی یہ منصوبہ قوت و شوکت اور بڑھتی ترقی کوئی جاتی تھی۔ اور اس کے صان آنا پائے جاتے تھے کہ اسے عملی طور پر شاہی مہل کو لے کر خواہش ہے۔ اسپرا بطور لوگ مینی فتح شدہ سالاران فوج جس قہم کے صد ہا بار ہینا کرتے تھے ویسے

ہی بار وہ ہمیشہ پہنے رہتا۔ اس کے دوستوں نے اس کی مورت کو شہر یاری کی تمام علامتوں سے آراستہ و فرین کیا۔ اگرچہ اس کا مقولہ تھا کہ مجھے اپنا نام قیصر ہی زیادہ عزیز ہے، میں بادشاہ بنانا نہیں چاہتا۔ اور مارک انطونی نے جب اس کے سامنے ایک تاج شاہی پیش کیا تو عام لوگوں کے سامنے اس کے لینے سے بھی اُس نے انکار کر دیا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ چاہے وہ شاہی کے لقب کو نہ چاہتا ہو، مگر شاہی اقتدارات ضرور اپنے ہاتھ میں لیتا جاتا تھا۔

اب تاسیوس دوم جو قراس سوس کی فوج کے چند باقی ماندہ لوگوں کو لے کے چلا گیا تھا، آقا کو کا داماد مارکوس یونیوس بروطوس جو رومہ اکبری کے سب سے پہلے کونسل کنیسل سے تھا۔ اُس کا چچا زاد بھائی دتی موس اور روم کے چند اور لوگ یہ دیکھ کر کہ ایک شخص واحد نے جمہوریت کی بنیاد اٹھا کر کسے پھینک دی ہے آمادہ ہوئے کہ اپنے تجوروں سے کام لے کے ملک کی آزادی کو بچائیں۔ تاسیوس اور بروطوس دونوں کی جان صرت قیصر کی رحم دلی سے بچی تھی۔ اور دتی موس بھی اُس کے بھندے کے نیچے لٹ چکا تھا اور اس کا دلی جاں نثار رنج و راست کا شریک اور بڑا سچا دوست سمجھا جاتا تھا۔ اور ابھی اسی زمانہ میں قیصر کے ہاتھوں سے اسے لگا کی حکومت عطا ہوئی تھی۔ مگر اگلے حقوق کو فراموش کر کے یہ تینوں نہک حرامی پر آمادہ ہو گئے اور مارچ کی داتا رنج قیصر کے قتل کے لئے مقرر کی۔ قیصر خاص سینٹ کی عمارت میں مقیم تھا۔ اس سازش کے متعلق کچھ افواہیں بھی مشہور ہوئیں اور ایک نجومی نے قیصر کو متنبہ کر دیا کہ مارچ کی ۱۵ کو ہوشیار رہیے گا۔ قیصر کی بیوی نے ایک مہیب خواب بھی دیکھا اور میاں کو سمجھایا کہ اس دن آپ گھر سے باہر نہ جائیے گا۔ اتنے میں وقتی موس بروطوس اُس سے آکے ملا۔ اُسے باہر کی سیر کا شوق دلایا اور کہا محسن ایک خواب کی بنیاد پر گھر میں چھپ کے بیٹھ رہنا نہایت ہی لغو بات ہے۔

قیصر اُس کے بہکانے سے باہر نکلا تھا کہ سڑکی پر وہ بخومی نظر آیا جس نے شینگونی کی تھی اس کی طرف دیکھ کے سُکرایا۔ اور کہا: وہ مارچ کی ۱۵ء تو آگئی۔ بخومی نے جواب دیا: ہاں حضور آ تو گئی۔ مگر ابھی گھر نہیں گئی ہو۔

اس کے بعد باہر کے دیوان خانہ میں جیسے ہی وہ کرسی پر بیٹھا ان پر سندرہ ساز شیوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ لیا جو اس کے قتل پر مامور تھے۔ پھر اُن میں سے ایک نے اس کے سامنے ایک عرضداشت پیش کی۔ قیصر نے اسے منظور کرنے سے انکار کیا۔ لفظ انکار کے ساتھ ہی اُس پر ایک ٹھہری پڑی۔ وار کھاتے ہی اس نے مزاحمت شروع کی اور ارادہ کیا کہ ان لوگوں کے حلقہ میں سے نکل بھاگے۔ لیکن نہ نکلنے پایا اور ہر طرف سے اس پر حملے ہوئے گئے۔

مرتے وقت بردطوس کی صورت دیکھ کے یہ الفاظ اس کی زبان سے نکلے۔
 "اے توبرت!" (اے بردطوس تو بھی ہے؟) یہ کہتے ہی اُس نے اپنا چہرہ چادر میں چھپا لیا۔ پھر زمین کی طرف جھکا اور آپم پے اسی اعظم کی مورت کے نیچے گر کے مر گیا۔ یوں ۱۱۵ء قبل محمد میں مارچ کی ۱۵ء کو دنیا کا بہت بڑا قابل، بہت بڑا اولوالعزم اور نہایت مستقل مزاج بہادر اپنی عمر کے ستاویں برس میں دنیا بازمی کے بزدلانہ حملوں سے مارا گیا۔

فصل ہفتم

دوسرا اتحاد ثلاثہ (۱۱۵ء قبل محمد سے ۱۱۳ء قبل محمد تک)

یوکیوس قیصر کے بعد رومہ انگریزی میں بڑی پریشانیاں پیدا ہوئیں۔ پرانی جمہوریت کے طرفدار جن کا سرغنہ قی قرد تھا اس واقعہ پر بہت خوش ہوئے اور انھیں طینان ہوا کہ ہمیں پھر آزادی ماصل ہو گئی۔ لیکن ملک الطونی نے ادنیٰ طبقہ کے لوگوں

اور سپاہیوں کو ابھار کے قیصر کے قاتلوں سے خون کا انتقام لینے کا شہزاد چناؤ دیا۔ چنانچہ وہ لوگ گھبرا کر مجبور ہوئے کہ ملک چھوڑ کے کسی طرف بھاگی جائیں مگر قوس بردہ طوس نے تو ایسا کی راہ لی۔ دتی موس اپنی ولایت نکال کر روانہ ہوا۔ اسی اثنا میں انطونی نے قیصر کا وصیت نامہ اور اس کی ساری جائیداد اپنے قبضہ میں کر لی۔ جسے وہ اپنے بھتیجے قیوس اتقاد یوس اور اپنی بہن یوکیا کے پوتے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔

اتقاد یوس جب اٹھارہ برس کا نو عمر لڑکا تھا۔ روم میں آ کے اپنے چچا کے خاندان کا وارث اور اس کا متبنی قرار پایا تھا۔ یہاں اس نے قیوس یوکیوس قیصر اتقاد یوس قوس کا لقب اختیار کیا تھا۔ پہلے یہ دیکھ کے کہ انطونی نے مجھے قیصر کے درجہ سے محروم کر دیا ہے اس نے ناراضی ظاہر کی اور سینٹ کا طرفدار بنا۔ لیکن انطونی اب یوکیوس قیصر کی پُرانی کار آزمودہ فوج کا سردار تھا اور علانیہ بغاوت کر رہا تھا۔ اور دتی موس بردہ طوس نو عمر قیصر اتقاد یوس کو زور۔ اور مارتوس اے می یوس لے پی دوس دالی محال میں سے ہر ایک شمالی ایتالیہ میں ایک جداگانہ لشکر لے ہوئے اس کی مخالفت پر تیار تھا۔

نو عمر قیصر کو تھوڑے ہی زمانہ میں نظر آیا کہ دراصل میرا نفع اسی میں ہے کہ میں بچے چچا کے لشکر کو راضی رکھوں، اور چونکہ طبیعت کار کا تھا اور دور اندیش تھا اور چنداں قول و قرار کا پابند بھی نہ تھا۔ اس لئے سینٹ سے بے وفائی کرنے پر فوراً آمادہ ہو گیا، تاکہ انطونی سے بے جا رہے۔ ادھر لے پی دوس نے بھی جو یوکیوس قیصر کا ایک افسر فوج تھا دیکھا کہ کامیاب ہونے والے یہی معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا وہ بھی ان سے آلا۔ فقط دتی موس بردہ طوس وہ گیا اس کے ساتھی افسران فوج نے خود ہی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یوں بے دست و پا ہو کر اس نے کوشش کی کہ مقدونیہ کے علاقہ میں بھاگی جائے، مگر گال کے ایک شخص نے گرفتار کر کے قتل

کوڑ والا۔ اب انطونی لوبی دوس اور اتطا دیا نوس تینوں دریا سے اسی وانوس کے کنارے ملے اور باہم ساہدہ کیا کہ پانچ سال کے لئے ہم تینوں کا اتحاد ثلاثہ قائم رہا کہ ان لوگوں سے میدان صاف کر لیں جہیں ہم اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ قیصر کے خون کا انتقام لیں اور پُرانی جمہوریت کو بیخ و بن سے اکھاڑ کے پھینک دیں۔ محض کے طول پر ایک نئی فہرست واجب القتل لوگوں کی تیار کی گئی جو سی لاکھ فہرست سے بھی بڑی تھی۔ اور بد نتیجی میں اس سے بدرجہا زیادہ ناپاک تھی۔ کیونکہ سی لاکھ قتل عام اس کے خیال کے مطابق سلطنت کی بھلائی اور جمہوریت کو برقرار رکھنے کے لئے تھا اور ان متحدین ثلاثہ کا قتل عام اس غرض سے تھا کہ سلطنت کا تختہ الٹ دیں، لے پی دوس نے خود اپنے سنگے بھائی کا نام اس جانتاں فہرست میں درج کیا۔ انطونی نے اپنے چچا کا نام لکھا اور زور دیا کہ قی قزو کا نام بھی واجب القتل لوگوں میں شامل کیا جائے۔ انطونی کو اس اعلیٰ درجہ کے نامور جادو بیان سے ذاتی پُر خاش تھی۔ علاوہ بریں اسے اس لئے ناپسند کرتا تھا کہ قانون سلطنت کے طرفداروں میں سب سے زیادہ با اثر شخص دہی ہے ان وجوہ سے اس کے قتل پر تینوں کا اتفاق ہو گیا۔ قی قزو اپنے فریوم کے دیہاتی مکان میں تھا کہ موت کا حکم منانے والا ایلمی جا پہنچا قی قزو کے غلاموں نے اسے ایک ڈول میں بٹھا کے ارادہ کیا کہ لے بھاگیں۔ لیکن سپاہیوں نے پیشتر ہی سے آکے گرفتار کر لیا۔ اور قی قزو نے نہایت ہی بردباری و سنجیدگی سے ان کی تلواروں کے سامنے اپنے سر کو پیش کر دیا جو کمال سنگدلی سے کاٹ کے انطونی کے پاس بھیجا گیا۔ انطونی کی بی بی فلویا اسے دیکھ کے بے انتہا خوش ہوئی۔ اور اس بات کے انتقام میں کہ قی قزو نے اس کے شوہر کے لازم ٹھہرانے میں بڑے جوش و فضاحت کی تقریر کی تھی اپنے کٹیدے کی سلائی سے اُس کی زبان چھیدی۔

قی قرو نہایت ہی معزز و سہرہ آوردہ مظلوموں میں تھا۔ مگر اُن تینوں شخصوں نے اُن کے علاوہ ہزاروں بے گناہوں کو نہایت ہی سفاکی و سنگدلی سے قتل کیا۔ قاتلوں کے حسب حیثیت مقتول انعام تجویز کئے گئے تھے اور یہ حالت تھی کہ غلام اپنے آقاؤں پر ہاتھ صاف کر کے۔ بھائی بھائی کی جان لیتا اور بیٹے باپوں کے خون میں ہاتھ رنگتے۔ مقتولوں میں مرثیہ دہی لوگ نہ تھے جو اتحادِ ثلاثہ کے مخالف تھے بلکہ بہت سے وہ لوگ بھی تھے جن کی زمینوں اور دولت کا لوگوں کو لالچ تھا۔ ان مظلوموں میں ایسے کم سن بچے بھی تھے جن کی امارت و ریاست لے لوگوں کے دلوں میں آتشِ حرص و کبر کا رکھی تھی۔ خلاصہ یہ کہ بے اعتباری و ہمت اور خوزیری سارے ایطالیہ میں پھیلی ہوئی تھی۔

آخر کار جب جی بھر کے خوزیری ہو چکی تو انطونی اور اقطاعیوس دونوں مقدونیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں بردطوس اور قاسیوس نے فوجیں جمع کر لی تھیں اور اُن کی مخالفت پر آمادہ تھے۔ شہر فلپ پی میں ایک عظیم الشان لڑائی ہوئی جس میں قاسیوس کے آدمے لشکر کو شکست ہو گئی۔ اور بردطوس غالب تھا۔ قاسیوس نے یہ خیال کر کے کہ معاملہ ہاتھ سے نکل گیا اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ مجھے قتل کر کے میرا کام تمام کر دو۔ اُس نے اس حکم کی تعمیل کی۔ دوسرے دن پھر میدانِ نبرد گرم ہوا جس میں بردطوس کو بھی شکست ہو گئی۔ اپنی فوج کے بھاگنے کے بعد وہ میدان سے ہٹ کر ایک تنگ گھاٹی میں آ گیا اور جب شام ہوئی تو اپنے دوستوں سے رخصت ہو کر الگ ہوا اور اپنے آپ کو خود اپنی تلوار کی نوک میں چھید کر جان دے دی۔ اور غاصبانِ سلطنتِ جمہوری کے راستے سے تمام کانٹے دور ہو گئے۔

عصر قدیم

فصل ہشتم

انطونی اور قلو بطرہ ۱۳۰ قبل محمد سے ۶۰۲ قبل محمد تک

اس فتح کے بعد قیصر اقطاع دیا فوس اور انطونی جدا ہو گئے۔ قیصر روم متہ انجری میں واپس گیا اور انطونی نے مشرق کی راہ لی کہ وہاں کی حکومت کو اپنے قبضہ تصرف میں لائے۔ مگر قلو بطرہ پر یہ الزام مائد کیا گیا تھا کہ بروطس اور تاسیوس کے مقابلہ میں اس نے اتحاد تلاش کو کوئی مدد نہیں دی۔ چنانچہ اسی جوش میں انطونی نے اسکے نام اس مضمون کا فرمان بھیجا کہ ”علاقہ کلی قریہ کے شہر طرسوس میں حاضر ہو کے جوابدہی کرے۔ یہ فرمان نہایت درشت اور توہین کرنے والے الفاظ میں تھا لیکن قلو بطرہ اپنے حسن و جمال کی دلفریبیوں اور اپنی زرگس خاں کے جادو سے خوب واقف تھی بظاہر برا نہیں مانا اور دل میں کہا ”گرگڑ سے جوم سے تو زہر کیوں دو؟“ فوراً انطونی کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے چل کھڑی ہوئی۔ جہاں تک سمندر میں جانا تھا اپنے سموتی جہازوں میں گئی۔ مگر وریا سے قدموں کے دھانے میں داخل ہوتے وقت اس نے ایسی شان و شوکت کا سفر اختیار کیا کہ نہ کبھی دیکھا گیا تھا اور نہ سنا گیا۔ اس کی کشتیاں نہایت زرق برق اور عجیب رعنائی کی وضع کی تھیں۔ پتاروں پر چاندی کے شیر چڑھے ہوئے تھے اور بادبان ارغوانی رنگ کے تھے۔ خاص اسکی کشتی بخوبی صبح کے محوس زیا بنادی گئی تھی جس پر ارغوانی بادبان کے نیچے زر بفت کا شامیانہ کھنچا ہوا تھا اور اس کے نیچے مگر قلو بطرہ یونانیوں کی حسن کی دیوی دینس (زہرہ) کے روپ اور لباس میں لگاؤ سمیٹے سے بیٹھ لکھائے بیٹھی تھی۔ خوبصورت، خوبصورت، عمر لڑکے کی تو پندہ عشق کے دیوتا کے روپ میں اس کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ ان میں سے کوئی پنکھا بھلتا اور کوئی اس کے احکام بجالاتا۔ صد ہا

حسین و مرہ جبین خواہیں جل پریوں کے بھیس میں دیدیا میں اُتری ہوئی تھیں جو اس کی معشوقانہ کشتی کو اپنے جھرمٹ میں لیے ہوئے تھیں۔ بعض کشتی کو کھینچ کھینچ کے آگے بڑھاتی تھیں اور بعض پانی سے کھیلتی جاتی تھیں۔ کشتی پر خوشگوار نرم سُروں میں گانا ہوتا جاتا تھا جو دیوتاؤں کا آسانی نغمہ تصور کیا جاتا۔ اور خوشبوؤں کی لپٹیں کشتی سے نکل نکل کے دریا کے دونوں جانب میدانوں میں ہلکتیں۔ اور جس کے دماغ میں بہو نچتیں مست و از خود رفتہ ہو جاتا۔ راستہ بھر یہ عالم رہا کہ جس کسی نے دیکھا یقین کر لیا کہ یہ انسان نہیں آسمانی دیویاں دنیا کی سیر کو اُتر آئی ہیں۔ اور واقعی اُن دنوں جبکہ اُس سرزمین میں سوادِ دیوتاؤں کے ماننے کے اور کوئی عقیدہ نہ تھا۔ ہر شخص کا خیال سوا اس کے اور کسی جانب نہ جاسکتا تھا۔ انطونی نے طرطوس میں دربار کرنے کو تے ناگماں کیا دیکھا کہ سارے شہر والے اور وہ بھی جو اس کے دربار میں حاضر تھے دریا کی طرٹ و در سے جاتے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ دریا میں دیویں دیوی جی آٹھ سیر کو آئی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد قلوبطرہ کے خدام نے آکے عرض کیا کہ ملکہ مصر آپ سے ملنے کو آئی ہیں۔ انطونی نے کہا ”تو اُن سے کہو کہ یہاں قشریعت لائیں۔ اور میری دعوت قبول کریں۔“ قلوبطرہ نے دل میں خیال کیا کہ میری کشتی کا ساز و سامان اور میری دیویوں کی کسی آمد کا جلوہ اگر انطونی کی نظر سے نہ گزرا تو کچھ بات نہ ہوئی۔ کہلا بھیجا کہ ”پہلے آپ میری دعوت قبول کریں پھر میں تو حاضر ہر ہوتی ہوں۔“ انطونی لوگوں کی زبان سے اس کی شانِ زیبائی کے حالات سُن سُن کے خود ہی شتاق ہو رہا تھا۔ بلا تکلف دریا کی رے کی راہ لی۔ وہاں کا منظر دیکھ کے اس کے ہوش و حواس بجا نہ رہے۔ اور خود ملکہ کی صورتِ زیبا دیکھی تو۔ طر

وہ نظر ہی ددِ اربع طاقت تھی
ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ
میر و خست ہوا کی آہ کے ساتھ

اب تلو بطرہ کے عروسانہ زربنگار بحیرہ میں انطونی کی دعوت کا سامان ہوا۔ وہاں
 کا سا زرد سامان۔ وہاں کی ٹھنڈی عیش و طرب، وہاں کا ٹھنڈا دوسرودا وہاں کا حسن و جمال
 وہاں کی زیبائی و رعنائی۔ غرض ہر چیز انسان کی دنیوی قوت و قدرت سے مافوق
 نظر آتی تھی۔ ان سب سے زیادہ دل لہجانے اور جادو کرنے والی پری جمال ملکہ کی
 باتیں تھیں۔ چند ہی لمحوں کی صحبت میں انطونی تلو بطرہ پر ایسا منتوں و شیدا ہوا کہ دین
 و دنیا فراموش ہو گئے۔ الہ العزیز و حکمرانی کے جتنے سودے اس کے ذہن میں تھے
 سب لوح دل پر سے محو ہو گئے۔ اب وہ تلو بطرہ کے تبر نظر کا بسل تھا۔ اور تلو بطرہ
 اسے اپنی زلفِ گرہ گیر کا ایک بے خود اور بے بس اسیر بنا کے اسکندریہ میں کھینچ
 لے گئی۔ اور وہاں ان دونوں عاشق و معشوق کا ناز و برداری و ناز آفرینی میں مشغول
 ہو جانا اس حد سے گزرا ہوا تھا کہ آج تک دنیا میں حیرت کی بجھا ہوں سے دیکھا
 جاتا ہے۔ ان کی عیش و عشرت کی صحتیں، اُن کی شاہانہ بلند حوصلگیاں اور ان کے
 جن جن دھرب ایسے غیر معمولی درجہ کے تھے کہ لوگوں کو اُن کے حالات سن کے آج
 تک مشکل سے باور آتا ہے۔ ایک بار ملکہ تلو بطرہ اور اتحاد ثلثہ روم کے اس دل
 از دادہ رکن میں شرط ہوئی کہ دیکھیں ایک دوسرے کی دعوت میں شان و شوکت
 اور بے جگرانہ حوصلہ مندی کے لحاظ سے کون سبقت لے جاتا ہے اور کون زباؤ
 دولت لٹاتا ہے۔ انطونی نے تو خیر جو کچھ سامان کیا کیا، مگر تلو بطرہ نے اپنی دعوت
 کے موقع پر کہا: تمہارا شوق وصال ایسا بڑبا ہوا ہے کہ میں ایک گھونٹ پر دس
 لاکھ روپیہ اڑا دوں گی۔ اور یہ کہہ کے اپنی ایک اتنی سے اسی قیمت کا ایک
 بڑا بھاری موتی نکال کے سرکہ کے ایک جام میں ڈالا اور جب وہ گھل گیا تو اٹھا کے
 پی گئی۔ اس کے ساتھ کا دوسرا موتی جو دوسرے کان کی اتنی میں تھا۔ زمانہ مابعد
 میں دو ٹکڑے کر کے وین دیوی کے سنگھار میں صرت کیا گیا، کہتے ہیں کہ انطونی

کے باورچی خانہ میں ہر وقت آٹھ بڑے جھگی سور بھینٹے نظر آتے تھے، تاکہ جب خاصہ طلب ہو بلا انتظار جن دیا جائے۔

اب انطونی کو اپنے فراموش یاد آئے۔ مکہ قلوبطرہ سے رخصت ہو کے مشرق کی راہ لی اور پار تھیادالوں پر توج کشی کی مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اسی زمانہ میں اس نے ارض یہود کے تخت پر ادومی خاندان والے انطی پاس کے بیٹے ہے روڈ (ہے رود و طوس) کو تخت پر بٹھایا۔ اس کا باپ انطی پاس وہی شخص تھا جسے قوم پے اسی نے رومیوں کی جانب سے کل طر مقرر کیا تھا۔ ہے روڈ نے پرانی مکابی خاندان کے آخری وارث ہرتاقوس کی خوب صورت بیٹی مریم سے شادی کی تھی۔ بس اس کے سوا اور کسی ختی سے اسے تخت شاہی نہیں پہنچتا تھا جسے اس نے زیر دستی اور دغا بازی سے حاصل کیا۔ لیکن مقتدائی کی خدمت کسی طرح اسے نہیں مل سکتی تھی اس لئے حضرت ہارون کے خاندان میں سے جس شخص کو اس نے منتخب کیا وہی ملت یہود کا مقتدا اے اعظم بنا دیا گیا

انطونی ایک مرتبہ روم جانے پر مجبور ہوا تھا وہاں اپنی بی بی فلویا کے مرنے کے بعد اس نے قیصر کی بہن اقطاعیہ سے شادی کر لی۔ اقطاعیہ ایک شریف و با عصمت خاتون تھی اور اس کی سستی نہ تھی کہ اس کا ہاتھ انطونی کے ایسے ایک نفس پرست اور شہوت پرست پاپا ہی کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ جسے اس کے ساتھ کسی طرح محبت نہ ہو سکتی تھی۔ اور جو قلوبطرہ کے حسن کا دیوانہ تھا۔ شادی کے بعد موقع پاتے ہی وہ اس شریف خاتون کو چھوڑ کے قلوبطرہ کے شوق میں مصر روانہ ہو گیا۔ اس دوسرے موقع پر انطونی اور قلوبطرہ کی عیش پرستیاں پہلے سے بھی بڑھی ہوئی تھیں اسے نہ انجام کی فکر تھی اور نہ اپنے بڑے بھلے کا خیال، قلوبطرہ کی الفت میں اس قدر اندھا ہو گیا کہ قیصر

اتحاد دیا نوس کا دل دکھانے کی بھی پروا نہ کی۔ اور اس کی بہن افتاد دیا کو طلاق نامہ لکھ کے بھیج دیا اور مشہور کر دیا کہ اس کے ساتھ شادی ہونے سے پہلے ہی میری شادی ملکہ مصر کے ساتھ ہو چکی تھی۔

قیصر اتحاد دیا نوس بہن تن اس دھن میں لگا ہوا تھا کہ جو عظمت و سطوت میرے چچا قیصر کو حاصل تھی میں بھی حاصل کر دوں اور سلطنت میں میرا کوئی سہم نہ شریک باقی نہ رہے۔ اپنے حریف کے منسوب کرنے کے لئے کوئی بہانہ ڈھونڈ ہی رہا تھا۔ کیونکہ اتحاد ثلاثہ کے تیسرے رکن نے پی دیوس کو جو تینوں میں کمزور تھا اس نے بیکار کر کے کونے میں ڈال ہی دیا۔ فقط انطونی باقی تھا۔ اس سے مخالفت کرنے کے لئے پورا بہانہ ہاتھ آگیا۔ خواہ ایک زبردست بیڑا تیار کیا گیا اور تمام رومی لوگ جن کے دلوں میں اس غصہ کی آگ بجھ رہی تھی کہ مشرق کی ایک ظالم شہوت پرست، دغا باز اور دغریب ملکہ کے شوق میں اتحاد کی ایسی شریف، و پاکدامن خاتون کی توہین کی گئی اور اسے طلاق دے دی گئی۔ قیصر کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ الغرض رومیوں کا ایک زبردست لشکر جازوں پر سوار ہو کے بڑے جوش و خروش سے روانہ ہوا۔ ادھر سے انطونی اور تلو بطرہ اپنے بیڑے کولے گئے اور اپنے جازوں پر سوار ہو گئے ان کے مقابلہ کو چلے اور اس اقطیوم کے پاس جو علاقہ ایپائرس میں واقع ہے اور سمندر کے اندر دور تک بڑھ آئی ہے۔ دونوں بیڑوں کا سامنا ہوا۔ اور بڑی بھاری بحری لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ لڑائی دیر تک ہوئی رہی اور کسی جانب فتح کے آثار نہیں نمایاں ہوتے تھے کہ ناگہاں قتل و غوریزی اور ہمازوں کے ٹکرانے اور ڈوبنے کا ہولناک منظر دیکھ کے تلو بطرہ کا دل دہل گیا اور ایسی ہلیت زدہ ہوئی کہ اپنے جہاز کو پیچھے ہٹانے کا حکم دیا۔ اس جہاز کو میدان سے ہٹتے دیکھ کے

سب لوگوں کے حواس جاتے رہے اور سارا مصری بیڑہ میدان چھوڑ کے مصر کی طرف بھاگا۔ سب لوگوں کو واپس جاتے دیکھ کر مجبوراً انطونی نے بھی میدان چھوڑ دیا اور اپنے بیڑے کے پیچھے پیچھے اس نے بھی اسکندریہ کی راہ لی۔

اسکندریہ میں پہنچتے ہی انطونی و قلوبطرہ پھر عیش و عشرت اور رنگ رلیوں میں پڑ گئے۔ دن رات حبش طرف تھا۔ اور عشق و محبت کی صحبت میں کسی کو یاد بھی نہ آیا کہ قیصر اقطادیاؤس قنائب میں ہے اور نہایت تیزی کے ساتھ بڑھتا چلا آتا ہے۔ آخر قیصر بندرگاہ کے دہانے میں آدھمکا۔ یہاں پہنچتے ہی اس نے اپنے ایلچی بھیج کے کچھ ایسی حکمت عملی سے کام لیا کہ خود فروزش ملکہ مصر لے آ سکے۔ برتاؤ کو دیکھ کے دل میں کہا "کیا مضائقہ ہے۔ اگر انطونی مغلوب ہو گیا ہے تو میں اپنے حسن و جمال کے اسلحہ سے اب قیصر کو بھی اپنا اسیر دام کولوں گی۔ یہ خیال آتے ہی اس نے خود ہی موقع دے دیا کہ جہازوں کا بیڑا اور شہر دونوں بلا مزا تحت قیصر کے قبضہ میں ہو جائیں۔ اس کے بعد اپنی دو جاں باز سیلیوں کو ساتھ لے کے برج میں چلی گئی جسے اس نے شامان مصر کی طرح اپنے مقبرے کی حیثیت سے تعمیر کرایا تھا۔ اس کے وہاں جاتے ہی شہر میں اغواہ آڑی ملکہ قلوبطرہ نے خود کشی کر لی۔ انطونی جو فوراً محبت سے ایک گھڑی بھی بغیر قلوبطرہ کے جی نہ سکتا تھا یہ وحشت ناک خبر سنتے ہی اس قدر پریشان ہوا کہ خود کشی پر آمادہ ہو گیا اور خود ہی اپنی تلوار اپنے سینے میں بھونک لی۔ یہ کاری زخم کھانے کے بعد پلنگ پر پڑا ہوا تھا کہ خبر آئی "قلوبطرہ مری نہیں زندہ ہے اور اس بات کی آرزو مند ہے کہ آپ بھی اسی برج میں شریعت لے چلیں جس میں وہ ہے۔" وہ فوراً آمادہ ہو گیا اور لوگ اس کے پلنگ کو اٹھا کے اس برج کے پاس لے گئے۔ قلوبطرہ چونکہ برج کا دروازہ کھولتے ڈرتی تھی۔ اس لئے اس کے پلنگ کو رستیوں میں

باندھ کے اوپر کھینچا اور کوٹھے کے ایک درجے کے راستہ سے اندر کر لیا۔ انطونی اور پو پونچے ہی عجیب جوش اور بے تابی کے ساتھ قلو بطرہ سے لپٹ گیا اور اسی حالت میں اس کی روح پرواز کر گئی۔

لیکن قلو بطرہ ابھی تک ناامید نہ تھی۔ اپنی دل ربانی و دل ستانی کے تمام کوششوں کو کام میں لاکے تھک گئی اور قیصر کے دل پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اب اس کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اب اگر میں قیصر کے ہاتھ لگ گئی تو رومہ الکبریٰ میں اس کے ٹرائف کے جلوس میں نکالی جاؤں گی اس ذلت سے بچنے کی کوئی تدبیر نہ بن پڑتی تھی۔ آخر عاجز آ کے وہ بھی خودکشی پر آمادہ ہو گئی۔ اسی خیال سے اتحاد یا دوس قیصر سب سے زیادہ اسی اہتمام میں مصروف تھا کہ اس نہایت خوبصورت و پرفن اور با شان و شکوہ ملکہ کو زندہ گرفتار کرے۔ برج کے چاروں طرف سخت پردہ مقرر تھا کہ اس میں کوئی پردہ بھی پر نہ مار سکتا تھا۔ اس کے اندر نہ کوئی شخص جانے پاتا تھا اور نہ کوئی چیز باہر سے بھیجی جاسکتی تھی۔ مگر پرے والوں نے غفلت یا حماقت سے انجیروں کا ایک ٹوکرا اندر پہنچ جانے دیا۔ اس کے چند ہی گھنٹوں کے بعد قیصر کے پاس قلو بطرہ کا ایک خط آیا جس میں یہ التجا کی تھی کہ میرے بچوں کی جان بخشی کی جائے اور اجازت دی جائے کہ میری اور انطونی کی لاشیں اسی مقبرے میں دفن کی جائیں۔ اس خط کے دیکھتے ہی قیصر کو خیال گذر کہ معلوم ہوتا ہے اس ملکہ کو میرے تابو سے نکل جانے کا موقع مل گیا فوراً سواری ہو کر اُس برج کی راہ لی۔ سب طرف عالم خاموشی طاری تھا۔ اور برج کا راستہ بھی کھلا ہوا تھا۔ اندر جا کے دیکھا تو نظر آیا کہ ملکہ قلو بطرہ شاہانہ لباس پہنے شاہی پلنگ پر آرام کر رہی ہے اس کی دونوں سیلیوں میں سے ایک اس کے پاؤں کے پاس لیٹی ہے اور دوسری سر ہانے گھٹنے نیچے کھڑی ہے اور

تاج کو دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہے جو تلو بطرہ کے سر پر رکھا ہے۔ اُس کے ساتھ ہر طرف خاموشی ہے اور موت کا سا تاثر۔ قیصر نے پوچھا ”کیا یہ اچھا کیا ہے؟“ سہیلی جو تاج سنبھالے تھی بولی ”اچھا اور بہت اچھا۔ ایسی عالی مرتبہ مکہ کے ہی شایان شان تھا۔ یہ جواب دیتے ہی خادمہ بھی زمین کی طرف جھکی اور گرجے مگر گئی۔ اب قیصر کو اس بات کی جستجو ہوئی کہ تلو بطرہ نے کیوں کر جان دی۔ اس کے بازو میں بازو بند کی طرح ایک چھوٹا کالا سانپ جو انہی کھلاتا ہے لپٹا ہوا ملا جو غالباً اسی انجیروں کے ٹوکڑے میں رکھ سکے اس کے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔

مصر کی سلطنت اسی تلو بطرہ کے دم تک تھی۔ اس کے بعد ملک مصر دولت روم میں ملحق ہو کر رومہ الکبریٰ کا ایک صوبہ بنالیا گیا۔ اور اقطاعیہ نوس قیصر دولت اور خزانے سے لدا پھندا روم واپس گیا۔ اس کی ٹریفک یعنی اس کے داخلہ کا جلوس نہایت ہی شاندار تھا۔ تلو بطرہ کی ایک سورت اپنے اسی شاہی پلنگ پر سوتی ہوئی جلوس میں نکالی گئی۔ جس کے پیچھے پیچھے اس کا بیٹا اسکندر اوڈ اس کی بیٹی تلو بطرہ تھی۔ جو زمانہ مابعد میں اپنے ماں باپ کے عیاشانہ مناظر کی بنیاد پر اپالو (دیوتا)، اور ڈیانا (دیوی) کے ناموں سے یاد کئے جاتے تھے۔ اور غلاموں یا اسیروں کی طرح اپنے دشمنوں کے درمیان میں تھے۔ اگرچہ قیصر کو ان کے حال پر مطلق ترس نہ آتا تھا مگر یہاں بھی اُن کے سروں تک ایک دست شفقت پہنچ ہی گیا جو ان کے باپ کی مطلقہ اور دلی شکستہ جو روم اور قیصر کی شریف بہن اقطاعیہ کا ہاتھ تھا۔ جس نے اُن دونوں کو اپنے بے ہوش ہر کی یاد میں فرزندوں کی طرح اپنے پاس رکھا۔ بڑے اہتمام سے پالا اور تعلیم دلوائی اور آخر کار روم کی عین چھوٹی تلو بطرہ کی شادی موری طانیہ کے بادشاہ کے ساتھ کر دی۔

فصل نہم

اوغسطوس قیصر ۶۱ء قبل محمدؐ سے ۵۴ء قبل محمدؐ تک

انطونی کے مرتے ہی قیصر اقطاع دیاؤس کے سارے دشمن فنا ہو گئے۔ کسی میں مزاحمت کی جرات نہ تھی اور سلطنت روم کا اکیلا وہی مالک تھا۔ وہ ایسی اعلیٰ قوت کے درجہ کو پہنچ گیا تھا جو اس کے چچا کو بھی نہیں نصیب ہوئی تھی۔ اس نے اوغسطوس کا لقب اختیار کیا جس سے مراد کوئی ایسی چیز تھی جو کسی عہد یا مقدس مقام کی طرح اچھوتی، متبرک اور محترم ہو۔ ہر سال کا ساتواں مہینہ چونکہ اس کے چچا یولیوس یا یولیوس کے نام کی یادگار میں جولائی کہلاتا تھا اس لئے اس کے بعد والا مہینہ اس کے لقب اوغسطوس (اگسٹس) کی یادگار میں اگسٹ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے اپنی عظمت کے اظہار کے لئے امپراطور کا لقب اختیار کیا جس کے معنی سپہ سالار کے تھے۔ مگر اس کے بعد سے شہنشاہ کے ہو گئے۔ کیونکہ خود اس کا مقصد اس لقب کے اختیار کرنے سے یہ ہرگز نہ تھا۔ گو اس نے تمام محبڑوں کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لیے تھے اور دراصل ایک خود مختار بادشاہ بن گیا تھا۔ مگر وہ بالذات شاہی کے لقب سے بہت بھاگتا تھا۔ رومۃ البحریٰ والے مسلسل ڈیڑھ سو برس سے باہمی نا اتفاقیوں کے باعث لڑتے لڑتے تھک گئے تھے، سمجھوں نے اس بات کو خوشی سے قبول کر لیا کہ اس کے زیر حکومت ذرا چین سے بیٹھیں۔ اور آرام کریں۔ اور دراصل اب یہ ممکن بھی نہ تھا کہ سارے سٹی زن لوگوں کو معاملات سلطنت میں دخل ہوا۔ ابتداءً صرف اہل رومۃ البحریٰ سٹی زن تھے۔ مگر اب ان کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ اور بجائے اس کے کہ وہ رومۃ البحریٰ کے قرب و جوار ہی میں ہوں۔ ساری مملکت اور تمام رومی نوآبادیوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ سٹی زن ہونے کا حق یولیوس قیصر

کے عہد میں بہت وسیع ہو گیا تھا۔ اب اغسطوس نے ایطالیہ کے باہر بھی بہت سے لوگوں کو سٹی زن ہونے کے حقوق دے دئے گئے۔ جو شخص سٹی زن ہونا چاہے، وہ کسی صوبہ میں ہو اور کوئی ہو اس سے نہ کوئی محصول وصول کیا جاتا اور نہ صوبجات کے والی ان کو سزا دے سکتے۔

اغسطوس نے جب اعلیٰ درجہ کی پوری قوت حاصل کر لی تو پھر غول ریزی سے ہاتھ روک لیا۔ کیونکہ اس کے خیال میں حکمرانی کی بہترین پالیسی یہ تھی کہ اپنے قوانین کی نرمی کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت کو ترقی دے۔ اس کو سسٹش میں وہ نہایت کامیاب ہوا۔ امن و امان کے قائم رہنے سے علم و فضل نے اسکے دور میں اس قدر ترقی کی کہ آج تک جس بادشاہ کے عہد کی نسبت یہ خیال ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ اس میں علم و فضل ترقی پر تھا اور اعلیٰ درجہ کے مصنفین موجود تھے اُسے "عہد اغسطوس" کہتے ہیں۔ طلیطوس کی دیوس نے اس کے زمانہ میں ایک تاریخ روم لکھی مگر افسوس کہ اس کا ایک بڑا حصہ فنا ہو گیا۔ دیہاتی زندگی کے مشاغل پر درجل شاعر کے اپنی اعلیٰ درجے کی نظم لکھی۔ اور خاص شہنشاہ کی فرمائش سے اُس نے دو ایک اور نظمیں آئے نیاس کی سرگردانیوں اور پالین قوم کی پہلی برکتوں پر تحریر کرنا شروع کیں۔ ہوراق اور ادوڈ بھی زندہ موجود تھے اور ان کے کلام کو خود شہنشاہ اور اس کے دو بڑے دوست اگرپ پا اور تے تناس بہت پسند کرتے تھے۔ اسی تے تناس نے ہوراق کے حال پر ایسی ایسی فیاضیاں کیں کہ اس کا نام عربی علم و فن کی حیثیت سے ضرب الملک ہو گیا۔

اغسطوس بیرونی ممالک پر حملہ کرنے میں بہت ہی کم مصروف رہا۔ اور اب اس کے عہد میں لڑائی کے دیوتا یا کوس کے مندر کا دروازہ بند ہو گیا۔ شہدوع بنا سے روم سے اس وقت تک یہ تیسری بار اس خوں ریز دیوتا کا مندر بنا ہوا تھا،

عصرِ قدیم

کیونکہ رومی لوگ امن و امان کی برکتوں سے لطف اٹھا کے خوشیاں منا رہے تھے۔ شہنشاہ کی دانائی و قابلیت کی تعریف کرتے تھے کہ اس کی بدولت باہر کی ساری لڑائیاں رُک گئیں اور ملک کے اندرونی جھگڑے بھی دور ہو گئے۔

اسی کے حمد میں حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے جن کی ولادت نے دنیا کی تاریخ میں انقلاب پیدا کر دیا

ختم شد

